1973

اُذْکُرُوا مَوْتَاکُمْ بِالْخَیْرِ

جلد ۲

مآثر الکرام

موسوم بہ

سروِ آزاد

مُصنّفہٗ

حسّانُ الہند مولانا میر غلام علی آزاد بلگرامی المتوفّٰی سنہ ۱۲۰۰ھ

کہ در سنہ ۱۱۶۶ ہزار و یک صد و شصت و شش ہجری تصنیف شد

و محتوی است بر احوال شعرائے متاخرین کہ بعد از ہزار ہجری تا زمانہ تصنیف کتاب موجود بودند

و منقسم است بر دو فصل

فصل اوّل در ذکر یک صد و چہل و سہ (۱۴۳) شعرائے فارسی

فصل دوم - در ذکر ہشت (۸) شعرائے ہندی

بسعی و تصحیح و تحشی عبد اللہ خاں و بہ اہتمام مولوی عبد الحق صاحب

در مطبع دخانی رفاہِ عام لاہور دار السلطنت پنجاب مطبوع شدہ

و از طرف مصحح از کتب خانہ آصفیہ حیدر آباد دکن شائع گردید

طبع اول

سنہ ۱۹۱۳ء

(۱۱۰۰) جلد

مولوی چراغ علی صاحب مرحوم المخاطب بہ نواب اعظم یار جنگ بہادر کی

لاجواب کتاب

"کریٹیکل اکسپوزیشن آف دی پاپیولر جہاد" کے اردو ترجمہ

تحقیق الجہاد

مترجمہ مولانا غلام الحسنین صاحب پانی پتی مترجم "فلسفہ تعلیم" ہربرٹ اسپنسر پر

حکیم سید شمس اللہ قادری۔ ایم۔ آر۔ اے۔ ایس۔ ایف۔ آر۔ ایچ۔ ایس عالم آثار قدیمہ کا

ریویو

عیسائی مصنفین اسلام پر ہمیشہ سے یہ اعتراض کرتے چلے آئے ہیں کہ "مذہب اسلام دنیا میں بزور شمشیر پھیلایا گیا ہے"۔ اسلامی تاریخ میں جو واقعات غزوات۔ سرایا۔ اور بعوث کے نام سے مشہور ہیں اُ یہ لوگ کچھ ایسی رنگ آمیزی و ملمع سازی سے بیان کرتے ہیں جس کی بنا پر یہ مشہور ہو گیا ہے کہ بانی اسلا ان کے اتباع نے "ایک ہاتھ میں تلوار اور دوسرے میں قرآن لیکر مذہب اسلام کی اشاعت کی"۔ مسئلہ جہاد کے ساتھ غلامی۔ تسرّی وغیرہ پر بھی عیسائی دنیا کی طرف سے اعتراضات ہوا کرتے ہیں جن تردید ہمیشہ مسلمانوں کی طرف سے ہوتی رہی ہے۔ ہندوستان کی مسلّمہ مشترکہ زبان اردو میں بھی اس موضوع پر متعدد اصحاب تصنیف و تالیف کر چکے ہیں مثلاً مولوی رحمت اللہ مرحوم۔ مولوی آل حسن مرحو مولوی عنایت رسول مرحوم ہندوستان میں مشہور مناظر گزرے ہیں۔ فخر قوم سر سید احمد خا مرحوم نے بھی عیسائیوں کے اعتراضات کے نہایت عالمانہ اور محققانہ جوابات دئے ہیں۔ اعظم یار جنگ مولو چراغ علی صاحب مرحوم نے بھی مذہب اسلام کی حمایت میں ہمیشہ بے مثل کتب و رسائل تالیف کئے ہیں۔ ان سب مصنفین کی کتابیں بجائے خود نہایت عمدہ اور بہت قدر کے قابل ہیں مگر "ہر گلے را رنگ و بو دیگر است"۔ مولوی چراغ علی صاحب مرحوم کی تحریر میں ایک تو یہ خصوصیت ہے کہ طرز ادا نہایت سادہ او طریقہ استدلال نہایت مستحکم ہوتا ہے۔ دوسرے ان سے پہلے بظاہر کسی مصنف نے مسئلہ جہاد پر کوئی مستقل کتاب نہیں لکھی سر سید مرحوم کی تفسیر القرآن جلد چہارم میں اگرچہ غزوات کا ذکر بہت کچھ ہے مگر محض وہ نوٹ ہیں جو تفسیر کی جلدوں میں محسوب اور شامل ہیں۔ ۱۸۸۵ء مولوی چراغ علی صاحب نے خاص اسی موضوع پر مندرجہ عنوان مستقل کتاب تصنیف کی۔ اس کے تین حصے ہیں۔

ڈیڈیکیشن

عالیجناب مستغنی عن الالقاب جامع مفاخر دنیا و دین مخدوم ملک و ملت آنریبل عماد الملک مولوی سید حسین بلگرامی سی۔ ایس۔ آئی مشیر خاص نواب مدار المہام سرکار عالی کو بطور خصوصیات خاندانی کے علم ادب سے نہایت گہری دلچسپی اور بینظیر مناسبت ہے۔ اس لحاظ سے میں عقیدت و خلوص کے ساتھ اس کتاب کو جناب ممدوح کے نام نامی و اسم گرامی کے ساتھ معنون و منسوب کرنے کی عزت حاصل کرتا ہوں +

گر قبول اُفتد زہے عزّ و شرف

جناب ممدوح کو بلحاظ علم و فضل جو شہرت و عظمت و اقتدار آج حاصل ہے وہ آفتاب سے زیادہ روشن ہے اس ہفتاد سالہ عمر میں آپ دو عظیم الشّان ملکی و دینی خدمتیں انجام دے رہے ہیں ایک تو عالیجناب نواب مدار المہام بہادر کے مشیر ہونے کی حیثیت سے ایک اسلامی سلطنت کے مہمّات کی انجام دہی۔ دوسرے ایک قومی و مذہبی مقدس خدمت یعنے قرآن مجید کا انگریزی ترجمہ جو ایک ثلث سے کچھ زیادہ ہو چکا ہے اور جس کے لئے تمام مسلمانان عالم آپ کے مشکور و ممنون ہیں اس ضروری و مفید کام کے لئے آپ سے زیادہ موزون کوئی دوسرا بزرگ میسّر نہیں آسکتا۔ لہذا تمام ملک کی دلی خواہش اور دُعا ہے کہ خداوند عالم جناب موصوف کو صحت و سلامتی کے ساتھ عمر طبیعی کو پہنچائے اور آپ کے مفید کاموں کو مکمّل اور اُن سے ملک کو مستفید فرمائے +

خاکسار عبد اللہ خاں

کتب خانہ آصفیہ	۱۳ - اگست ۱۹۱۳ء
حیدر آباد دکن	۱۷ رمضان ۱۳۳۱ھ چہار شنبہ

خلاصه فهرست کتاب

(۱) تفصیل حصص کتاب
(۲) فہرست دیباچہ کتاب
(۳) فہرست مستقل تراجم مندرجہ کتاب
(۴) فہرست اسماء اصحاب کہ ذکر شاں ضمناً وارد شد

فہرست تراجم ماثر الکرام

دفتر ثانی

موسوم بہ سروِ آزاد

مشتمل بر دو فصل

فصل اوّل در ذکر شعرائے فارسی مشتمل بر یک صد و چہل و سہ (۱۴۳) تراجم از صفحہ ۱۴ تا صفحہ ۲۵۱ +

فصل دوم در ذکر شعرائے ہندی مشتمل بر ہشت (۸) تراجم از صفحہ ۲۵۱ تا صفحہ ۲۰۷

فہرست تراجم فصل اول

در ذکر (۱۴۳) شعراے فارسی

فہرست تراجم فصل دوم

در ذکر (۸) شعراے ہندی بھاشا

فہرست اسماء اصحاب کہ ذکرشان ضمناً وارد شدہ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

سرمایۂ حمد نیاز مبدعے کہ ارواح معانی را باقوالب الفاظ آمیخت وسبعۂ معلقۂ افلاک را از در قدرت آویخت وجواہر صلوات نثار امّی کہ نقش کلام معجز بر صفحۂ روزگار نشاند ومحضر دعوٰے زبان آوران را بہ مہر سکوت رساند واولاد والا نژاد کہ مبادی فن ولایت واصحاب عالیجناب کہ مطالع دیوان ہدایت اند۔

امّا بعد عرض می دارد پاشکستۂ زاویۂ گمنامی فقیر **غلام علی** متخلص بہ آزاد حسینی واسطی بلگرامی کہ این دلدادۂ زلف سخن ومخلص معنی طرازانِ نو وکہن پیش ازین بخدمت موزونانِ سلف وخلف پرداختہ وتذکرۃ الشعرائے مسمی بہ **ید بیضا** محرر ساختہ امّا آن نسخہ نقش انگارہ[1] وتصویر تنگارہ بود لہٰذا بعد فراہم رسیدن برخے از مواد رنگ اصلاح ریختہ شد ونقش ثانی بہ از اوّل برانگیختہ وچون سخن رسا تر از نشۂ شراب وسریع تر از پرتو آفتاب است ہر دو ید بیضا دستگاہ شہرت بہم رساند وجا بجا پرتو رواج افشاند۔

اکنون نظر دقیقہ سنج نسخۂ ثانی را ہم نے تواند پسندید ودر میزان اعتبار نمی تواند سنجید۔ طبع نیرنگ درین شیوہ معذور است وشیشۂ بوقلمون در تلون مجبور کہ چندانکہ ملکات می افزاید۔ ساختۂ وپرداختۂ پیشین تقویم پارین بہ نظر می آید وہرگاہ احکام عَالِمُ الْغَیْبِ وَالشَّھَادَۃِ بہ اقتضاء مصلحتے رنگ می گرداند وخزانِ نسخ بہم

[1] بمعنے نقش ناتمام ۱۲

می رساند کہ مَا نَنۡسَخۡ مِنۡ اٰیَةٍ اَوۡ نُنۡسِهَا نَاۡتِ بِخَیۡرٍ مِّنۡهَاۤ اَوۡ مِثۡلِهَا[1] احکام ساکنانِ حضیضِ امکان و فرورفتگانِ اَسۡفَلُ السّٰافِلِیۡنَ نقصان بہ طریقِ اولی قابلِ تبدیل و نیازمند تعدیل تواند شد ہر چند نسخ اول ثمرۂ حکمت است و نسخ ثانی نتیجۂ غفلت اَلۡحَقّ تا کہ مصنف نشئہ زندگی در سر و لباس عنصری در بر دارد کتاب بانجام نمے تواند رسید و طرۂ گفتگو سر از درازی نمی تواند پیچید کہ بعد از نظر ثانی و ثالث و ھَلُمَّ جَرًّا نقصانہا گل می کند و خارہا در خاطر می شکند بلے روزے کہ مصنف تمام شود تصنیف نیز رنگِ مصنف گیرد و از لب بستنی کار سالہا صورت پذیرد۔

آوردہ اند کہ رکنِ قلم و سخندانی عماد کاتب اصفہانی وقتے علم مناقشہ افراختُ و اعتراضے بر کلام استاذ البلغاء قاضی عبد الرحیم نسائی متوجہ ساخت قاضی جواب درستے تحریر نمود و بادۂ صافی بر مجلسیان عالم انصاف پیمود ملخص جوابش این کہ "قَدۡ وَقَعَ لِیۡ شَیۡءٌ وَّمَاۤ اَدۡرِیۡ اَوَقَعَ لَكَ اَمۡ لَا وَھُوَ اَنَّ الۡاِنۡسَانَ لَا یَكۡتُبُ كِتَابًا فِیۡ یَوۡمِهٖۤ اِلَّا یَقُوۡلُ فِیۡ غَدِهٖ لَوۡغُیِّرَ ھٰذَا لَكَانَ اَحۡسَنَ وَلَوۡ تُرِكَ ذٰلِكَ لَكَانَ اَوۡلٰی وَھٰذَا عِبۡرَۃٌ عَظِیۡمَۃٌ وَّحُجَّۃٌ مُّسۡتَقِیۡمَۃٌ عَلٰی اسۡتِیۡلَآءِ صِفَةِ النُّقۡصَانِ عَلٰی طَبِیۡعَةِ الۡاِنۡسَانِ"

و من ہیچمدان پیش از تالیف کتاب نظر بر عواقب امور داشتہ ام و در عنوانِ نسخۂ ثانی بہ خامۂ اعتذار این عبارت نگاشتہ :۔

"و با آنکہ سامان اصلاح چنانچہ باید و شاید ہنوز بحصول نہ پیوستہ و صورت این مدعا"
"خاطر خواہ نقش نہ بستہ اما باعثِ سرعتِ خامۂ خوشخرام در طی این مقام آنست کہ"
"حیات فانی گرہی است بر باد چشم بقا از و نتوان داشت و پیکر جسمانی حبابے است"
"بر آب ۔ کار این دم بنفس دیگر نباید گزاشت"

---

[1] البقرہ ۲ - آیت ۱۰۰ -

"بیت پرتوِ عمر چراغے است کہ در بزم وجود   بہ نسیم مژہ برہم زدنی خاموش است"

الحاصل بعد تالیفِ ید بیضا بخاطر رسید و سرپنجۂ حب الوطن دامنِ دل کشید کہ کتابے در ذکر صاحب کمالانِ بلگرام صَانَہُ اللّٰہُ عَنْ طَوَارِقِ الْاَیَّامِ بہ تحریر درآید۔ و آثاریکہ در نقاب خفا متواری است جلوۂ ظہور نماید۔ لختے بہ تحقیق و تنقیح مطالب پرداختم۔ وطاؤسان معانی را بگلدامِ عبارت بند ساختم کتابے در پنج فصل صورت بست۔ وشاہدے کہ گرد خیال می گشت برکرسی نشست نخست قرعۂ وحدت انداختم۔ وفصول خمسہ را در مجلد واحد جمع ساختم۔ وگروہے کہ بخلعت جامعیت آراستہ اند۔ وبجواہر حیثیات پیراستہ مثل عرفان طرازی ونکتہ پردازی۔ ہم فصل فقرا را سرمایۂ طراوت بخشیدند۔ وہم فصل شعرا را سامانِ نضارت۔ اما در موضعِ اول دائرۂ استیعاب بر سطح ورق کشیدم و در موضعِ ثانی رشتۂ حوالہ در انگشت قلم پیچیدم۔

شخصے خواست کہ نقل فصول شعرا بردارد۔ وفصلین فقرا وفضلا را واگذارد۔ درین صورت حال ارباب حوالہ معلق می ماند وکلام شاعرِ بے ترجمہ خاطر مودخان را بہ تسلّی نمی رساند لہٰذا کتاب را بدو دفتر تقسیم کردم۔ وتفصیلیانِ دفتر اوّل را درین دفتر نیز بر سبیلِ اجمال و استقلال بہ تحریر در آوردم۔

نام دفتر اوّل **مآثر الکرام تاریخ بلگرام** است مشتمل بر دو فصل فقرا وفضلا نَوَّرَ اللّٰہُ مَضَاجِعَھُمْ

ونام این دفتر **سرو آزاد** است نیز محتوی بر دو فصل فصل اول در ذکر صاحب طبعان فارسی اَیَّدَھُمُ اللّٰہُ بِرُوحِ الْقُدُسِ فصل ثانی در ذکر قافیہ سنجان ہندی جَزَاھُمُ اللّٰہُ بِجَائِزَۃِ الْخَیْرِ

وبرائے شعراءِ عربی الموزنے علیحدہ بزبان عربی طرح انداختم وفصحاءِ تازی

را با شعراء فارسی مزج نساختم- که فارسی دانان بسیط مطالعۂ اشعار عربی را وا می گزارند- و کاتبان عجم زبان عرب را به تحریفات از صورت نوعے بر می آرند- و به تقریب مردم بلگرام جمعے دیگر را درین محفل خوانده ام و قوافل سخن را از کجا تا بکجا رسانده- لمؤلّفه

این تازه سواد سرمۂ دیدار است　　سرمایۂ بینشِ اُولِی الْاَبْصار است
هر چند تکلفے ندارد امّا　　چون نقش فرنگ سادۂ و پرکار است

اکنون تاریخ ترتیب کتاب ثبت می نمایم- و نظرها را به نهال سیرابی نضارت می افزایم ؎

خوشا مشاطۂ کلکِ هنرمند　　به رخسارِ ورق مالیده غازه
شنو از قمریانِ غیب تاریخ　　نشاند آزاد سروِ سبز تازه
۱۱۶۶ھ

اُمید از حکماء این فن و حرکت شناسانِ نبض سخن آنکه اگر خدمت نیازمند پسند اُفتد- نوشدار وے دعا مرحمت نمایند- و اگر سقمے ملاحظه شود- به معجون لطف معالجه فرمایند- اِنْ اَجْرِیَ اِلَّا عَلٰی رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ وَ هُوَ نِعْمَ الْمَوْلٰی وَ نِعْمَ الْمُعِیْنُ

فصل اوّل در ذکر صاحب طبعان فارسی اَیَّدَهُمُ اللّٰهُ بِرُوْحِ الْقُدُسِ-

نخستین خامۂ زمزمه سنج شرافت کلام موزون و اصالت این دُرّ مکنون بیان می سازد و سامعۂ سخن پرستان را باین حرف دلنشین می نوازد-

ارباب سیر اتفاق دارند که در محفل اقدس رسالت پناهی و رسانندۂ نفائس وحی الٰهی عَلَیْهِ اَفْضَلُ الصَّلَوٰاتِ وَ اَکْمَلُ التَّحِیَّاتِ نسیم سخن موزون می وزید و غنچۂ لعل مبارک با تبسّم آشنا می گردید و هر گاه خاطر ملکوت ناظر از استماع سخن می کشود مخاطب را به خواندن شعر دیگر پیهم اشاره می فرمود-

و موزونانِ پایۂ تخت رسالت را به هجو مشرکان مامور می ساخت و طائفۂ

معنی طرازان را به انعام صلات و اقسام عنایات می نواخت خطاب[1] اُهْجُوا الْكُفَّارَ فَاِنَّهَا اَشَدُّ عَلَيْهِمْ مِنْ رَشْقِ النَّبْلِ و نصب[2] منبر برائے حسان بن ثابت رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ و دعا[3] اَللّٰهُمَّ اَيِّدْهُ بِرُوْحِ الْقُدُسِ و حدیث[4] هَجَاهُمْ حَسَّانُ فَشَفٰى وَاشْتَشْفٰى و عطائے[5] شیرین نام جاریه به حسان رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ در وجه صلهٔ شعر و انعام[6] برد مبارک به کعب بن زهیر در جائزهٔ قصیدهٔ بَانَتْ سُعَادُ مشهور است و در کتب معتبره مسطور۔

و در تفسیر قرطبی آورده قال کعب (ابْنُ مَالِكٍ) ؎

جَاءَ السَّخِينَةُ كَيْ تُغَالِبَ رَبَّهَا ۔۔۔ وَلَيُغْلَبَنَّ مُغَالِبُ الْغَلَّابِ

حضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرمود " لَقَدْ مَدَحَكَ اللّٰهُ يَا كَعْبُ فِيْ قَوْلِكَ هٰذَا و در روایتے آمده که حضرت فرمود اِنَّ اللّٰهَ لَمْ يَنْسَ ذٰلِكَ لَكَ یعنی بدرستی الله تعالیٰ فراموش نکند این شعرے که تراست[2]۔

حواشی

مراد از سخینه[3] بخائے معجمه بروزن سفینه قریش اند و در اصل سخینه طعام است که از آرد و روغن ترتیب دهند۔ قریش این طعام را اکثر استعمال مے کردند و مردم دیگر ازین وجه قریش را طعنه می زدند تا بحدیکه نام ایشان سخینه اُفتاد و لیغلبن صیغهٔ مجهول است و مغالب صیغهٔ اسم فاعل و غلاب صیغهٔ مبالغه یعنی آمدند قریش تا غالب شوند پروردگار خود را و هر آینه مغلوب می شود غلبه جوینده بر کسے که سخت غالب است یعنی حق سبحانهٔ و تعالیٰ۔

---

[1] تفسیر کبیر جلد ۷ صفحه ۵۰۵ و مشکوٰة صفحه ۴۰۱ ؛ [2] تفسیر در المنثور جلد ۵ صفحه ۱۰۰ مطبوعه مصر۔
[3] مجمع بحار الانوار جلد ۲ صفحه ۱۰۳ و مشکوٰة صفحه ۴۰۱ مطبوعه دہلی سنه ۱۲۷۱ هجری۔

وشیخ جلال الدّین سیوطی در خصائص کبری روایت مے کند کہ۔
نابغہ جعدی شعرے در حضور پُر نور حضرت رسالت صلے اللہ علیہ وسلم خواندہ
فرمود اَجَدْتَ لَا یُفْضِضُ اللّٰہُ فَاکَ یعنی شعر جید گفتی نشکند خدائے تعالےٰ
دنداں ترا۔

عمر نابغہ یکصد و چند سال شد دندانے نہ ریخت[۱]۔ و دَر روایتے ہر گاہ
دندانے می اُفتاد بجائے آں دیگری می روئید۔

وبیہقی در دلائل[۲] بابے مستقل عقد کردہ و گفتہ بَابُ اَخْتِیَارِہٖ صَلَّی
اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ الشِّعْرَ و حدیثے طویل آوردہ از جابر رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ
حاصل مضمون حدیث آنکہ مردے نزد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلّم آمد و گفت
یارسول اللہ پدر من می خواہد کہ مالم بگیرد حضرت فرمود پدر خود را پیش من بیار۔
چون پدر او آمد۔ حضرت فرمود پسر تو می گوید کہ تو مال او را مے گیری۔ عرض کرد
کہ بپرس یا رسول اللہ او را کہ مصرف مال او نیست مگر عمات و قرابات او۔ آیا
صرف نکنم آن را بر نفس خود و عیال خود۔ پس نازل شد جبریل علیہ السلام و
گفت یا رسول اللہ این شیخ در نفس خود شعرے گفتہ است کہ تا گوش او نرسیدہ
یعنی ہنوز از زبان بر نیامدہ۔ حضرت صلے اللہ علیہ وسلّم پرسید آیا گفتی در نفس
خود شعرے۔ شیخ گفت لَا یَزَالُ یَزِیْدُنَا اللّٰہُ تَعَالٰی بِكَ بَصِیْرَۃً وَّ یَقِیْنًا
یعنی ہمیشہ افزون کناد ما را اللہ تعالیٰ بتو بصیرت و یقین را۔ و ہفت عدد

[۱] دلائل النبوۃ جلد ۲ صفحہ ۱۶۴ و خصائص کبری جلد ۲ صفحہ ۱۶۶ ہر دو مطبوعہ حیدر آباد دکن۔
[۲] در نسخۂ دلائل بیہقی مطبوعہ دائرۃ المعارف حیدر آباد دکن تفحص نمودہ شد۔ اما این باب و
حدیث مذکور بنظر نیامدہ۔ آرے این روایت مع ہفت عدد ابیات در کتاب سیرۃ محمدیہ مؤلفہ
مولوی کرامت علی دہلوی مرحوم مطبوعہ بمبئی صفحہ ۴۲۰ منقول است و صرف ابیات در شرح حماسہ
تبریزی صفحہ ۳۵۴ مطبوعہ یورپ بمقام بن سنہ ۱۸۲۸ء ہم موجود است۔

ابیاتے کہ گفتہ بود بعرض رسانید اولش این است ؎

غَذَوْتُكَ مَوْلُوْدًا وَّعُلْتُكَ يَافِعًا ۔ تُعَلُّ بِمَا اَجْنِيْ عَلَيْكَ وَتَنْهَلُ

جابر رضی اللہ عنہ گوید فَبَكٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ اَخَذَ تَلْبِيْبَ اِبْنِهٖ وَقَالَ لَهٗ اِذْهَبْ فَاَنْتَ وَمَالُكَ لِاَبِيْكَ یعنی گریست حضرت صلی اللہ علیہ وسلّم از استماع ابیات۔ پس گرفت گریبان پسر را و فرمود برو۔ تو ومال تو پدر تراست"۔

مسئلہ تصرف پدر در مال پسر بقدر ضرورت بہمیں حدیث ثابت شدہ و در حدیث شریف آمدہ ذُكِرَ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الشِّعْرُ فَقَالَ هُوَ كَلَامٌ فَحَسَنُهٗ حَسَنٌ وَّقَبِيْحُهٗ قَبِيْحٌ ۔ (مشکوٰۃ صفحہ ۴۰۳)

و ابن سیرین گفت هَلِ الشِّعْرُ اِلَّا كَلَامٌ لَّا يُخَالِفُ سَائِرَ الْكَلَامِ اِلَّا فِي الْقَوَافِيْ فَحَسَنُهٗ حَسَنٌ وَّقَبِيْحُهٗ قَبِيْحٌ"۔

مقصد آنکہ شعر فی نفسہ مذموم نیست بلکہ حسن و قبح راجع می شود بمدلول و درین امر خود نظم و نثر مساوی است۔ ومعنی قبح آنست کہ مخالف شرع باشد مثل ہجو وشتم مسلمانے یا کذبے کہ موجب اضرار باشد نہ کذبے کہ محض برائے تحسینِ کلام آرند۔ چہ قصیدۂ بانت سعاد فراوان اغراقات دارد و متضمن تغزل با سُعاد وتشبیہ رضاب بہ شراب است ؎

تَجْلُوْ عَوَارِضَ ذِيْ ظَلْمٍ اِذَا ابْتَسَمَتْ ۔ كَاَنَّهٗ مُنْهَلٌ بِالرَّاحِ مَعْلُوْلُ[۱]

حضرت صلی اللہ علیہ وسلم این ہمہ را شنید و انکارے نفرمود[۲]

و ازین زیادہ تر آنکہ واصفِ حضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم در حدیث كَاَنَّ

---

[۱] شرح بانت سعاد لابن ہشام الانصاری صفحہ ۳۲ مطبوعہ یورپ ۱۸۷۱ء

[۲] کتاب الموشّی صفحہ ۱۰۵ مطبوعہ یورپ ۱۳۰۲ ہجری بمقام بریل

عُنُقَہ جِیدُ دُمیَۃٍ برای تصویر مدعا گردن مبارک را بہ گردن تمثال عاج تشبیہ دادہ و آن را مضایقہ ندانستہ۔

و قفال و صیدلانی کہ از اکابر علما اند گفتہ اند کہ کذب شعر کذب نیست زیراکہ قصد کاذب تحقیق قول خود است یعنی کذب را صدق وا می نماید و قصد شاعر محض تحسین کلام است"

از ینجا ثابت شد کہ تخیلات موزونان برای تزئین اشعار و تحلیۂ بنات افکار جائز باشد وَ لِلّٰہِ دَرُّ الْقَائِلِ ؎

هَجَتْ بَانَتْ سُعَادُ ذُنُوبَ کَعْبٍ وَ اَعْلٰی کَعْبَہٗ فِیْ کُلِّ نَادٍ

و حضرت صلے اللہ علیہ وسلّم گاہے مثل می زد بمصراعے و می فرمود راست ترین کلمہ کہ شاعر گفت کلمۂ لبید است ؎ اَلَا کُلُّ شَیْءٍ مَا خَلَا اللّٰہَ بَاطِلٌ و احیانا تمثل می فرمود باین مصراع ؎ وَ یَاْتِیْکَ بِالْاَخْبَارِ مَنْ لَّمْ تُزَوِّدِ

و ہر جا در کلام الٰہی و حدیث رسالت پناہی ذم شعر و شعرا واقع شدہ باتفاق ائمۂ دین در بارۂ ژاژ خایان مشرکین است۔

اما نفی تعلیم شعر از حضرت صلی اللہ علیہ وسلّم در کریمۂ[1] مَا عَلَّمْنٰہُ الشِّعْرَ وَ مَا یَنْبَغِیْ لَہٗ از برائی آنست کہ اگر حضرت صلے اللہ علیہ وسلّم فکر شعر شعار خود می ساخت پست فطرتان گمان می بردند کہ تکلم مبارک بہ آیات بینات از جہت سلیقۂ زبانی است نہ سفارتِ ربانی

واین نکتہ دلیلے است واضح بر براعتِ ایں صناعت

معہذا احیانا از ان مرتبۂ جامع صلے اللہ علیہ وسلّم کلام موزون سر برمی زد۔ از انجملہ است ؎

---

[1] سورۂ یٰس ۳۶۔ آیت ۶۹۔

أَنَا النَّبِيُّ لَا كَذِبْ　　أَنَا ابْنُ عَبْدِ الْمُطَّلِبْ

وگاہے اصلاح شعرے فرمود۔ سید محمد برزنجی مدنی رحمہ اللہ تعالیٰ در بعض
رسائل خود آوردہ کہ کعب بن زہیر در بیت

إِنَّ الرَّسُوْلَ لَنُوْرٌ يُّسْتَضَاءُ بِهٖ　　مُهَنَّدٌ مِّنْ سُيُوْفِ اللّٰهِ مَسْلُوْلٌ

سُیُوْفِ الْهِنْدِ گفتہ بود۔ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سُیُوْفِ اللّٰهِ ساخت۔

راقم الحروف گوید ظاہرا سبب اصلاح حضرت صلی اللہ علیہ وسلم آنست کہ لفظ
زائد در کلام واقع نشود چہ مہند تیغے را گویند کہ مصنوع از آہن ہند باشد قَالَ الْجَوْهَرِيُّ
الْمُهَنَّدُ السَّيْفُ الْمَطْبُوْعُ مِنْ حَدِيْدِ الْهِنْدِ

شبے در مدینہ منورہ عَلٰى مُنَوِّرِهَا الصَّلٰوةُ وَالتَّحِيَّةُ نکتۂ در فضیلت کلام
موزون بر ضمیر این فقیر وارد گردیدہ وآن اینست کہ بخاری روایت می کند اِنَّ
مِنَ الشِّعْرِ حِكْمَةً۔ بر ضمائر حکمت پناہان وطبائع دقت دستگاہان ہویداست کہ
بعضے از شعر یعنی شعرے کہ شرعا محمود باشد مندرج در مفہوم حکمت است زیرا کہ مفہوم
شعر اخص من وجہ از مفہوم حکمت است ومقصود ازین کلام بیان فضیلت شعر است
پس سزاوار آنست کہ مخبر عنہ واقع شود ومقدم در ذکر باشد وحق عبارت این کہ گفتہ
شود بَعْضُ الشِّعْرِ حِكْمَةٌ اما حضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرمود اِنَّ مِنَ الشِّعْرِ حِكْمَةً
تقدم لفظی را بر اصل خود گزاشت برای اہتمام شان شعر وافادۂ حصر واسلوب معنوی
را قلب کرد وحکمت را مخبر عنہ ساخت بجہت مبالغہ در مدح شعر یعنی ماہیت حکمت
بعضے از شعر است ولازم آمد کہ جمیع افراد حکمت بعضے از شعر باشد ومندرج دران
کہ اندراج ماہیت مستلزم اندراج جمیع افراد است وخبر حضرت صلی اللہ علیہ وسلم
از افادۂ حصر بتقدیم خبر وایراد کلام باسلوب تاکید چہ قدر بر مراتب مبالغہ افزود و

[1] شرح بانت سعاد لابن ہشام الانصاری صفحہ ۱۹۷ مطبوعہ یورپ ۱۸۷۱ء۔

ومدارج تفضیل شعر را تا کجا طے فرمود پس معنی کلام شریف چنین شد که ہر آینہ حکمت نیست مگر بعضے از شعر۔ لطف کلام صاحب جوامع الکلم را صلی اللہ علیہ وسلم باید دریافت که مبالغه به شعر مناسبت داشت۔ این مناسبت شعرے را در کلامے که برائے مدح شعر آورده رعایت نمود و دستاویزے براے جواز مبالغه و قتیکه مصلحتے شرعی مقتضی باشد افاده فرمود صلی اللہ علیہ وسلم۔

وطیبی شارح مشکوٰة دربیان قول حضرت صلی اللہ علیہ وسلم اِنَّ مِنَ الْبَیَانِ لَسِحْرًا مے گوید که من تبعیضیه است و مراد تشبیه بیان به سحر است و حق کلام این که گفته شود ان بعض البیان کالسحر حضرت صلی اللہ علیہ وسلم قلب کرد و خبر را مبتدا ساخت و اصل را فرع و فرع را اصل گردانید بجہت مبالغه۔

و ابن ماجه روایت می کند اَلْکَلِمَةُ الْحِکْمَةُ ضَالَّةُ الْمُؤْمِنِ حَیْثُمَا وَجَدَ هَا فهو احق بها یعنی کلمۂ حکمت گم شدۂ مومن است ہر جا که یابد آن را پس او سزاوار تر است به اخذ آن۔ و قید ہر جا یابد برای آنست که مے باید نظر این کس به مقول باشد نه به قائل چنانچه گفته اند اُنْظُرْ اِلٰی مَا قَالَ وَلَا تَنْظُرْ اِلٰی مَنْ قَالَ

و در کفایة الحاجه شرح سنن ابن ماجه گوید بعبارت عربی حاصلش اینکه کلمۂ حکمت ضالۂ مومن است یعنی مطلوب است او را در کمال مطلوبیت پس لائق بحال مومن اینست که بجوید کلمۂ حکمت را چنانکه می جوید کسے گم شدۂ خود را۔ این کلام بطریق ارشاد و تعلیم واقع شده نه بطریق اخبار چه بسا مومن که اصلا طلب ندارند یا بطریق اخبار واقع شده بحمل مومن بر فرد کامل انتہے و کلمۂ حکمت شامل باشد نثر و نظم را بجہت عموم لفظ۔ مؤید ثانی است اِنَّ مِنَ الشِّعْرِ حِکْمَةً۔ طرفه اینکه اطلاق کلمه بر قصیده ہم آمده۔ و در زمان قدیم شعر عرب ہمین قصیده بود۔ قَالَ الْجَوْهَرِیُّ اَلْکَلِمَةُ الْقَصِیْدَةُ بِطُوْلِهَا۔

اکنون باید دانست کہ در حدیث اِنَّ مِنَ الشِّعْرِ حِکْمَۃً اگر قطع نظر از مبالغہ کنند و اصل معنی اخذ نمایند یعنی بَعْضُ الشِّعْرِ حِکْمَۃٌ حاصل شود بانضمام او با حدیث ثانی شکل اول باین طریق بَعْضُ الشِّعْرِ کَلِمَۃُ حِکْمَۃٍ وَ اَلْکَلِمَۃُ الْحِکْمَۃُ ضَالَّۃُ الْمُؤْمِنِ فَبَعْضُ الشِّعْرِ ضَالَّۃُ الْمُؤْمِنِ ۔ لفظ کلمہ در صغری زیادہ کردہ شدہ زیرا کہ شعر حکمت قولی است و حجت قاطع است در اثبات نتیجہ آنچہ مسلم[1] روایت می کند کہ "گفت شرید صحابی رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ ردیف شدم رسول اللہ را صلی اللہ علیہ وسلم روزے فرمود آیا ہست با تو از شعر امیہ بن الصلت چیزے ۔ گفتم ہست ۔ فرمود بیار ۔ پس خواندم بیتے را کہ خوش آمد حضرت را صلّی اللہ علیہ وسلّم و فرمود زیارت کن تا آنکہ من خواندم صد بیت

و ازین حدیث مستفاد شد استحباب طلب شعر محمود کہ نتیجۂ شکل اول است و استحباب طلب زیادت و استحباب انشاء شعر ۔ و استحباب طلب از ہر جا کہ باشد چہ اُمیہ بن الصلت کافر بود ۔ و حضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم فرمود اٰمَنَ لِسَانُہٗ وَکَفَرَ قَلْبُہٗ در کتب سیر آمدہ کہ شعراء مدحت طراز حضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم صد و شصت و نہ از رجال و دوازدہ از نسا بودند و باستثناء کریمۂ اِلَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ[2] سر امتیاز بآسمان می سودند ۔ و ہمچنین بسیارے از کبراء امت و فصحاء ملت کنوز سربستۂ عرش را بمفاتیح زبانہا کشودہ اند و نفائس معانی را باسلوب شعر ادا نمودہ رَحِمَہُمُ اللّٰہُ تَعَالٰے ۔

و اول کسیکہ جواہر سخن را در رشتۂ نظم کشید و این تحفۂ موزون را از خزانۂ غیب بہ قلمروِ شہود رسانید آدم علیہ السّلام است چون **قابیل ہابیل** را شربت شہادت

---

[1] مسلم جلد ۲ صفحہ ۱۹۸ مطبوعہ مصر و تہذیب الاسماء صفحہ ۱۶۴ مطبوعہ یورپ ۔

[2] الشعراء ۲۶ ۔ آیت ۲۲۷ ۔

چشانید- مرثیۂ فرزند شہید در سلک نظم کشید از انست ؎

تَغَيَّرَتِ الْبِلَادُ وَمَنْ عَلَيْهَا　　وَوَجْهُ الْأَرْضِ مُغْبَرٌّ قَبِيحٌ
تَغَيَّرَ كُلُّ ذِي طَعْمٍ وَلَوْنٍ　　وَقَلَّ بَشَاشَةُ الْوَجْهِ الْمَلِيحِ
فَوَا أَسَفِي عَلَىٰ هَابِيلَ ابْنِيْ　　قَتِيلًا قَدْ تَضَمَّنَهُ الضَّرِيحُ

ابن اثیر و جم غفیر این ابیات را بآدم اسناد کرده اند و جمعے دیگر انکار نموده اند که انبیا عَلَيْهِمُ الصَّلوٰةُ وَالسَّلَامُ از گفتن شعر معصوم اند-

و در تفسیر معالم التنزیل[1] از ابن عباس روایت کرده که آدم علیہ السلام این مرثیہ را باسلوب نثر ادا نمود و بفرزندان وصیت فرمود که ہمیشہ متوارث شوند و برین مصیبت عظمی رقت نمایند- چون به یعرب بن قحطان رسید- از زبان سریانی بلسان عربی ترجمہ کرد و موزون گردانید-

امیر خسرو علیہ الرحمہ فرماید ؎

ما ہمہ در اصل شاعر زادہ ایم　　دل باین محنت نہ از خود دادہ ایم

و مرزا صائب گوید ؎

آنکہ اول شعر گفت آدم صفی اللہ بود　　طبع موزون حجت فرزندی آدم بود

اکثر مؤرخین آوردہ اند که اول کسیکہ شعر فارسی گفت بہرام گور است روزے بشکار رفتہ بود- شیرے را صید کرد و از غایت بشاشت این مصراع برزبانش گزشت ؎ منم آن پیل دمان و منم آن شیر یلہ

دلارام چنگی که محبوبۂ او بود وہر سخن که از بہرام سر بر می زد مناسب آن جواب بہم می رسانید- در مقابل گفت ؎ نام بہرام ترا و پدرت بوجبلہ[2]

---

[1] تفسیر المائدہ- ۵ آیت ۳۴ صفحہ ۲۸۰ جلد ا مطبوعہ بمبئی و معجم فی معابیر اشعار عجم صفحہ ۱۶۸ مطبوعہ بیروت-

[2] تذکرۂ دولت شاہ سمرقندی صفحہ ۲۹ مطبوعہ یورپ و معجم فی معابیر اشعار عجم صفحہ ۱۶۹-

وبعضے نوشتہ اند کہ در عہد عضد الدولہ دیلمی در کتابہ قصر شیرین کہ تا آن وقت سلامت بود۔ این بیت بزبان قدیم نوشتہ یافتند ؎

ہژبرا بگیہان انوشہ بزی | جہان را نگہبان ونوشہ بزی

ہژبر بضم ہا وکسر زای فارسی بمعنی خوب ونیکو وصاحب فرہنگ[1] سروری بفتح ہا گفتہ بروزن صفیر نوشتہ۔ وازینجا بوضوح می رسد کہ وجود شعر فارسی پیش از زمانِ اسلام ہم بود۔

صاحب تاریخ صبح صادق نقل می کند کہ اول کسیکہ بعد از بہرام گور در عہد اسلام شعر فارسی گفت عباس مروزی است۔ چون مامون خلیفہ بمرو رفت قصیدۂ درمدح او پرداخت وصلۂ جزیل یافت۔ مطلعش اینست ؎

اے رسانیدہ بدولت فرق خود تا فرقدین | گسترانیدہ بجود وفضل در عالم یدین

ابتداء خلافت مامون سنہ ثلث وتسعین ومائۃ (۱۹۳) بودہ است۔

وبعضے قلمی نمودہ اند کہ یعقوب بن لیث صفّار کہ در احدی وخمسین و مأتین (۲۵۱) استیلا یافتہ پسر او روز عید با اطفال جوزمی باخت ہفت جوز بہ گو افتاد و یکے بیرون ماند۔ پسر نومید شد۔ اتفاقاً جوز غلطیدہ بہ گو رسید از غایت سرور برزبان پسر گزشت ؎ غلطان غلطان ہمی رود تا لب گو[2]

این کلام بمذاق یعقوب خوش آمد و با فضلا درمیان آورد۔ بعد از خوض مصراعے از بحر ہزج یافتند ومصراعے وبیتے دیگر ضم ساختہ دوبیتی نام کردند و رفتہ رفتہ رباعی نام شد اما در شعراء عرب تا حال دوبیتی نام دارد۔

وبرخے آوردہ اند کہ ابتداءً شعر فارسی در اسلام ابوحفص سغدی گفت و

---

[1] فرہنگ رشیدی جلد ۲ صفحہ ۳۰۴ مطبوعہ کلکتہ ۱۸۷۲ء۔

[2] تذکرہ دولت شاہ صفحہ ۳۰ مطبوعہ یورپ۔

او در حدود سنہ ثلث مآتہ (۳۰۰) بودہ و شعرے کہ باو نسبت دہند اینست

آہوے کوہے در دشت چگونہ دودا   یار ندارد بے یار چگونہ رودا

بالجملہ تا حدود ثلث مآتہ (۳۰۰) ہجری شرذمہ قلیل اندک اندک شعر گفتہ بودند اما کسے بہ تدوین نپرداختہ تا در عہد سلاطین سامانیہ استاد رودکی ظہور کرد و دیوان شعر ترتیب داد و بمرور دہور پایہ سخن رسید بجائے کہ رسید

راسم اوراق درین صحیفہ جمعے از قافیہ سنجانِ متاخرین راکہ ابتداء ظہور یا انتہاء وجود ایشان بعد از ہزار (۱۰۰۰) ہجری است برصدر بیان مے نشاند و بعد ازان موزونان بلگرام را رونق این انجمن می گرداند تا عرصۂ سخن را دستگاہے بہم رسد و نظرِ تماشائیان را جولانگاہے پدید آید۔ و دیوان ہر صاحب سخن کہ بدست اُفتاد و بتقریب انتخاب آن استفادہ دست بہم داد اشعار می رود و جز غزل و رباعی قسم دیگر کمتر ثبت مے شود۔

اکنون بہ تحریر تراجم روشن طبعان می پردازم۔ و چراغانے ترتیب دادہ چشم یاران را گرم تماشا می سازم۔

(۱) سحابی۔ مولانا سحابی استرآبادی

سحاب گوہر پاش اسرار است۔ و آفتاب سرگرم افاضۂ انوار درارشاد حقائق و معارف بے نظیر اُفتادہ۔ و ارواح معانی را در چار عنصر رباعی بروجہ احسن جلوہ دادہ مدت سی سال بجاروب کشی آستان نجف اشرف سعادت جاودانی اندوخت و دران فرصت قدم از روضۂ علیہ بیرون نگزاشت۔ و از حطام دنیا بہ حصیرے و ابریقے قناعت کرد و ہم دران بقعۂ مبارک در حدود سنہ عشر و الف (۱۰۱۰) فنائے صوری را بافنائے معنوی ہم آغوش ساخت۔

صاحب تاریخ صبح صادق نقل مے کند کہ وقتے بکنار آبے رسید۔ خواست کہ بگزرد۔ پایش فرورفت۔ باخود گفت این معنی از تعلّق است و مرا بہ ہیچ چیز جز دیوان شعر خود تعلقے نیست دیوان را در آب انداخت و چون پیک صبا بر روے دریا خرامان بگزشت۔

ہفتاد ہزار رباعی گفتہ بود از انجملہ قریب بیست ہزار کہ در سفائن مردم مرقوم بود باقی ماند۔ وَمِنْ اَنْفَاسِہِ النَّفِیْسَۃِ ؎

باذات بہرصفت گرایند خوش است | نغمہ بہر آہنگ سرایند خوش است
از بہر خدا ہیچ عمل ضائع نیست | در خلد ز ہر در کہ در آیند خوش است

عالم چہ کنی و عالم آرائی را | ہمراز نگشتہ یار اسیرائی را
در خانہ اگر ہزار صورت باشد | درمان نکنند درد تنہائی را

بر خود در مدح و ذم نمے باید زد | بیرون از حد قدم نمے باید زد
عالم ہمہ آئینہ حسن ازلی است | مے باید دید دم نمے باید زد

آنانکہ باصل کار نیکو بینند | کار این سو برای آن سو بینند
زانگونہ کہ روی جامہ را خیاطان | این رو دوزند حسن آن رو بینند

(۲) فیضی و فیاضی شیخ ابوالفیض اکبرآبادی

طوطی ہند سخن گستری است۔ و ملک الشعراء درگاہ اکبری۔ در طبقۂ سلاطین تیموریہ ہند اول کسیکہ بخطاب ملک الشعرائی تحصیل مباہات نمود۔ غزالی مشہدی است کہ از پیشگاہ اکبر بادشاہ باین خطاب نامور گردید۔ و بعد رمیدن او از صحرائے فنا بمرغزار بقا شیخ فیضی باین لقب بلند آوازہ گشت و در عہد جہانگیر بادشاہ طالب آملی و در زمانِ صاحبقران شاہ جہان اَنَارَ اللّٰہُ بُرْھَانَہٗ ابو طالب

کلیم ہمدانی باین خطاب سکۂ تفاخر در آفاق زدند۔
وبر متتبعان اخبار موزونان روزگار ہویداست کہ از شعراء ولایت ایران وتوران کسانیکہ بمداحی سلاطین وامراء ہند پرداختہ دو قسم اند۔ قسم اوّل جمعے کہ از اوطان خود بگلگشت ہند شتافتہ اند۔ وصحبت ممدوحان دریافتہ مثل حکیم روحانی سمرقندی صاحب تاریخ صبح صادق گوید[۱] کہ سلطان شمس الدین ایلتمش والی دہلی در سنہ ثلث وعشرین وستمأتہ (۶۲۳) قصد رنتھنبھور کرد وگرفت پس بمندور رفت واستیلا یافت۔ حکیم روحانی سمرقندی در آن آوان از بخارا بخدمت او پیوست وقصیدہ بعرض رسانید وصلۂ جزیل یافت مطلعش این است ؎

خبر بہ اہل سما برد جبرئیل امین ‎ ‎ ‎ ‎ زفتحنامۂ سلطانِ عصر شمس الدین

ومثل بدر چاچی کہ در پایان عمر بہند خرامید ومشمول فراوان عنایت ورعایت سلطان محمد تغلق شاہ گردید وبہ فخر زمان مخاطب گشت۔ دیوانش بین الجمہور مشہور است۔ طور خاصے دارد وتشبیہ کنایت اکثر بکار می برد ومثل شیخ آذری اسفراینی کہ بعد تحصیل زیارت حرمین مکرمین شرفہما اللہ تعالی بسیر ہند شتافت وباسلطان محمد نبیرۂ رایات اعلی خضر خاں فرمانروائے دہلی برخورد واز انجا رو بدکّن آورد سلطان احمد شاہ بہمنی باعزاز واکرام پیش آمد۔ اتفاقاً سلطان دران ایام شہر بیدر بنیاد می کرد ودار الامارۃ درکمال شکوہ طرح انداخت شعراء پایۂ تخت کتابۂ عمارت بنظم آوردند۔ شیخ آذری ہم چند بیت موزون ساخت۔ از انجملہ است این دو بیت ؎

حبذا قصر مشید کہ ز فرطِ عظمت ‎ ‎ ‎ ‎ آسمان پایۂ از سدۂ این درگاہ است

---

[۱] تاریخ فرشتہ جلد اول صفحہ ۱۰۵ مطبوعہ بمبئی۔

آسمان ہم نتوان گفت کہ ترکِ ادب است   فقر سلطانِ جہان احمدِ بہمن شاہ است

سلطان در وجہ صلہ دوازدہ ہزار بستۂ قماش عنایت نمود شیخ گفت لا تحمل عطایاکم اِلاَّمَطَایَاکُمْ۔ سلطان بیست ہزار تنکہ دیگر وجہ کرایہ راہ رعایت فرمود شیخ با احمال و اثقال بخراسان عطف عنان نمود[1] و مثل شہیدی قمی کہ بعد فوت سلطان یعقوب بدیار ہند ہجرت برگزید و در دکن و گجرات زندگانی بسر برد۔ صاحب تاریخ فرشتہ گوید[2] کہ چون اسماعیل عادل شاہ در سنہ ست و ثلثین و تسعمائہ (۹۳۶) قلعہ بیدر مفتوح ساخت و خزائن را بکلید سخاوت برروئے خلائق باز کرد۔ مولانا شہیدی قمی کہ از کمال شہرت از تعریف مستغنی است در آن مدت از خطۂ گجرات آمدہ بود۔ و بواسطۂ سمت شاعری کمال تقرب نزد سلطان پیدا کرد۔ سلطان حکم فرمود کہ بخزانہ رفتہ آن قدر زر احمر کہ حملش مقدور باشد بردارد۔ چون مولانا از رنج سفر فی الجملہ ضعف و ناتوانی داشت بعرض رسانید کہ روزے کہ از گجرات متوجہ این درگاہ می شدم دوچندان این قوت داشتم چہ باشد کہ بعد از چند روز کہ آن توانائی عود نماید برین خدمت رُوح پرور سرافراز شوم۔ سلطان سخن پرور نکتہ گزار لب بہ تبسم شیرین کردہ گفت نشنیدۂ کہ آفتہاست در تاخیر و طالب را زیاں دارد۔ باید کہ دو دفعہ بخزانہ رفتہ آنچہ از دست برآید تقصیر نکنی۔ و وقت فرصت غنیمت شماری۔ چون این حکم عین مدعاے مولانا بود شگفتہ و خندان از مجلس برخاستہ دو کرت بخزانہ شتافت و ہمیانہاے بیست و پنج ہزار ہون طلا بیرون آورد۔ چون خازن این خبر بسمع بادشاہ رسانید۔ فرمود مولانا راست مے گفت کہ من قوت ندارم۔ و نزاکت این کلام برارباب ادراک واضح و روشن است

[1] تاریخ فرشتہ جلد اول صفحہ ۶۲۷ مطبوعہ بمبئی و تذکرۂ دولت شاہ صفحہ ۴۰۰ مطبوعہ یورپ۔
[2] تاریخ فرشتہ جلد دوم صفحہ ۴۳ مطبوعہ بمبئی۔

که هم جانب خوش طبعی منظور است وهم جانب همت. قسم ثانی - جمعے که قدم سعی باین دیار نفرسوده اند - و غائبانه تحفهٔ گرانمایهٔ مدح ارسال نموده - مثل[1] خواجه حافظ شیرازی قدس سره که بدرگاه سلطان غیاث الدین والی بنگاله غزلے فرستاد - این دو بیت ازان است ؎

شکر شکن شوند همه طوطیان هند — زین قند پارسی که به بنگاله مے رود

حافظ زشوق مجلس سلطان غیاث دین — غافل مشو که کار تو از ناله مے رود

ومثل عارف[2] جامی قدس سره که اورا با ملک التجار خواجه محمود گاوان امیر الامراء سلطان محمد شاه بهمنی والی دکن ارتباط خاص بود وارمغان مدائح ارسال می فرمود - ازانجمله قصیده ایست که یک بیتش این است ؎

هم جهان را خواجه وهم فقر را دیباجه آستی — سر الفقر است لیکن تحت استار الغنا

ودر خاتمهٔ غزلے می فرماید ؎

جامی اشعار دلاویز تو جنسی است لطیف — بودش از حسن ادا لطف معانی تارش

همرهٔ قافلهٔ هند روان کن که رسد — شرف مهر قبول از ملک التجارش

اما در عهد اکبر بادشاه عدد هر دو قسم بحد کثرت رسید - و بازار هر دو گروه بنهایت گرم گردید - طائفه اولی عیان اند - و مستغنی از اطالت بیان - و طائفهٔ ثانی را شیخ ابوالفضل در آئین اکبری بیان می کند و می گوید :-

"در آنانکه سعادت بار نیافتند و از دور دستها گیتی خداوند را ستایش گزار اند بس انبوه چون قاسم[1]
" گونابادی - ضمیری[2] سپاهانی - وحشی[3] بافقی - محتشم[4] کاشی - ملک[5] قمی - ظهوری[6] ترشیزی
" رشکی[7] همدانی - ولی[8] دشت بیاضی - نیکی[9] - نظیری[10] - صبری[11] اردستانی - فگاری[12]
" اسفرائنی - میر حضوری[13] قمی - قاضی نوری[14] سپاهانی - صافی[15] بمبی - طوفی[16] تبریزی" انتهی[3]

---

[1] ریاض السلاطین صفحه ۱۰۶ مطبوعه کلکته سنه ۱۸۹۰ء۔
[2] فرشته جلد اول صفحه ۶۹۴ مطبوعه بمبئی - [3] آئین اکبری جلد اول صفحه ۱۸۲ مطبوعه نولکشوری لکهنؤ سنه ۱۸۸۲ء۔

واز جملهٔ ثانی شیخ علی نقی کمره قصیدهٔ سی و پنج بیت در ستائیش شیخ فیضی پرداخته واز صفاهان بهند روان ساخته ازان است ؎

مرا فگند بر نظم امورم پرتو فیضی	ابوالفیض آن گزینِ اکبر و شیخ کبیرِ من
ظهیر قدوهٔ پیشینیان حتے ظهیر الدین	امیر زبدهٔ اهل زمان حتی امیرِ من
اگر هستم مجیر اندر سخن او هست خاقانی	وگر من مستجیرم آستانِ او مجیرِ من
کیم با او رسد در شاعری دعوائے همچشمی	که در این خانقاهم من مرید و او پیرِ من
زمین هند با قربِ درش نعم النعیم دل	هوائے خلد دور از حضرتش بئس المصیرِ من

شیخ فیضی را وقت سفارت برهان شاه والی احمدنگر با ملا ملک قمی و ملا ظهوری ترشیزی ملاقات واقع شد وصحبت کبری افتاد- بعد معاودت از جانبین ابواب محبت نامها مفتوح بود

ملا ظهوری نثر لطیفے در مدح شیخ فیضی بقلم آورده- حکیم عین الملک شیرازی مکتوبات شیخ جمع نموده و در خاتمهٔ مکتوبات- نثر مذکور مندرج ساخته-

مرزا صائب علیه الرحمه او را بخوبی یاد می کند و می فرماید ؎

این آن غزل که فیضی شیرین کلام گفت	در دیده ام خلیده و در دل نشستهٔ

احوال شیخ فیضی تفصیلا در فصل ثانی از دفتر اول پیرائیه بیان پوشیده اینجا آنچه مناسب منصب شاعری است سمت گذارش می یابد-

نامش ابوالفیض است- سالها فیضی تخلص کرد- آخر فیاضی قرار داد و اشعار باین معنی می نماید ؎

زین پیش که سکّه ام سخن بود	فیضی رقم نگین من بود
اکنون که شدم به عشق مرتاض	فیاضیم از محیط فیاض

پادشاه او را بنظم خمسه مامور ساخت- در مدت پنج ماه کتاب نلدمن چهار هزار

دوبیت بیت مقابل لیلی مجنون موزون ساخت و با اشرفیہا از نظر پادشاہ گزرانید۔ درجۂ استحسان یافت۔ حکم شُد کہ نسخۂ دیگر نوشتہ مصوّر سازند۔ و نقیب خان درحضور می خواندہ باشد۔ ازان کتاب است ؎

بانگِ قلمم درین شبِ تار　　بس معنی خفتہ کرد بیدار

و در برابر مخزن اسرار مرکز ادوار نقش بست و آن سواد را بعد وفات او شیخ ابو الفضل بہ بیاض رسانید

و در پہلوی شیرین خسرو۔ سلیمان بلقیس و در ازاءِ سکندر نامہ۔ اکبر نامہ و در تقابل ہفت پیکر ہفت کشور آغاز کرد اما باتمام نرسانید

از مقطعات اوست ؎

منم فیضی کہ در میدانِ معنی　　چو من چابک سوارے تیز تگ نیست
بجلد شعر من از پوست تا مغز　　ہجاے مردم ناپاک رگ نیست
بدان می ماند این پاکیزہ گفتار　　کہ در دیوانِ حافظ نام سگ نیست

شیخ محمد یحییٰ الہ آبادی در کتاب اعلام الانام گوید۔ صاحب قطعہ را این بیت بنظر نرسیدہ ؎

شنیدہ ام کہ سگان را قلادہ می بندی　　چرا بگردنِ حافظ نمی نہی رسنے

راقم الحروف گوید در بعضے نسخ دیوان خواجہ حافظ بجائے لفظ حافظ لفظ عاشق واقع شدہ و مقطع چنین است ؎

مزاج دہر تبہ شد درین بلا حافظ　　کجاست فکر حکیمے و راے برہمنے

از حسن اتفاقات اینکہ چیزے کہ شیخ فیضی مے خواست در دیوان فقیر آزاد موجود است و ازین لفظ مبراست۔

دیوان شیخ فیضی بنظر در آمد متضمن اصناف شعر است۔ بیتے چند از غزلیات

او فراگرفته شد ؎

نماند گریه شبِ وصل بیقراران را | سهیل طلعتِ آن ماه بُرد باران را
خبر برید شبِ عید پیرِ مصطبه را | که راست می کنم امشب قصهٔ رسی شب را
اگر سرے بکشم سوی بیخودی چه کنم | مرا ز همدمے خود ملال مے گیرد
شدیم خاک ولیکن ز بوی تربتِ ما | نوان شناخت کزین خاک مردمی خیزد
مژگان بپوش چون قدم از دیده میکنی | مردانِ ره برهنه نهادند پائے را
آنچه به فیضی نظرِ دوست کرد | مشکل اگر دشمنِ جانی کند

رباعی

برما چه زیان اگر صفِ اعدا زد | مشتے خاشاک لطمه بر دریا زد
ما تیغ برهنه ایم در دستِ قضا | شد کشته کسے که خویش را بر ما زد

(۳) انیسی شاملو یولقلی بیگ

نکته سنج یگانه است و انیس معانی بیگانه - از ایران دیار به سیر هند خرامید و مدتها در ظل عاطفت خانخانان آرمید - وفاتش در برهان پور در سنه ثلث عشر و الف (۱۰۱۳) واقع شد -

انیسی نظم قصهٔ محمود و ایاز شروع کرده بود - هادم اللذات قطع سخن کرد و آن نقش صورت اتمام نپذیرفت - از انست در وصف چشمه ؎

بحدے سرد کز بیمِ فسردن | نیارد عکس در وے غوطه خوردن
بریم ما غم تو هر نفس بخانهٔ خویش | چنانکه مرغ برد خس بآشیانهٔ خویش
یادگار از ما درین عالم بسیار ماند | رفت اگر آتش نشانِ دود بر دیوار ماند
خبرِ گل مرسانید به مرغانِ قفس | کس چرا مژدهٔ نوروز بزندان آرد

قاصد ادای نامه نتواند نه حرفِ شوق　　حیف از زبان که بالِ کبوتر نمی شود

(۴) نوعی ملا نوعی خبوشانی

نوع کلامش جنس عالی است - و رشحهٔ اقلامش بقیمت لآلی - مرزا صائب گل دعای بر تربت اومے افشاند و می فرماید ؎

این جوابِ مصرعِ نوعی که خاکش سبز باد　　سایهٔ ابر بهاری کشت را سیراب کرد

ابتداء حال از متوسلان شهزادهٔ دانیال ابن اکبر بادشاه بود چون او شنقار شد دامنِ دولت خانخانان گرفت و قصائد و ساقی نامه در مدح او پرداخت و بکرات و مرات جوائز گرانمند اندوخت - یک دفعه ده هزار روپیه نقد و خلعت فاخره و زنجیر فیل و اسپ عراقی صلهٔ شعر گرفت - ملا رسمی درین باب گوید ؎

ز نعمتِ تو به نوعے رسید آن مایه　　که یافت میر معزی ز دولتِ سنجر
ز گلبنِ املش صد چمن گلِ اُمید　　شگفت تا که بمدح تو شد زبان آور

در عهد اکبر بادشاه نوجوان هندوئے شب طوی خود را اکبرآباد از بازار مستقف میگذشت قضارا سقف فرود آمد - نوجوان بر خاک هلاک اُفتاد - عروس نامراد که در نهایت رعنائی و کمال خوش سیمائی بود بآئین خود قصد سوختن کرد - اکبر بادشاه در حضور خود طلبیده هر چند منع نمود - و امیدوار فراوان ناز و نعمت ساخت - زن بپائمردی همت از جان رفت و پروانه دار خود را بر آتش زد - ازینجاست که شعراء زبان هند در اشعار خود عشق از جانب زن بیان می کنند که زن هند و همین یک شوهر می کند - و او را سرمایهٔ زندگی می شمارد و بعد مردن شوهر خود را با مردهٔ شوهر می سوزد - امیر خسرو علیه الرحمه می گوید ؎

خسروا در عشق بازی کم ز هندو زن مباش　　کز برای مرده سوزد زنده جانِ خویش را

وازغرائب اتفاقات آنکه در قرآن مجید قصۂ عشق زن برمرد واقع شده یعنی قصۂ یوسف علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام۔

مُلّا نوعی حسب الامر شاہزادہ دانیال در واقعہ مذکور مثنوی سوز و گداز بنظم آورد۔ ازانست ؎

جمالِ نازرا پیرایہ نو کرد
عبارت را تبسم پیشہ و کرد

وازساقی نامۂ اوست ؎

بدہ ساقی آن ارغوانی نبید
کہ روز خرابان بپایان رسید

بگردان زرہ عمر برگشتہ را
چوشاہ نجف روز شب گشتہ را

وفات نوعی در برہان پور سنہ تسعۃ عشر والف (۱۰۱۹) اتفاق اُفتاد۔ دیوانش بمطالعہ درآمد و این ابیات حاصل شد ؎

زاں پیش کہ صُبح ازشبِ اُمید برآید
بکشا دہنِ شیشہ کہ خورشید برآید

دست فرسودِ تمنا دلِ شیدائی نیست
این گل طور بود لالۂ صحرائی نیست

بادہ می خواہم بہ سیرِ ماہتابم کار نیست
ہیچ ماہِ چاردہ چون ساغرِ سرشار نیست

شراب و مطرب و دلدار در مقابلہ بود
میانِ دیدہ و دیدار شرم فاصلہ بود

ما بے سواد علم معاشِ زمانہ ایم
مفلس شریک مایۂ این کارخانہ ایم

ما عاشق و جز خانہ خرابی فنِ ما نیست
خصم است بخود ہر کہ بجان دشمن ما نیست

بکروز صبا بوی گلے برد بہ یعقوب
بگریست کہ این نکہتِ پیراہنِ ما نیست

نسیم مصر بجاروب گل در ماتمم رُفت
اگر غلط نکنم بوے یار مے آید

سبوی بادہ سلامت کہ زینت دوش است
سرے کہ مائیہ درد است گو بدوش مباد

تو روی آئینہ و ما قفائے آئینہ ایم
چنانکہ از تو بد از ما نکو نمے آید

چو جام بادہ مسخر شود بدعوت صبح
چہ لازم است کہ تسخیر آفتاب کنند

هر ذره زا جزای جہان تابعِ رنگے است　　　　در بادہ گرت خصم نمک ریخت شکر گیر

(۵) نظیری - مولانا نظیری نیشاپوری

سخن سر سبزش نظیر فیروزۂ نیشاپور است ازانش نظیری خوانند- و دیوان رنگینش رشکِ نگار خانۂ فغفور است ازانش بے نظیر دانند-

مرزا صائب گوید ؎

صائب چہ خیال است شود ہمچو نظیری　　　　عرفی بہ نظیری نرسانید سخن را

وظاہر است کہ ترجیح دادن مرزا **نظیری** را بر **عرفی** و برخود مطلق نخواہد بود کہ عرفی در قصائد چرب است و مرزا در غزل خود می فرماید ؎

بلبلِ خوشنوائے نیشاپور　　　　خجل از طبع بے نظیرمن است

مولانا **نظیری** فیروزہ وار از نیشاپور برآمدہ درہندوستان بہ یمن جوہر شناسی **خانخانان** نامے برآورد و قصائد غرا در مدحتِ **خانخانان** بر صفحۂ روزگار ثبت نمود- وصلات گرانمایہ اندوخت- بعد چندے بدلالت خضر توفیق احرام حرمین محترمین بربست و بعد احراز این سعادت کبری رخت عود بہ **ہندوستان** کشید- و در **گجرات- احمد آباد** رنگ توطن ریخت-

وقتے جہانگیر پادشاہ کتابۂ عمارتے امر فرمود- مولانا غزلے گفتہ بعرض رسانید کہ مطلعش این است ؎

این خاک درت صندلِ سر گشتہ سران را　　　　با دامنۂ جاروب رہت تاجوران را

پادشاہ در جائزہ قریب سہ ہزار بیگہ زمین انعام فرمود-

شیخ محمد مندوی متخلص **بغوثی** در کتاب **گلزار ابرار** مے گوید:-

" مولانا نظیری نیشاپوری حاجی الحرمین درویش طبیعت صوفی سیرت- مہذب الاخلاق بود

« در آخر روزگار زندگانی عنان نظم تراشی بصوب طرز گفتار صوفیان وحدت گزار منعطف
« ساخته. نخست سواد عبارت عربی از مصاحبت نگارندهٔ گلزار ابرار روشن ساخت سپس
« دوازده سال که تتمۂ عمر او بود در احمد آباد اقامت گزیده علوم دینی تحصیل کرد و تصحیح تفسیر و
« حدیث از خدمت مولانا حسین جوہری وارہ نمود و در ہزار و بیست و سہ (۱۰۲۳) بعالم
« قدس خرامید انتہٰی۔

قبرش در تاج پورۂ احمد آباد واقع شده و بر قبرش گنبدے تعمیر کرده اند این چند بیت از دیوانش انتخاب اُفتاد ؎

جز نام صنم نقش مکن لوح جبین را | تا چپ نکنی راست نخوانند نگین را
بے عشق عقل راہنمے در دماغ نیست | بد سوزد آن فتیلہ کہ از شعلہ داغ نیست
شرم می آید ز قاصد طفلِ محجوب را | بر سرِ راہش بنید از ید مکتوب مرا
مبین بعیب و قبولم کہ در پناہِ توام | اگر بدم و جہانم کہ نیک خواہ توام
و گر خدا بر د ای دل سرِ کجا داری | کہ یکدو روز شد آتش بزیر پا داری
جرم من است پیش تو گر قدر من کم است | خود کرده ام پسند خریدار خویش را
می گریم و از گریہ چو طفلم خبرے نیست | در دل ہوسے ہست ندانم کہ کدام است
بہ مہربانی او اعتماد نتوان کرد | کہ تازہ عاشقم و خاطرش بمن صاف است
این رسمہائے تازہ ز حرمانِ عہد ماست | عنقا بروزگار کسے نامہ بر نشد
توان ز نامۂ من یافت اشتیاق مرا | عبارِ شوق باندازۂ سخن باشد
بہ بیع عشوہ برم جان کہ مستِ نازم را | اہانت است کہ خود بر سرِ متاع آید
دولتے بود کہ مردیم بہنگام وداع | آن قدر زندہ نماندیم کہ محمل ببرد
یک توجہ از تو در کار است و صد عالم مراد | غم ندارم گر اجابت با دعا دشمن شود
تو کار خود بہ غمزۂ معشوق واگزار | بیطاقتی مکن کہ نکویان نکو کنند

مسافرانِ چمن نارسیده در کوچ اند　　شگوفه می رود و شاخ بار می آرد

کمر و خدمتت عمریست می بندم چه شد قدرم　　برہمن می شدم گر این قدر زُنّار می بستم

بوی یار من ازین سست وفا می آید　　گلم از دست بگیرید که از کار شدم

نازم باین شرف که غلام محبتم　　لافِ نسب ز نسبتِ آدم نمی زنم

(۶) سنجر میر سنجر خلف میر حیدر معمّائی کاشی

سخنش ہموار است و گہرش آبدار۔ دیوانش بنظر امعان در آمد۔ غزل و قصیده و مثنوی یک رُتبه دارد۔

در سلک ملازمان اکبر بادشاه انتظام داشت و قصائد فراوان در شناطرازی بادشاه و شاہزاده ہا و امراء اکبری بنظم آورده و با میرزا جانی والی تتہ نیز مربوط بود و زبان بمداحی میرزا جانی و میرزا غازی ترخانی کشود۔

در اواخر عہد اکبری جانب بیجاپور حرکت کرد۔ و در ظل عنایت ابراہیم عادل شاه قرار گرفت۔ عادل شاه در ملازمت نخستین خلعت ملبوس خاص و انگشتر زمرد بیش بہا عطا فرمود۔ و شکسته حالی او را بموسیائی لطف و احسان مداوا نمود۔

میر در اشعار خود شکایت بسیار از دست روزگار دارد۔ و در زمرهٔ ممدوحان خود از ابراہیم عادل شاه اظہار رضا می کند و در مدح او می گوید ؎

دو شاه شاعر پرور بلند نام شدند　　نخست والیِ غزنین دوم خدیو دکن

رسد بعہد تو شاعر به پایهٔ ملکی　　زہے نوازش شاه و زہے ظہور سخن

اشاره بملا ملک قمی و ملا ظہوری ترشیزی ہر دو شاعر مشہور پای تخت ابراہیمی

در ایام اقامت بیجاپور فرمان طلب شاه عباس ماضی با خلعت فاخره بنام او صدور یافت اما پیش از وصول فرمان۔ منشور اجل نامزد گردید و این صورت

درسنه احدی وعشرین والف (۱۰۲۱) رو داد - مصرع "افگند بادشاه سخن چتر سنجری"
تاریخ است - مؤرخ دو عدد زائد را به حُسن تعمیه افگند - ۱۰۲۳ / ۲ / ۱۰۲۱

این چند بیت از غزلیات سنجر به انتخاب در آمده

شہر حسن است بہر جانب بازار مرا   تو نخواہی دگرے ہست خریدار مرا

نه تابِ دیدن و نے طاقتِ شکیبائی است   تو چون نقاب کشی رحم بر تماشائی است

محققان که ز دریای علم در جوش اند   چو کوه تا نکنی شان سوال خاموش اند

آتشِ خرمنِ منی شبنمِ کشتِ دیگران   دوزخِ من چرا شدی ای تو بہشتِ دیگران

ای بختِ صبحِ عشرت تا کے بخواب بینی   بردار سر ز بالین تا آفتاب بینی

راہے نبرد گوش به رازِ نہانِ ما   در قفلِ دل شکست کلیدِ زبانِ ما

ناخوانده گرچه آمده ام زود می روم   طبعِ ترا زیاده مکدر نمی کنم

الماس بدل پاشم و منت کشم از خود   من لذتِ این زخم بسوزن نه پسندم

اگر از دامنِ محمل کشیدم دستِ بیتابی   به پای ناقه اُفتادم به گردِ ساربان گشتم

ماعجز دشمنیم حریفان زبون طلب   ای خونِ ما به گردنِ طبعِ غیورِ ما

ای غمِ ہجر بیش ازین جائے تو نیست در دلم   یا بگذر ازین سرا یا بنما قباله را

امشب ای ہمسایه و مہمان من از خود رفته ام   گر کسے احوال من پرسد بگو در خانه نیست

مہر آمد به تماشای تو با تیغ و ترنج   گو بیا گر ہوسِ دست بریدن دارد

مرا که سینه زمینِ نمک فروشان است   دماغ سوزی مرہم به داغ من غلط است

نیست او را سرِ آزادی این مرغ اسیر   ورنه صد مرتبه گرداند بگردِ سرِ خویش

این زمان بے نسبتم سنجر وگرنه پیش ازین   دستِ من در زلفِ او گستاخ تر از شانه بود

(۷) زمانی - مُلّا زمانی یزدی

علتِ این تخلص آنست که مذهب تناسخ داشت - و خود را شیخ نظامی گنجوی پنداشت و این خام خیال را در عالم تال می آرد - که ؎

از یزد بر آمدم چو خورشید	در گنجه فرو شدم پے دید
هر چند فرو رود بر آید	هر کس که چو مهر بر سر آید

و آو دیوان لسان الغیب را غزل بغزل جواب گفت - و دم بهم صفیری بلبل شیراز زد و دیوان خود را نزد شاه عباس ماضی برد و عرض کرد که دیوان خواجه را جواب گفته ام - شاه فرمود خدا را چه جواب خواهی گفت - کلیات او ده هزار بیت است مؤلف صبح صادق سال وفات او در سنه احدی و عشرین والف (۱۰۲۱) نوشته و ناظم تبریزی در تذکرۂ خود گوید" وفات او در سنه هزار و هفده (۱۰۱۷) واقع شد" غنچۂ تاملش باین رنگ می شگفد ؎

باین فسانه مگر عمر ما دراز کنید	حکایت از قدِ آن یارِ دلنواز کنید
که آخرین نفسش عذر خواهی سنگ است	هلاک شیشۂ در خون نشستۂ خویشم
وگرنه سوسنِ آزاد در فسانۂ تست	زبانِ حال خموشان کسے نمی داند

(۸) شانی - شانی تکلو

در سخنوری شانے بلند دارد - و مکانے ارجمند - مولانا فصیحی هروی در مدح او قطعۂ طویل الذیلے می پردازد - و در عنوانِ آن می طرازد ؎

زمین ببوس اگر آسمان دهد دستور	صبا بکوی دل آشفتگانِ عشق گذر
که ای ضمیر تو چون چشم عقل سایۂ نور	بگو مردمکِ دیدۂ هنر شانی

توآن مسیح مقالی که ملک معنی راست | بیاض جبههٔ کلکت توصبحگاهِ نشور
واو از شاطرازانِ پایهٔ سریر شاه عباس ماضی است۔ وبنظر التفات شاه اختصاص داشت۔ ودر صلهٔ این بیت ؎
اگر دشمن کشد ساغر و گر دوست | بطاقِ ابروی مستانهٔ اوست
شاه اورا بزر کشید و مبلغ ہم سنگ عنایت کرد۔
ثانی در اواخر زندگانی در مشہد مقدس گوشۂ انزوا برگزید۔ واز سرکار شاہی بوظیفہ بیست تومان موظف گردید۔ فوتش در سنہ ثلث وعشرین والف (۱۰۲۳) واقع شد "پادشاہ سخن" تاریخ است۔
چراغ فکرش چنین پرتو می دہد ؎
چہ خوش است با دو زلفت سرِ شکوہ باز کردن | گلہ ہائے روز ہجران بشب دراز کردن
لذت آزار گر این است پیکان ترا | ہیچ اجرے نیست در محشر شہیدانِ ترا
ہر قاصدِ آہے کہ بسوی تو فرستم | ہمچون نفسِ بازپسین باز نیامد
چون مرغ گرفتار بہ اُمید رہائی | ہر چند کہ پر زد از کنم در قفس اُفتم
نیست ممکن کہ گریزیم زغزالانِ خیال | ورنہ مجنونِ تو تنہا تر ازین می بایست

(۹) شکیبی۔ محمد رضا بن خواجہ عبد اللہ صفاہانی؛

از نژاد خواجہ عبد اللہ امامی است کہ عارف جامی در نفحات الانس بہ تحریر احوالش پرداختہ۔ واو فرزند خواجہ امین الدین حسن باشد کہ حضرت لسان الغیب اورا یاد می کند و می فرماید ؎
بر ندی شہرہ شد حافظ میان چندین ورع لیکن | چہ غم دارم کہ در عالم امین الدین حسن دارم
شکیبی در سنہ اربع وستین وتسعمائہ (۹۶۴) متولد شد برخے علوم در شیراز دلختے

درصفاہان تحصیل کرد۔ و بہ ارادۂ سیر ہند درکشتی نشستہ خود را بہ ساحل بندر چیول کشید۔ و ازانجا بہ قصدِ ادراک خانخانان کہ دران ایام در گجرات بود۔ عازم گجرات شد۔ اتفاقاً خانخانان دران فرصت بہ آگرہ رفتہ بود۔ شکیبی از گجرات بہ آگرہ شتافت۔ و خانخانان را دریافت۔ و با او سیر سندھ و دکن کرد۔ در سنہ ست و الف (۱۰۰۶) از خانخانان جدائی ورزید۔ و در سرونج از توابع مالوا رسیدہ بیماری صعب کشید۔ و نذر کرد اگر شفا حاصل شود خود را بزیارت حرمین شریفین رساند۔ از برکات این نیت شفا دست بہم داد۔ و در سنہ اثنا عشر و الف (۱۰۱۲) کمر ایفاء نذر محکم بربست۔ و این سعادت عظمی را حاصل نمود۔ و بعد ۳ سال از راہ بندر سورت برگشت۔ و در برہان پور با خانخانان برخورد و در سنہ ثمانیہ عشر و الف (۱۰۱۸) التماس گوشہ نشینی کرد خانخانان برای او سیورغالے و صدارت دہلی از درگاہ جہانگیری برگرفت۔ و باین تقریب در دار الخلافہ دہلی بدل جمعی فروکش کرد۔ تا آنکہ در سنہ ثلث و عشرین و الف (۱۰۲۳) محل سفر بعالم دیگر بربست شاعر خوش طبیعت صاف فکر است۔ ساقی نامہ برای خانخانان در سلک نظم کشید۔ و بصلہ دہ ہزار روپیہ جیب و دامن آرزو پُر کرد۔ ازان است ؎

بیا ساقی آن آب حیوان بدہ ‏ ‏ ‏ زسر چشمۂ خان خانان بدہ
سکندر طلب کرد لیکن نیافت ‏ ‏ ‏ کہ در ہند بود او بظلمت شتافت

ای خدا جنسِ مرا از غیب بازارے بدہ ‏ ‏ ‏ می فروشم دل بدیدارے خریدارے بدہ
شکستہ دل نشویم ار ترا سرِ جنگ است ‏ ‏ ‏ کہ آبگینۂ ما ہم طبیعتِ سنگ است
تو غنچۂ سحر و من چراغ صبحدمم ‏ ‏ ‏ تو خندہ برلب و من جان در آستین دارم
پروانہ نیک رفت کہ در پیش شمع سوخت ‏ ‏ ‏ آگہ نشد کہ سوختنِ غائبانہ چیست

رباعی

نردیست جہاں کہ بردنش باختن است ‏ ‏ ‏ نرّادیِ او بشش دو کم ساختن است

دنیا بمثالِ کعبتینِ نرد است بر داشتنش برای انداختن است

(۱۰) رضی - آقا رضی اصفهانی

اُستادِ فن و نقادِ سخن بود - سیر ہندوستان کرد و برگشت و در سنہ اربع وعشرین والف (۱۰۲۴) جادۂ فنا پیمود "آہ از رضی" تاریخ است -

نقش سخن باین آئین می بندد ؎

نہ ہر کہ چہرہ برافروخت از غم آزاد است کہ سرخروی گل از طپانچۂ باد است

در فراقِ تو چنان است تنِ بے جانم کہ چو فانوس بہ تحریکِ نفس می گردد

نخواہم زیست چندانیکہ باز آرد پیامش را وصیت نامۂ بر بالِ مرغِ نامہ بر بستم

(۱۱) ملک - ملا ملک قمی

مشہور سخن سرایان است - و معروف نکتہ پیرایان - مرزا صائب سخن او را مکرر تضمین می کند و در مقطعے می گوید ؎

این جواب آن غزل صائب کہ می گوید ملک چشم بینش باز کن تا ہر چہ خواہی بنگری

در صغر سن بہ مشق شاعری اُفتاد - واز قم بہ کاشان آمد و ایامے در اینجا انجمن سخن گرم داشت - آخر متوجہ قزوین شد - و قریب بچہار سال در مصاحبت موزونان و مستعدانِ آن مقام گزرانید -

و در رمضان سنہ سبع و ثمانین و تسعمأتہ (۹۸۷) از قزوین برآمدہ سرے بدیارِ دکن کشید - واز مرتضی نظام شاہ دیوانہ والی احمد نگر و بعد او از برہان شاہ اکرام و انعام فراوان یافت -

و در بیجاپور دامن دولت ابراہیم عادل شاہ والی آنجا گرفتہ - از

مقربان بساط عزت گشت - وثمرہا از نہال برومند دولتش برچید - وچون جوہر قابلیت ملا ظہوری مشاہدہ کرد فریفتہ گردید - ودختر خود را درحبالہ نکاح او درآورد -

صاحب تاریخ عالم آرای عباسی گوید :-

"مولانا ملک قمی باتفاق مولانا ظہوری ترشیزی کتاب نورس را کہ نہ ہزار بیت است"

"بنام عادل شاہ تمام کردہ نہ ہزار ہون بالمناصفہ صلہ یافتند"

شیخ **فیضی** وقتیکہ از درگاہ اکبری بہ سفارت برہان شاہ والی احمد نگر مامور شد - درعریضۂ خود[1] از احمد نگر بہ اکبر پادشاہ می نویسد کہ :-

"دراحمد نگر دو شاعر خاکی نہاد - صافی مشرب اند - ودر شعر رتبۂ عالی دارند یکے ملا"

"ملک قمی کہ بکس کمتر اختلاط می کند - وہمیشہ مزۂ نزے دارد - دیگر ملا ظہوری کہ بغایت"

"رنگین کلام است - ودر مکارم اخلاق تمام - عزیمت آستان بوس دارد"

ناظم تبریزی گوید :-

"درسنہ ہزار وبست وچہار ملا ملک فوت شد وملا ظہوری یک سال بعد ازو"

و**ابوطالب کلیم** گوید :-

ملک آن پادشاہ ملک معنی — کہ نامش سکۂ نقد سخن بود
چنان آفاق گیر از ملک معنی — کہ حد ملکش از قم تا دکن بود
سوی گلزار جنت رفت آخر — کہ دلگیر از ہوائے این چمن بود
بجستم سال تاریخش ز ایام — بگفتا - او سر اہل سخن بود

اما این تاریخ از روایت ناظم تبریزی یک عدد زیادہ دارد -

بیش ازین کلیات ضخیمے از ملا ملک دیدہ بودم - در وقت تحریر دیوان غزل

---

[1] اس عرضی کو مولانا محمد حسین آزاد مرحوم نے دربار اکبری میں صفحہ ۲۹۷ سے لغایت ۷۱۴ نقل کیا ہے دیکھو دربار اکبری مطبوعہ لاہور رفاہ عام سٹیم پریس سنہ ۱۸۹۸ء +

مختصرے ازو بنظر در آمد- خوش لفظ است - اما معانی تازہ کم دارد- وتشبیہ کہ رکن رکین فصاحت است در کلام او بسیار کم واقع شدہ- واشعار چیدۂ او ازین قبیل است کہ بہ تحریر می آید ؎

دلم ز داغِ غمت صد ہزار جا ریش است | کسی کہ دوست بود با تو دشمن خویش است
ازین مرنج کہ بیداد کارِ محبوب است | اگر وفا نہ نماید ستیزہ ہم خوب است
اگرچہ مجلسِ مستان تہی ز غوغا نیست | ولیک صحبت شان خالی از تماشا نیست
مدہ رخصت کہ ریزد خونِ مردم چشم فتانت | کہ ترسم در صفِ محشر رسد دستے بدامانت
اگر با مدّعی عہدِ وفا بستی نمی رنجم | کہ می دانم ندارد اعتبارے عہد و پیمانت
بروز حشر شہیدان چو خون بہا طلبند | تبسّمے کن و خاموش کن زبانِ ہمہ
باحتیاط میِ عافیت بہ ساغر ریز | کہ سنگِ تفرقہ خصم پیالہ داران است
پیام سست عہدان داشت سقمے | کہ قاصد دست بر نبضِ خبر داشت
صلح کردیم من و غیر- درین بود صلاح | زانکہ جنگِ من و او- باعثِ رسوائی تست
مرغِ شب کور کہ در سایۂ پروانہ گداخت | بہتر آنست کہ تقلید سمندر نکند
صد ستم دیدی ملک یکبار سر کن شکوۂ | نیستی شرمندۂ لطفے زبانت لال چیست

رباعی

عاشق بہوس گر سر و کارے می داشت | جا در حرم چون تو نگارے می داشت
ای کاش ملک بو الہوسی می آموخت | تا در نظرِ تو اعتبارے می داشت

(۱۴) ظہوری- مُلّا ظہوری ترشیزی

ظہور دولت سخن در عہد او بمعارج علیا رسیدہ و نہال کلامِ موزون از زمینِ تربیت او سر بہ طارم اخضر کشیدہ-

مرزا صائب اورا باادب یاد می کند و می گوید ؎

صائب نداشتیم سروبرگ این غزل — این فیض از کلام ظهوری بما رسید

ظهوری درین زمین دو غزل دارد- بیتے ازان فقیر را خوش آمد ؎

باخنجر کشیده تغافل رسانده بود — خودرا به پیش من که نگاه از قفا رسید

ساقی نامۂ ظهوری عجب صفائی و نمکینی دارد- و به نازک ادائیها دل از دست می برد- کتابۂ[1] این میخانه بنام برهان شاه والی احمدنگر است-

نثر مُلّا هم طرز خاص دارد- امّا غزلش باین رُتبه نیست- بعد از تحصیل حیثیات محمل سیاحت بربست- و به سیر عراق و فارس پرداخته عازم گلگشتِ دکن گشت و از خوانِ احسانِ ابراهیم عادل شاه فراوان نعمت اندوخت- و کام و زبان را بمدائح او شیرین ساخت-

مُلّا ملک قمی اورا بزیور کمالات محلّی دیده طرح اُلفت ریخت- و صبیۂ خود را در عقد ازدواج مولانا کشید-

و این هردو سخن آفرین دماغ اتحاد نوعی رسانیدند که تالیفها بمشارکت فکر به تحریر آوردند- چنانچه مُلّا ظهوری در دیباچه "خوان خلیل" می طرازد که "ظهوری قبل ازین در پیرایش "گلزار ابراهیم" و اکنون در گستردن "خوان خلیل" سهیم عدیل ملک الکلام است"

وفات مُلّا ظهوری در دکن سنه خمس و عشرین و الف (۱۰۲۵) واقع شد-

سی سال پیش ازین کلیات سبر ضخامتے ازو بنظر رسید- و درین وقت دیوان غزل بدست آمد و بیتے چند انتخاب اُفتاد ؎

شب از مژگانِ تر رُفتم غبارِ آستانش را — پشیمانم که کارے یاد دادم پاسبانش را

[1] مراد از کتابه درینجا ڈیڈی کیشن است-

تغافل پیشۂ صید افگنِ این سرزمین باشد — که دائم بہرِ تقریبِ نگاہے در کمین باشد

نیفتادم چنان کز کوششِ افلاک برخیزم — مگر گرد تو گردد گردِ من کز خاک برخیزم

ہمچنان طفل مزاجیم اگر پیر شدیم — کوچہ گردی است بجا گرچہ زمینگیر شدیم

ازین چہ باک کہ رسمِ وفا نمی دانی — بلاست اینکہ طریقِ جفا نمی دانی

مدارِ خویش منہ جملہ بر نمے دانم — گذشت کار ز طفلی چرا نمی دانی

سعادت است بہ عشقِ تو ہر نفس مردن — وکیلِ خضر منم عمرِ جاودان نذر است

تصرفِ عجبے کرد در مزاجش غیر — عجیب نیست کہ غیرت مزاج گو[1] شدہ است

نیاز مود کہ زورِ غرور تا چند است — اگر حریف ضرور است عجز ما اینجاست

کہ دیدہ است این چنین صیاد قدرت آن مروت — کہ زخمِ فربہ از نخچیرِ لاغر بر نگرداند

خصم گو صبر مرا عجز تصور مکن — نبستم مرد عداوت بمحبت سوگند

بجلدی چون نگاہے تیز بینان قاصدے خواہم — نشستن بر سرِ راہِ صبا از من نمی آید

بہ تمکین گاہِ عرضِ حال کوہِ آہنی بودم — چہ دانستم حیا در رعشۂ سیماب کم اندازد

خموشی نفعہا دارد سخن پرداز می داند — نخستین اینکہ ساکت ہیچگہ ملزم نمی گردد

اگرچہ یادم از رخصتِ نشستن نیست — ہمین بس است کہ بر خاطرش گذر دارد

ز حد بُرد است چشمِ اشکبارم فرعِ غلطانی — نمی دانم شکیبم از سفر کے باز می آید

سعی فرمائے کہ سیماب شوی از تفِ شوق — کہ اگر کشتہ شوی قدر تو افزون گردد

بُردباران کوہ را از کاہ کمتر می نہند — ناتوانان اند لیکن در سخن برداشتن

ذوقی است پادشاہے اقلیمِ دوستی — خواہم کہ یک دو روز تو باشی بجای من

تیغِ تو نمی داشت اگر آبِ مُروّت — خونِ چو منے را کہ رساندے بہ بہائے

فلک گویا تلاشِ منصبِ مشاطگی دارد — وگرنہ چیست از خورشید و مہ آئینہ گردانی

---

[1] مزاج گو۔ کسے کہ موافقِ مزاج کسے سخن گوید (فرہنگ رشیدی جلد دوم صفحہ ۲۲۳ مطبوعہ کلکتہ ۱۸۷۲ء)۔

کدام جور بنو از لطف دلنشین تر نیست　　　چہ احتیاج کہ تشویش انتخاب کشی

شیخ فیضی در عریضۂ خود[۱] از احمد نگر بہ اکبر پادشاہ بر می نگارد کہ :-

"مولانا ظہوری نقل کرد کہ روزے در باغ یکے از شرفاء مکہ معظّمہ مجمعے بود - اقسام
"مردم بر کنار حوض نشستہ صحبتے مے داشتند - بہ تقریبے یکے از اہالی ماوراء النہر گفت"
"کہ فردا چہار یار بر چہار گوشۂ حوض کوثر نشستہ آب بمومنان خواہند داد محمود صباغ"
"نیشاپوری برخاستہ گفت - نامعقول مگوئید حوض کوثر مدوّر است وساقیش علی مرتضی"
"دگر ہیچ نیست"-

راقم الحروف گوید چون تقریب حوض کوثر درمیان آمد - رشحۂ فائدہ از سحاب قلم می تراود کہ حوض کوثر مربع است - شیخ جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ تعالی در کتاب "البدور السافرہ" می آرد اَخْرَجَ اَحْمَدُ وَالْبَزَّارُ عَنْ جَابِرٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَنَا عَلَی الْحَوْضِ اَنْظُرُ مَنْ یَّرِدُ عَلَیَّ وَالْحَوْضُ مَسِیْرَۃُ شَھْرٍ وَزَوَایَاہُ عَلَی السَّوِیَّۃِ یَعْنِیْ عَرْضُہٗ مِثْلُ طُوْلِہٖ۔

(۱۳) زکی ہمدانی

زکی الخلق ذکی الطبع بود - وگوئے غزل گوئی از اقران می ربود - قوت مدرکہ بلند داشت - و با مُلّا شکوہی در خدمت میرزا ابراہیم ہمدانی درس می خواند - میرزا طاہر نصیر آبادی انتقال او در سنہ ثلثین و الف (۱۰۳۰) نوشتہ و ناظم تبریزی گوید " وفات او در سنہ ہزار و بیست و پنج (۱۰۲۵) واقع شد -

داو ساز سخن باین قانون می نوازد ؎

ستمکشانِ محبّت دم از فغان بستند　　　گرہ ز جبہہ کشادند و بر زبان بستند

---

[۱] دربار اکبری صفحہ ۱۴۴ مطبوعہ لاہور ۱۸۹۸ء -

ترا بہ نکہتِ پیراہنے مضایقہ نیست — ولے بہ طالعِ ما راہ کاروان بستند

گر دل از عرض تمنا بمرادے نرسید — این قدر شد کہ ترا بر سرِ ناز آوردم

(۱۴) فرقتی - ابوتراب جوشقانی

جوشقانی المولد - کاشانی المنشأ - از قافیہ سنجان عتبہ شاہ عباس ماضی بود - وگوی سخن از ہمہ استانان می ربود -

وا و قطعۂ بنظم آوردہ پیش صادقی بیگ نقاش بہ اصفہان فرستاد - والتماس تخلص کرد - صادقی بیگ قطعۂ در جواب نوشت - وچہار تخلص تجویز نمود - از انہا فرقتی پسندش اُفتاد - از ان چہار تخلص یکے کلیم بود - گفتند چرا کلیم تخلص نمی کنی - گفت نخواہم کہ ظرفا گلیم جوشقانی خوانند

ارتحال او در سنہ ست وعشرین والف (۱۰۲۶) اتفاق اُفتاد نہال کلکش این نوع ثمری افشاندے

مجنونِ ترا عار ز عریانی تن نیست — پروانۂ پرسوختہ محتاجِ کفن نیست

چہ شد اگر مژہ برہم نمی توانم زد — کہ لب بلب نرسیداست ہیچ دریا را

خون تراوش می کند از چاکہای سینہ ام — طفلِ اشکم باز گم کرداست راہِ خانہ را

چو جادوئے کہ از بہرِ فسون لبہا بجنباند — بہ افسونم زند چشمت بہم ہر لحظہ مژگان را

(۱۵) فغفور - محمد حسین

از سادات لاہیجان - ودر فن طبابت وشعر وخوشنویسی ممتازِ زمان بود - در ایران رسمی تخلص می کرد - وبعد وصول ہند فغفور تخلص برگزید - بے شاہ مصوران کشور فصاحت است - وخسرو نقش طراز اِن قلم وکتابت -

• دراواخر ایام زندگانی ملازم شهزادهٔ پرویز بن جهانگیر بادشاه شُد واشعار خود را بمدحت او موشح ساخت۔

ودر بلدهٔ الہ آباد سنہ ثمان وعشرین والف (۱۰۲۸) چینی حیاتش بر سنگ فنا اُفتاد۔

دیوانش قریب چہار ہزار بیت نوشتہ اند۔ نقاش فکرش باین حسن تصاویر می کشد ؎

فلک امشب بکام رندِ دُردآشام می گردد | عسس گو خواب راحت کن کہ امشب جام می گردد
درعشق چو سبّابۂ تسبیح شماران | صد عُقدہ بہ پیش آمد وازراہ نگشتم
سرِ شوریدہ بسامان نتوان باز آورد | این نہ دستار پریشانست کہ از سر بندند
این قوم خود نما کہ نہ بینند عیب خویش | آئینہ کاش در گردِ توتیا کنند
می رسد نازت ازان چشم کہ چون غنچۂ گل | سرِ مژگانِ تو از طرف کلہ می گزرد
ملاحتِ تو گواہ است وشور بختی من | کہ بے نمک نسر شتند خاکِ آدم را

(۱۶) نظام۔ میر نظام دست غیبی شیرازی

نسق ملک سخن طرازی است۔ ونظام قلمرو نکتہ پردازی۔ درعمر سی سالگی دنیائی پنج روزہ را وداع کرد۔ واین سانحہ درسنہ تسع وعشرین والف (۱۰۲۹) واقع شد۔ خوابگاہش حافظیۂ شیراز۔

سحاب کلکش باین آبداری گوہر می افشاند ؎

دلم را عشق گرداند بگرد چشم پر کارش | چو آن مُرغے کہ گرداند کسے برگرد بیمارش
ز دُنیا یکسر مو غم نباشد اہل دنیا را | کہ دلگیری نباشد در قفس مرغانِ دیبا را
گر فلک با من ہم آغوشش نماید وو زمیت | باغبان بر چوب بندد گلبنِ نوخیز را

چشم چون بر عشوه کرد اول بسوے خویش دید — بادۂ خود خورد ساقی ساغرِ لبریز را

دل کہ افسردہ شد از سینہ بدر باید کرد — مردہ ہرچند عزیز است نگہ نتوان داشت

من آن مرغم کہ باشد آشیانم سایۂ برگے — تواند جنبش بادے مرا بے خانمان کردن

(۱۷) مرشد۔ مُلّا مرشد یزدجردی

مرشد سالکان جادہ سخن است۔ و صاحب تلقینِ مرتاضان این والافن۔ از وطن خود رہگراے ہند شُد۔ چون بقندہار رسید۔ جاذبۂ التفاتِ میرزا غازی وقاری عقال پائے اوگردید و دران عتبہ کرسی نشینِ عزّت گشت۔ و مرشد خان خطاب یافت۔ بعد فوت میرزا غازی خود را بہ ہند کشید۔

پوشیدہ نماند کہ وارد شدن مُرشد از ولایت خود بقندھار و رحل اقامت افگندن درسایۂ عاطفت میرزا غازی ہفدہ سال بیش ازین ہنگامے کہ تحریر ید بیضا درمیان بود۔ در تذکرۂ مشاہدہ اُفتاد۔ تعیین تذکرہ از خزانۂ حافظ برآمد۔

و میر تقی اوحدی صفاہانی صاحب تذکرۂ عرفات گوید۔ ملخص کلامش اینکہ:

"مرشد وقتیکہ از یزدجرد بہ صفاہان آمد بندہ بخدمت ایشان مکرر رسیدم۔ از انجا"

"بشیراز رفتہ۔ مدتے سیر کرد۔ چون بممالک سندھ اُفتاد۔ صحبت او با میرزا غازی برآمد"

"و ترقیات نمود۔ و مرشد خان خطاب یافت۔ و چون میرزا غازی جرعہ شہادت چشید۔"

"ارادۂ درگاہ جہانگیر بادشاہ نمود۔ در اثنا ے تحریر این مقالات بہ آگرہ آمد۔ چند روز اُو را"

"دریافتم۔ پس در اجمیر رفتہ بہ اردوے جہانگیری داخل شد و بملازمت سلطانی مشرف"

"گردید و الحال با مہابت خان می باشد۔"

وہمچنین میر تقی در ترجمہ طالب آملی کہ با او ہم ملاقاتہا دارد می نویسد کہ:-

"وقتیکہ از ایران عزم ہند کرد در سندھ بخدمت میرزا غازی قیام نمود۔"

برخال وخط شناسان چہرۂ تاریخ ہویداست کہ میرزا جانی والی تتہ پدر
میرزا غازی درسنہ احدی والف (۱۰۰۱) ناصیۂ بخت بملازمت اکبر پادشاہ
برافروخت۔ و میرزا غازی در تتہ ماند۔ اکبر پادشاہ تتہ را بہ میرزا جانی
ارزانی داشت۔ ونیابت بہ میرزا غازی عنایت شد و چون میرزا جانی در
برہان پور درسنہ ثمان والف (۱۰۰۸) جان بجہان آفرین سپرد۔ پادشاہ
میرزا غازی را مشمول عواطف داشتہ ولایت سندھ را باآ او باز گذاشت۔ و
درسنہ احدی عشر والف (۱۰۱۱) سعید خان چغتا بانتزاع سندھ مامور شد میرزا
غازی حلقۂ انقیاد در گوش کشید۔ وتا بھکر رسم باستقبال بجا آوردہ سعید خان را
دریافت۔ و بہمراہی او خود را بدرگاہ اکبری رسانید۔ ہمت خسروانی برحمت
بحالی ملک سندھ رنگ رفتۂ او را بحالت اصلی آورد۔ و در عہد جہانگیری صوبۂ
ملتان در اقطاع او اضافہ شد۔ آخر بصوبہ داری قندھار سرمایۂ افتخار
اندوخت۔ و ہمانجا در عمر بیست و پنج سالگی سنہ احدی وعشرین والف (۱۰۲۱)
پیمانۂ حیات او لبریز گردید۔[1]

میرزا غازی بعد از آنکہ از سندھ بہند خرامید۔ باز بہ سندھ نرفت۔
پس ملاقات مرشد و طالب با میرزا غازی در سندھ بقول میر تقی در عہد
اکبری بودہ باشد۔ واللہ اعلم

مخفی نماند کہ تذکرۂ میر تقی صفاہانی بعد تبییض این جریدہ بنظر رسید
اسامی شعراء ترتیب حروف تہجی" مے کرد۔ عجب صلاے عامے در دادہ۔ و بہ ادنی
موزونے کہ پے بردہ چہ قدیم چہ جدید در مہمان خانہ خود تکلیف نمودہ و بہ از
تذکرۂ میر تقی کاشی است۔ تذکرۂ صفاہانی نسخۂ ناقص از حرف الصّاد تا

---

[1] ماثر الامرا جلد سوم صفحہ ۳۴۵۔

حرف الباء بدست آمد و چند جا ضرورةً بعضے مطالب الحاق نموده شد-

مرشد در سنهٔ ثلثین و الف (۱۰۳۰) از لباس عنصری بر آمد منتخبے از دیوان او محتوی بر اقسام شعر بنظر در آمد- زبان خوبے دارد و سخن بقدرت می گوید- قصاید و مثنویات او به از غزل است و ساقی نامه مختصرے نشه آور از میخانهٔ فکرش تراویده مطلعش این است ؎

بهار است و دل مست و من در خمار | خوشا جام مے خاصه از دستِ یار

گیرم که روزِ حشر سر از خاک بر کنم | آن دیده کو که جانبِ قاتل نظر کنم

من آن مرغم که گر یاری نماید بخت نا سازم | بود تا گوشهٔ بام قفس معراجِ پروازم

طرهٔ دلبر نیم تا کے پریشان زیستن | چشمِ عاشق نیستم تا چند حیران زیستن

کاش اجزای وجودم بگسلد از یکدگر | تا دو روزے جمع گردم زین پریشان زیستن

بسیار ز حد می گزرد گرمی مجلس | دلسوختهٔ در پسِ دیوار نباشد

بے سبب مرشد ز طورِ من شکایت میکند | اینقدر آخر نمی داند که من دیوانه ام

جوان ز بسکه شد از فیض ابر عالم پیر | شگوفه ریزد از شاخ بر سرِ نخچیر

همان برنگ گل افتد بخاک سایهٔ گل | ز بسکه لطف هوا کرد در زمین تاثیر

هوا چنان برطوبت که از زبان تا گوش | هزار جا بزند ریشه نالهٔ شبگیر

چنان ز لطف هوا گشت طبع آتش تیز | که شعله چون می گلرنگ بگذرد ز حریر

رباعی

راهے بچشم بسے نشیب است و فراز | کز انجاش خبر ندارد آغاز

چون نالهٔ عاشقان پست و بلند | چون وعدهٔ وصل گلرخان دور و دراز

(۱۸) زلالی خوانساری

در اختراع تازگی عبارات و نازکی اشارات بے نظیر افتاده و بایجاد سبعهٔ

سیّارہ سپہر بلند خیالی را رونقے دیگر دادہ۔

عمدۂ مثنویات او "محمود و ایاز" است کہ مصنف اکثر اوقاتِ خود را صرفِ این کتاب ساختہ۔ سال آغازش کہ احدی و الف (۱۰۰۱) باشد این بیت تصریح مینماید ؎

در استفتاح این منشور نامی بجو تاریخ نظمش از نظامی

۱۰۰۱ھ

وتاریخ اختتامش کہ سنہ اربع وعشرین و الف (۱۰۲۴) باشد این مصرع افادہ میکند ؎

الٰہی عاقبت محمود باشد

۱۰۲۴ھ

امّا ترتیب نادادہ ورق حیات گردانید۔ شیخ عبدالحسین داماد شیخ علی نقی کمرہ در ہندوستان نسخ متعددہ فراہم آوردہ بہ تقدیم و تاخیر و طرح ابیات فی الجملہ ربطے داد۔ و مُلّا طغرائی مشہدی دیباچۂ نثر بہ تحریر آورد۔

و فوت زلالی در سنہ احدی وثلثین و الف (۱۰۳۱) واقع شد مصرع[1]

از جہان رفت زلالی بجنان" تاریخ یافتہ اند۔

از محمود و ایاز است ؎

مئے کز وے خرد بے برگ گردد غم از یک جرعہ شادی مرگ گردد

جنون یک قطرہ از لائے خم او سرِ بیہوشی و پائے خم او

(۱۹) نقی۔ شیخ علی نقی

از شعراء معمورۂ کمرہ و مروج نقود سرہ است۔ در آغاز سن و توف بجد تمام بکسب علوم پرداخت۔ و در معقولات و منقولات از اکفاء و اقران سبقتے برآمد و اکثر ناوکِ فکر بصید معانی می انداخت۔ و وحشیان خیال را در دام عبارت بند می ساخت۔ دیوانش مشتمل قصائد و غزلیات و دیگر جنس شعر بنظر در آمد۔ قصائد

---

[1] ازین مصرع تاریخ مطلوب برمے آید۔

غرا دارد- و بیشتر ثنا گستر حاتم بیگ اعتماد الدّوله است- و در صلهٔ قصیده دالیه که در مدح اعتماد الدّوله گفته مبلغ خطیر سالیانه مقرر گردید- و بعد فوت شیخ هم چند سال آن وجه به متعلقانِ شیخ می رسید- مطلع قصیده مذکور این است ؎

اہل صورت که بجمعیت صوری شادند ٭ فارغ از تفرقهٔ معنوی اضدادند

رحلت شیخ در سنه احدی وثلثین والف (۱۰۳۱) اتفاق اُفتاد- این چند بیت از دیوانش فرا گرفته شد ؎

چندان دلم بپرسشِ چشمِ تو شاد نیست ٭ دانم که بر تواضعِ مست اعتماد نیست

کشد چو سوی چمن بے قدتت ملال مرا ٭ گزد چو مار سیه سایهٔ نهال مرا

کم کن شرابِ لطف که پر شد ایاغ ما ٭ روغن چنان مریز که میرد چراغ ما

کردی سفید چشم نقی را ز انتظار ٭ این بود پنبهٔ که نهادی بداغ ما

بهنگامِ وداعش می کنم نو عهد دیرین را ٭ چو بیمارے که وقتِ مرگ ایمان تازه میسازد

عاشقان نامی بعجز و ناتوانی داشتند ٭ کوہکن آخر بزور این قوم را بدنام کرد

نقی در گریه آورد اضطرابِ عشق جانان را ٭ که زورِ آتشِ سوزنده آب از چوب تر گیرد

من کشتهٔ آن چشم که در عین تکبر ٭ با ہیچو منے در صددِ ناز در آید

رفتی و خموشم که در آغاز مصیبت ٭ ماتم زده یکچند بشیون نبرد راه

نقد دل دزدی و آنگاه بتقریب حیا ٭ سر به پیش افگنی و چشم ببالا نکنی

نیست در عشق دلِ شاد شنیدی که چه بُد ٭ پادشاہی ز غلامی پدری از پسری

وای بر جان خلائق اگر آرند بحشر ٭ عوضِ روز قیامت شب تنهائی را

(۲۰) طالب آملی

برادر خاله زادهٔ حکیم رکنا کاشی بود- جویای معانی بلند است و غواص لآلی دلپسند

میرزا صائب گوید ؎

بطرزِ تازہ قسم یاد می کنم صائب　　کہ جائے طالبِ آمل در اصفہان پیدا ست

در ریعانِ شباب از ولایت خود بر آمدہ بہ نزہتکدۂ ہندار خرامید چون میرزا غازی وِقاری از پیشگاہ جہانگیر پادشاہ بصوبہ داری قندھار مامور گردید۔ ونقد کمیاب قدردانی اہل کمال را رواج داد۔ طالبا خود را بآستان میرزا غازی کشید۔ وبہ التفات فراوان اختصاص یافت طالبا قصیدۂ طولانی در مدح میرزا غازی می طرازد۔ ودران قصیدۂ رفتنِ خود از ہند پیش میرزا مفصل بیان می نماید۔ از انجاست این بیت ؎

عنایاتِ شوق نو شُد ورنہ کے دِل　　زدے فال رجعت زہندوستانم

وبعد رحلت میرزا غازی کرت ثانی بہ گلگشت ہند شتافت وایامے باعبداللہ خان بہادر فیروز جنگ ناظم گجرات بسر بُرد۔ آخر باعتصام ذیل جہانگیری قوی پایہ شد و در سنہ ثمان وعشرین والف (۱۰۲۸) بخطاب ملک الشعرائی بلندنامی اندوخت و در ہمین سال ابوطالب کلیم ہمدانی از ہندوستان بعراق عجم معاودت نمود۔ طالب آملی در مدح جہانگیر بادشاہ و اعتماد الدولہ وزیر و نورجہان بیگم) قصائد غرا دارد۔

وستی النسا خانم ہمشیرۂ طالباست۔ستی النسا خانم درعہد صاحبقران ثانی شاہجہان مدار المہام محل پادشاہی بود۔ وشوہرش نصیرا برادر حکیم رُکنا کاشی در ہندوستان رخت ہستی بربست۔ چون فرزندے نداشت ستی النسا خانم دو دختر کہ از طالبا ماندہ بود بہ فرزندی برگرفت۔ کلاں را بہ عقل از دواج عاقل خان وخورد را بحبالۂ نکاح حکیم ضیاءُ الدین مخاطب بہ رحمت خان کہ پسر حکیم قطبا برادر دیگر حکیم رکنا ست در آورد۔

ستی النسا خانم در ذی الحجہ سنہ ست وخمسین والف (۱۰۵۶) بساط زندگانی درنوردید۔

طالبا در اوائل مُہردار اعتماد الدولہ بود آخر مستعفی شد و قطعۂ اعتذاری بنظم آوردہ۔ از انست ؎

دو صنف اند اہلِ طبیعت کہ ہرگز — ندارند باہم سرِ سازگاری
یکے را فرومایگی کرد شاعر — یکے را بزرگی و عالی وتباری
من آن شاعرم شکر للہ کہ دارم — زبختِ بلندِ تو اُمیدواری
کہ گر دہر یاقوت یکدانہ گردد — درو بینم از چشم نا اعتباری
بہ گلزارِ معنی ہزارِ فصیحم — بمنصب چہ شد نیستم گر ہزاری
چو مہرِ تو دارم چہ حاجت بمُہرم — مرا مہرداری بہ از مُہرداری

طالبا در مدح قلیچ خان ناظم لاہور قصیدۂ ہشتاد و چہار بیت دریک شب فکر کرد و بآن می نازد و می گوید ؎

منم کہ نیست چو من شاعرے ز اہلِ سخن — منم کہ نیست چو من قائلے ز اہلِ کلام
گواہ این دو سہ معنی ہمین قصیدہ بس است — کہ یافت از سرِ شب تا سپیدہ دم اتمام

اما میرزا صائب اشہب فکر از طالبا نیز تر راند۔ وہنگام ورودِ برہان پور قصیدۂ شصت و یک بیت دریک چاشت در مدح ظفر خان بنظم آوردہ و در انجا مے فرمائد ؎

ہزار حیف کہ عرفی و نوعی و سنجر — نبند جمع بدار العیار برہان پور
کہ قوتِ سخن ولطف طبع مے دیدند — نمی شدند بطبعِ بلند خود مغرور
ہمین قصیدہ کہ یک چاشت روی داد مرا — ز اہلِ نظم کہ گفت است در سنین و شہور

اگرچہ طالبا را بیست وسہ بیت افزون است۔ اما افزونی ابیاتِ طالبا با وسعت

وقت کم است۔ وکمی ابیات مرزا بانتگی فرصت افزون۔ و این معنی از تقسیم ابیات برساعات واضح می شود۔

آمدم برین کہ نسبت بجناب مرزا صائب بے ادبی نمی توان کرد۔ امّا این ہمہ تفاخر از طالب آملی نامنظور است۔ چہ شوکت قصیدۂ قریب صد بیت در مدح میرزا سعد الدین درعرض چہار ساعت نجومی انشا نمود۔ ومطلقاً لب باظہار کمال نکشود مطلع قصیدہ این است ؎

بسکہ جوشد شعلۂ حل کردہ از مینائے من
شیشہ را فوارۂ آتش کند صہبائے من

و در آخر قصیدہ می گوید ؎

شب کہ گردیدم ہم آغوش پریزادِ خیال
چار ساعت درگذار شام دیو آسای من

این ہمہ اطفال معنی را کہ افکار من اند
زاد کلک مریم آسای مسیحا زای من

طالبا درعین جوانی از زیبا خلعت زندگانی برآمد و این واقعہ در سنہ ست و ثلثین والف (۱۰۳۶) پیش از فوت جہانگیر پادشاہ بیک سال رو داد۔

دیوان قصائد وغزلیات ورباعیات طالبا در وقت تحریر۔ بدست آمد فرصت وفا نکرد کہ بانتخاب پرداختہ شود۔ گل چند از گلستانش حوالۂ دست قلم می شود ؎

گر من بجائے جوہر آئینہ بودمے
بے رونما ترا بتو کے می نمودمے

من کیم کز شرم قتل من سرانداز دبپیش
ہیکلِ خونم گرانی می کند بر گردنش

بے نیازانہ زارباب کرم مے گزرم
چون سیہ چشم کہ برسرمہ فروشان گزرد

ملامت کن و فارغ شو از ملامت خلق
کہ نخل موم ز آسیب تیشہ آزاد است

دشنام خلق را ندہم جز دعا جواب
ابرم کہ تلخ گیرم و شیرین عوض دہم

سبک چنین کہ بگلگونِ می سوار شدم
امید ہست کہ رنگ پریدہ را گیرم

خانۂ شرع خراب است کہ ارباب صلاح
درعمارتگری گنبد دستار خود اند

مژهٔ در جهان نے بینم   دهر گوئی دهانِ بیمار است

(۲۱) شفائی اصفهانی

اسمش شرف الدین حسین است۔ پدرش حکیم ملا طبیبے حاذق بود۔ مشارٌ الیه مراحل کسب علوم بسرعت نوردید۔ وحکمت نظری را بیشتر ورزید۔ ومدتے مشق طبابت کرد۔ قرابادین او مشهور است۔ وعمرہا در نسخه نویسی شعر اُفتاد وبمعاجین افکار دماغهارا تقویت بخشید۔ مرزا صائب فرماید ؎

در اصفهان که بدردِ سخن رسد صائب   کنون که نبض شناس سخن شفائی نیست

حکیم نزد شاه عباس ماضی بافزونی قرب ومنزلت امتیاز داشت تا بحدے که روزے در عرض راه شاه را برخورد۔ شاه خواست که از اسپ فرود آید حکیم مانع آمد اما امرا همه پیاده شدند تا حکیم گذشت۔

هجو بر مزاجش غالب آمد۔ میر باقر داماد میگفت "شاعری فضیلتِ شفائی را پوشید۔ وهجا شعر اورا پنهان ساخت" لیکن در پایان عمر ازین امر نا ملائم بتوبه موفق گردید۔

فوتش در رمضان سنه سبع وثلثین والف (۱۰۳۷) اتفاق اُفتاد۔

زادۂ طبعش دیوان جد وهزل وچند مثنوی است مثل "دیدۂ بیدار" و "نمکدان حقیقت" و "مهر ومحبت" این ابیات از دیوانش ماخوذ شده ؎

در دل در آنفرجِ گلهای داغ کن   از خانه چون ملول شوی سیر باغ کن

خویش را بر قلب غم آخر دلِ بیتاب زد   این کتانِ پاره کوس خصمی مهتاب زد

حاکمے نو کو که بر درگاه او دادی کنیم   مشتِ خونے بر جبینِ مالیم و فریادے کنیم

از زبانِ خنجر کین پرسشِ دلها مکن   عالمے را طعمهٔ شمشیر استغنا مکن

اے در آغوشِ ملک پروردہ بد خوئی مکن | شکرستان زیر لب داری ترش روی مکن
بخود غمِ تو نگویم کہ بیمِ رسوائی است | نہان کنم ز خیالت کہ یار ہرجائی است
بہ انتقام ابد آشنی میسر نیست | زبسکہ خوے تو بر یک گناہ مے پیچد
نو بہارے کہ دلی نشگفد از پہلوی او | جاے آنست کہ پہلوی خزان بنشیند
دامنِ دیدہ نگہدار کہ در مذہبِ ما | دل چو شد کشتہ دیت از مژۂ تر گیرند
یک لحظہ نپرداخت مرا داورِ محشر | این شکوۂ جانسوز بحشرِ دگر افتاد
خدا عشقِ مرا از ننگ رسوائی نگہدارد | کہ بدبیتابی پیرامنِ این راز می گردد
گر نقدِ جان بہاے وصالت نمی شود | از قاصدِ تو ذوق خبر می توان گرفت
آن دل کہ نامزد بوفاے تو کردہ ام | کارے مکن کہ عربدہ جوئے دگر شود
تبِ غم دیدہ را دلسوزیِ شکر زبان دارد | تبسم را مکن شیرین کہ می ترسم بجان اُفتم
زہر بیدادم بہ بزمِ امتحان کم کم مریز | ہر چہ داری بر سرم ہم ریز تا یکجا کشم
پےِ شکستنِ پیمان ہمین بس است تلافی | کہ بہر تازگی عہد داد دست بدستم
مرا قیمت بہ پنہان دیدنی کردی و خورسندم | کہ بوی عشقتی می آید از زہ ان بہا کردن

(۲۲) قاسم۔ قاسم خان جوینی

قاسم مائدۂ فصاحت است۔ و ناظم جواہر بلاغت۔ منیجہ بیگم خواہر اعیانی نور جہان بیگم در حبالۂ عقد قاسم خان بود۔ و بہ علاقۂ سلفیت جہانگیر بادشاہ بہ پایۂ امارت و رتبۂ مصاحبت سر برافراخت۔ و بہ قاسم خان منیجہ مشہور گردید[۱] در اواخر عہد جہانگیری بحکومت صوبہ اکبر آباد و حراست قلعہ آن مصرے پرداخت و در آغاز دولت شاہجہانی بہ منصب پنجہزاری پنج ہزار سوار و ایالت

[۱] مآثر الامرا جلد ۳۔ صفحہ ۷۹ مطبوعہ کلکتہ۔

صوبۂ بنگالہ امتیاز یافت۔

ودر سنہ اثنتین و اربعین و الف (۱۰۴۲) بعد فتح ہوگلی بندر کہ از بنادر عمدۂ بنگالہ است۔ بفاصلۂ سہ روز باجل طبیعی درگزشت۔ امیرے خیر مستجمع کرائم اخلاق بود در نماز تہجد تقید داشت۔ وہر سال دو لک روپیہ بہ مستحقان می رسانید

رایتِ سخن باین شکوہ می افرازد ؎

نمونۂ جرسِ بیدلم صدا نہ کنم　　زبس شکستہ دلم لب بخندہ وا نکنم
راہ از ہجوم گریہ بر آواز بستہ ایم　　خون خوردہ ایم تا لبِ غماز بستہ ایم

(۲۳) شوقی میر محمد حسین

از سادات ساوہ است۔ وطراح سخن با حلاوہ۔ میرزا صائب کلام اورا تضمین میکند و می گوید ؎

جوابِ آن غزل است اینکہ میر شوقی گفت　　چو شیر از دو طرف می کشند زنجیرم

از ولایت خود بکشور ہند آمد وبشمول عواطف اعتماد الدولہ طہرانی جہانگیری گردید۔ بعد چندے سدۂ جہانگیر بادشاہ لازم گرفت۔ وبہ تقصیرے مورد عتاب شدہ درحبس اُفتاد۔ وبتوجہ قاسم خان جوینی از قید رہائی یافت ومُدتے با او بسر بُرد۔ آخر بولایت ایران معاودت نمود و ہمانجا درگذشت۔

طلائے سخن باین چاشنی از معدن بیرون می آرد ؎

در عشق ہر کجا کہ بلندی است پستِ ماست　　فیروزۂ حبابِ گردون بدستِ ماست
نتوان عربدہ با چشم تو کردن آرے　　بتواضع گزرانند زخود مستان را

(۲۴) فتحی اردستانی

فاتح ابواب خیال بندی است۔ وحرف شناس قفل ابجد مشکل پسندی۔ مرزا

صائب سخن او را تضمین می کند و می فرماید ؎

این جواب آن غزل صائب که فهمی گفته است | از فراموشان مباد آن کس کی ما را یاد کرد

فی الجمله تحصیل کرده بود۔ و در کمال ملایمت و نهایت پاکیزگی زندگانی میکرد۔ وفات او در سنه خمس و اربعین و الف (۱۰۴۵) واقع شد

گوہر سخن چنین در سلک نظم می کشد ؎

ہزار نکته بمن گفت چشم غمازش | چو سرمه خورده که بیرون نیاید آوازش

بدیده اشک شود رہنمون دل ما را | ستاره شمع بود رہروان دریا را

(۲۵) فصیحی

از اعیان سادات ہرات۔ و آئینهٔ نقش پذیر حسن صفات بود۔ خوانندهٔ افسون فصاحت۔ نوازندهٔ قانون بلاغت۔ میرزا جلال اسیر گوید ؎

آنانکه مست فیض بهاراند چون اسیر | یک جرعه ز جام فصیحی کشیده اند

ابتداء حال در خدمت حسن خان بن حسین خان حاکم ہرات عظیم تقرب داشت۔ و تخم مدحت پدر و پسر فراوان در سرزمین سخن کاشت دران ایام ورود حکیم شفائی به ہرات اتفاق افتاد۔ و در مجلس حسن خان با میرزا فصیحی ملاقات دست داد۔ و مشاعرهٔ ایشان بمنازعه انجامید۔ خان طرف فصیحی گرفت۔ شفائی از ہرات برآمده فصیحی را ہجو کرد فصیحی در دیوان بلند حوصلگی را کار فرمود و اصلاً ملتفت جواب نشد ہجو فصیحی در دیوان شفائی بنظر در آمد دل نخواست که زبان قلم بکلمات رکیک آشنا شود۔ میر تقی اوحدی صفاہانی گوید:- چند نوبت عزم ہند کرد مانع او شدند چون ماہچهٔ لوائی شاه عباس ماضی در سنه احدی و ثلثین و الف (۱۰۳۱) سواد افروز ہرات گردید۔ میرزا فصیحی باریاب ملازمت گشت۔ و صحبت او دلنشین شاه افتاد۔ و بعنایات

فراوان مخصوص گردانید- وہمراہ خود بعراق عجم و مازندران برد- ازفروغ تربیت گوہراورا جلائے بخشید"

دیوان فصیحی بنظر درآمد- خوش محاورہ است- امّا مضمون تازہ بندرت دارد- این چند بیت ازو التقاط یافتہ ؎

زبونِ دردِ پریشان زلف یار شدم | نہ صید دوست کہ صیدِ دلِ فگار شدم
رمزیست خطِ دوست کہ چون بخت سرآید | آبِ سیہ از چشمۂ خورشید برآید
تو تماشا مکن آئینہ کہ حیران نشوی | زلف برخویش میفشان کہ پریشان نشوی
لبے کز ناز گی بار تبسم برسنمے تابد | بخون علطم کہ امروزش بدشنام آشنا کردم
رتبۂ حسن بلنداست چہ حاجت بہ نقاب | بہر منعِ نگہی کز مژہ کوتاہ تر است
ہزار بار قسم خوردہ ام کہ نام ترا | بلب نیاورم اما قسم بنام تو بود
خویش را برنوکِ مژگانِ ستم کیشان زدیم | آن قدر زخمے کہ دل میخواست در پیکان نبود
ما زہرفا تلیم فصیحی نہ شہدِ ناب | مردِ طپانچہ خوردنِ بالِ مگس نییم
خارِ ترم کہ تازہ ز باغم بریدہ اند | محرومِ بوستانم و مردود آتشم
نوبہار ابشمیم گل عیشم مفریب | کہ من این نالۂ زار از دلِ خرم دارم
مختصر دستی کہ مارا بود صرفِ جام شد | گر خدا روزی کند دست دگر بر سر زنم
خاک آن کوی فصیحی ز جبین رنجہ مکن | از مہ و مہر بیاموز جبین سائی را

(۲۶) شاپور طہرانی

پدرش خواجگی براد حقیقی میرزا محمد شریف ہجری پدر اعتماد الدولہ جہانگیری است شاپور فریبی ہم تخلص میکرد- قصائد دلفریب وارد و غزلہاے دیوان زیب مرزا صائب کلام اورا تضمین می کند و می فرماید ؎

صائب این تازه غزل آن غزل شاپور است — که گران می رود آنکس که توکل دارد

کلیات شاپور نظر در آمد قصیده نسبت دیگر اقسام شعر خوبتر می گوید و داد رقت و نزاکت می دهد - چون قاعدهٔ اغلب این جریدهٔ ذکر ابیات غزل است چند بیت از غزلیات او جدا نموده شد

بشوخی تو سوارے بصدر زین ننشست — تو تا سوار شدی فتنه بر زمین ننشست

گرچه در حاشیهٔ بزم تو داخل باشم — رو خراشیده تر از صفحهٔ باطل باشم

نه گلی چیدم ازین بستان نه نام یاسمن بردم — دلے پر درد از غوغاے مرغان چمن بردم

در رہ یارے کز و ممنون یاری نیستم — گرچه خود را گشته ام بے شرمساری نیستم

بے می سر تیمار دل ریش ندارم — تا مست نگردم خبر از خویش ندارم

نازک دلم چو کاسهٔ چینی خدائے را — انگشت بر لبم نزنی کز فغان پُر است

قدر من پست از بلندیہاے استغنای اوست — ورنه دیوار من از دیوار کس کوتاه نیست

ماؤ نگاه دور که رندان پاکباز — بر سر نمے زنند گلے را که بو کنند

سینه بر خنجر او زن که شهادت اینجا — ناقص است ار مدد کشته به قاتل نرسد

چو ابرم از پے رفع کدورت گریه می آید — اگر بر خاطر باد صبا بینم غبار خود

میرود رقص کنان بر دم تیغے شاپور — دامنش را بگذارید که کارے دارد

گو - میا بهر تلافی بسر کشتهٔ خویش — به که این صلح بر نجیدن پای نکشد

هر تیر که چون نیشکر از دست تو خوردم — تا آهن پیکان همگی جزو بدن شد

هیچ جرمے نیست در عالم ز غمازی بتر — عشق معذور است گر منصور را بر دار کرد

عیب پوش خود نباشم عیب جوی کس نیم — درد مندم در شکست درد مندان نیستم

نعم البدل وعدهٔ صد سال وصال است — آن بوسه که نقد از لب پیغام گرفتم

کفنے غبارم و عریانی ست کسوت من — نیم عبیر که خود را به پیرهن مالم

روشن نشد ز آتش ما چشم خانهٔ — همچون چراغ گور بویرانه سوختیم

فرصتِ عرضِ تمنا کو که در ایام وصل　　یار مستغنی و من مستغرقِ نظّاره ام

زین سر که فروشان نتوان باده خریدن　　صفرای می از بادهٔ خوناب شکستیم

ورقِ هستیم از هم بدر انید که من　　دیده ام آنقدر اصلاح که باطل شده ام

(۲۷) اسیر میرزا جلال بن میرزا مومن شهرستانی

شاعر ادا بند است و موجدِ اندازهای دلپسند۔ ابو طالب کلیم گوید ؎

میرزای ما جلال الدین بس است　　از سخن سنجان طلبگار سخن

راستی طبعش استاد من است　　کج نهم بر فرق دستارِ سخن

و میرزا صائب سخن او را مکرر تضمین میکند و در مقطعے میگوید ؎

خوشا کسے که چو صائب ز صاحبان سخن　　تتبعِ سخنِ میرزا جلال کند

اسیر اگرچه تلمیذ فصیحی هروی است امّا با میرزا صائب اعتقاد تمام دارد۔ و مکرر نغمهٔ ستایش می سنجد۔ و جای می گوید ؎

با وجودِ آنکه اُستادم فصیحی بوده است　　مصرعِ صائب نواندیک کتاب من شود

میرزا از اجلهٔ ساداتِ شهرستان صفاهان است و بمصاهرت شاه عباس ممتاز زمان پیوسته سرگرم صحبتِ اربابِ کمال بود۔ و بعلو همّت و سمو فطرت اتصاف داشت۔ اما با گردش جام و شُرب مدام آنقدر خوگر شُد که در عین جوانی بر بستر ناتوانی افتاد۔ و در سنه تسع و اربعین و الف (۱۰۴۹) غبار هستی بباد فنا داد۔

دیوانش سیر نموده شُد۔ غث و سمین دارد۔ و مضامین تازه کم واقع شده این چند رشحه از خمستانش می چکد ؎

گرچه آن قیمت ندارد دِل که پامالت شود　　صف آتشبازیِ طفلانِ همسالت شود

رخصتِ کشتنم بده نرگسِ کم نگاه را　　یا مکن آشنای دل گرمی گاه گاه را

بامیدِ کسے نگذاشت بیدادش دلِ ما را	خدا اجرے دہد در کشتنِ ما قاتلِ ما را
بلب ہر دم ز شادی شکر این سودا نمی گنجد	کہ در دامِ تغافل غیرِ صیدِ ما نمی گنجد
پس از عمرے بسویم گر نگاہے کرد جا دارد	شہیدِ زخمِ شمشیرِ تغافل اجرہا دارد
خطِ یار گرچہ بسر زد نگہِ ستمگرش ہست	چہ غم خمار دارد مِی ناز در سرش ہست
بکدام جان ببازد بکدام سر بہ بخشد	چہ کند کسے بہ یکدل کہ ہزار دلبرش ہست
جولان دل شکاریش از کار بردہ آ ست	مستانہ می رود جلوے میتوان گرفت
غیرت روا نداشت کہ تنہا گزارمش	عمرِ عزیز در قدم نامہ بر گزشت
نہ خوب دانم و نے زشت اینقدر دانم	کہ ہر چہ ہست بغیر از من انتخاب من ا ست
گرچہ استغناست ناحق کشتگان را خون بہا	چشم خوبان را نگاہِ عذر خواہی لازم ا ست
در پریشان کدۂ یاس بود فیض رسا	سایۂ بید خوش آیندہ شمالے دارد
صبح خندان می شود بر روے تیغِ آفتاب	کاملے باید کہ از تقصیرِ جاہل بگذرد
بد وستی کہ چو در کوی او غبار شوم	نسیم را خبر از سر گزشت من مکنید
بگذارید کہ بگذارم و آہے بکشم	عمرہا سوختہ ام تا نفسے یافتہ ام
گفتم ندہی دل نشنیدی سخنم را	از آئینہ دیدی چہ قدر ناز کشیدی
دستے کہ بر نگیرد از پا فتادۂ را	چون آستینِ خالی است بیکار تا بگردن

رباعی

آگاہی چیست سیرِ دُنیا کردن	در مملکتِ وجود سودا کردن
چون مہر سفر کن کہ بود کار زنان	از سرمۂ سایہ دیدہ بینا کردن

(۲۸) ادائی۔ میر محمد مومن یزدی

کلامش اداہائے خوب دارد۔ و اندازہائے مرغوب۔ در دیار خود متہم بالحاد گردید

ومجال اقامت ندیده رخت بوسعت آباد هند کشید و در سنهٔ ثلثین والف (۱۰۳۰)
وارد دکن شد - و دران الکه مراحل زندگانی بپایان رسانید -
سیّارات ابیاتش از افق بیان طلوع می کند ؎

بے روی نوروزیکه رهم برچمن اُفتد | دیوار به از سایه که برروی من اُفتد
یک دل آزاد درین دامگهِ فانی نیست | یوسفے نیست درین مصر که زندانی نیست
چاشنی گیر زهر کاسهٔ این خوان گشتم | خوش نمک تر زسر انگشتِ پشیمانی نیست

رباعی

این عمر بباد نو بهاران ماند | این عیش بسیل کوهساران ماند
زنهار چنان بزی که بعد از مردن | انگشت گزیدنی بیاران ماند

(۲۹) سعید نقشبند یزدی

نقشبند کارگاه خوش تلاشی است - وصورت آفرین هیولاے خوش تماشی میرزا
صائب اورا بزبان ادب یاد می کند و می گوید ؎

این خوش غزل نه فیض سعید ای نقشبند | صائب ز بحر دل تبأمّل رسیده است

سعید ادر صفاهان اقامت داشت - ونزد اکابر وقت معزز و محترم می زیست
نقش خیال در پرند عبارت چنین می بافد ؎

کس نیست که خارم ز دل ریش برارد | این خار مگر آتشے از خویش برارد

(۳۰) نظیر مشهدی

نظیر عندلیب بهار است - وعدیل طوطی شیرین گفتار - در سنهٔ ثلثین والف
(۱۰۳۰) احرام بیت الله بست و بعد از ادراک این سعادت متوجه هند گشت - و

در اثناء راه شدائد بسیار کشید وکشتی او شکست۔ بعد محنتِ تمام به شهر بیجاپور رسید۔ و در سلک مقربان عادل شاه انخراط یافت۔

اول نظیری تخلص می کرد۔ باسندعای نظیر نیشاپوری نظیر قرار داد۔ گویند نظیری عوض حرف یا ده هزار روپیه به نظیر تسلیم کرد۔ و این سوال وجواب ظاهراً غلط شده باشد۔ زیرا که نظیر بعد فوت نظیری به هندوستان رسید والله اعلم

نظیر آهوانِ معانی را باین قسم شکار می کند ؎

نگذاشت زسامانِ تنم ضُعف جُدائی — چندانکه نگاهِ شوم و از مژه خیزم

درسلسلۂ بال فشانانِ هوائی — خم ناشده از نامۂ من بال و پرے نیست

(۳۱) نادم لاهیجانی

سرخروئی معرکۂ شعُراست۔ اما از شکستِ نفس نادم تخلص می گزیند۔ وصدر آرای مجلس فُصَحَاست۔ لیکن از فروتنی در صفِ آخر می نشیند۔ الکن طلق اللسان بود۔ وقصب السبق از رائضانِ مضمار زبان آوری می ربود۔ از دیار خود بممالک دکن اُفتاد۔ و با مولانا نظیری نیشاپوری صحبت معتقدانه داشت۔ بعد چندے بصوب بنگاله خرامید۔ و از انجا به عظیم آباد پٹنه حرکت کرد۔ آخر به اصفهان معاودت نمود و همانجا مرحلۂ آخرت پیمود۔

ریحانِ کلامش در سرزمینِ ورق سبز می شود ؎

درکعبه اگر دل بسوے یار نباشد — احرام کم از بستنِ زُنَّار نباشد

هرگز این طفل مزاجی نرود از یادم — گر بتابوت روم شوخی گهواره کنم

باعثِ جلوۂ گل دیدۂ بیدار من است — بلبلان شور برآرید که خوابم نبرد

هنوزش رنگ طفلی هست گل چیدن نمیداند — بدامن آشیانِ بلبل از گلزار می آید

(۳۲) سُروری کابلی

عالم بیگ نام دارد۔ نکات رنگینش گلدستۂ سروری است۔ وخیالاتِ دلنشینش سرمایۂ حضوری۔ در اُردوی جہانگیری بسر مے برد۔ و در زمرۂ خوش خیالان می زیست۔ نہال فکرش باین رعنائی می بالد ؎

لطف و دشنام تو تسکین دلِ بیہوش ست | آتش از آب چہ گرم وچہ خنک خاموش ست
در رقص دست و پازدن اختراعِ ماست | چون نبض زیر پوست تپیدن سماعِ ماست
چوگان صفت بمطلب خود پشت پا زدیم | پیوندِ ما بمطلبِ ما انقطاعِ ماست
عُذرِ دستِ تہی است خُلق کریم | میوۂ بید سایۂ بید است

(۳۳) مطیع تبریزی

طوطی بے بدل و مطیع استاد ازل است۔ میرزا صائب مصراع اور اتضمین می کند و می فرماید ؎

جواب آن غزل است اینکہ گفتہ است مطیع | کلید کعبہ و بتخانہ در بغل دارم

مطیع تجارت پیشہ بود۔ از دیار خود بسیر ہند خرامید۔ روزگارے مُہنّا داشت طرۂ اشعارش پیرائیۂ عارض ورق می شود ؎

آہے کہ مرا از دلِ پُر درد بر آید | چون شاہسواری ست کہ از گرد بر آید
چو وسعتِ عدمم در خیال می آید | ز تنگنائے وجودم ملال می آید

(۳۴) اوجی نطنزی

فکر بلندش طرفہ اوجے دارد۔ و شعر آبدارش عجب موجے۔ میرزا صائب سخنِ

او را تضمین می کند و می فرماید ؎

این جواب مصرعِ اوجی که وقتی گفته است — پادشاهی عالم طفلی است یا دیوانگی

و اوجی نسبت بمیرزا می گوید ؎

صائب نمود جوہرِ شعرِ مرا به من — تیغِ برہنه ام که جگردار یافتم

اوجی با حسن خان شاملو حاکم ہرات بسر مے برد۔ و در مدح او فراوان قصائد پرداخت۔

دیوان او بمطالعه در آمد و این چند بیت بالتقاط رسید ؎

کرم گلے است که در باغِ خودنمائی نیست — کریم ساخته بودن کم از گدائی نیست

گر شامگہِ شیب و گر صبحِ شباب است — پوشیدنِ چشم از دو جہان یکمژه خواب است

ساغر بغیر داد ز رشکم خراب ساخت — آتش بدیگرے زد و مارا کباب ساخت

نگہِ گرم عنانم صفِ دیدار کجاست — بوسهٔ بے ادبم کنج لب یار کجاست

رطلِ گران بقیمت جان می توان خرید — این است گوہرے که گران میتوان خرید

درین زمانه پسر با پدر نمے سازد — درین حدیث گواہم شراب انگوری است

بہرِ یک لب خنده نتوان منّتِ شادی کشید — منصبِ گل گر دہند غنچهٔ تصویر باش

ما حریفِ این قدر بار تعلق نیستیم — مَی بزور این رنگ را بر چہرهٔ ما بسته است

خاطرِ جمعی ندارم از تو آخر دیده ام — ہمچو دستار پریشانم ز سر وا کردهٔ

کے بآرایشِ ویرانهٔ ما مے آید — آنکه در آینه یک جلوه بصد ناز کند

من گرفتم خویش را بے غم تسلّی ساختم — خاطرِ غم را باین معنی تسلّی چون کنم

با آن که قتلِ ما بتحمل حواله کرد — چندان امان نداد که خاکے بسر کنم

صفاے روی عرقناک یار را نازم — که صلح داد بہم آفتاب و شبنم را

از باده نمے توان بریدن — زین آب گذر نمے توان کرد

اوجی این قطرۂ خونی کہ اجل خواہد ریخت | صرفہ آنست کہ در گردنِ دشمن باشد

(۳۵) مشرقی میرزا ملک مشہدی

در نظم و نثر منشأ بدائع آثار است و مشرقِ فراوان انوار۔ چندے در خراسان با حسن خان شاملو گزرانید۔ آخر باصفہان شتافت۔ و در سلک منشیان شاہ عباس ماضی انتظام یافت۔ خان مذکور در مفارقت او غزلے گفتہ۔ از آن است ؎

تا مشرقی از کنار من رفت | از مشرقم آفتاب رفتہ

دیوان مشرقی بملاحظہ در آمد۔ قصائد غرا در مدح شاہ صفی بنظم آوردہ۔ و مقطعات ہجو بسیار گفتہ۔ محرر اوراق التزام کردہ کہ زبان خامہ را از ہجویات و ہزلیات شعرا نگاہ دارد۔

مشرقی مضامین خوب در قصائد تلاش کردہ۔ این چند بیت از غزلیات او برچیدہ شد ؎

نمی گویم کہ آتش رنگ یا گل بو بگرداند | الٰہی آن گلِ آتش طبیعت خو بگرداند

دوستان بوی می از خرقۂ ما مے آید | نکہتِ یوسف ازین کہنہ قبا می آید

ہمچو خورشید قدم بر سرِ دنیا دارم | عالمے در تۂ یک آبلۂ پا دارم

پرتوِ شمعِ رخے افتاد در کاشانہ ام | سوزشِ یاقوت شد خاکسترِ پروانہ ام

دل را بشمیم گل داغے نرساندیم | پروانۂ خود را بچراغے نرساندیم

چو عندلیب مدارم باہ و نالہ گزشت | چو گل تمام بہارم بیک پیالہ گزشت

باغبان چون غنچۂ نرگس مرا در خواب دید | تا بحسرت در کدامین بزم چشمے وا کنم

ز کعبہ آیم و در رشک آیدم بخون ناب | کہ از زیارت دلہاے خستہ مے آید

کارِ دوبارۂ عیش تباراج دادن است	می راز خم بجام کن و در سبو مکن
مطلب زِ اضطراب بمقصد رسیدن است	از شیشہ تا بلب نرسد می رسیدہ نیست
نہ در بہار نشاطے نہ در خزان المے	فلک مرا بچہ امید در قفس دارد
نہ زخم خار کشیدم نہ بوی گل دیدم	زعندلیب شنیدم کہ نو بہاری ہست
آبِ حیات تیغت جان داد مشرقی را	ہرگز کسے ندارد جان دادنی چنین یاد

(۳۶) منیر ابو البرکات لاہوری بن ملا عبد المجید ملتانی

صاحب طبع منیر و نظم و نثر دلپذیر است۔ در منشآت خود گوید "من بے خانمان کہ در قلمرو سخن وطن گزیدہ ام صد ہزار بیت بلند بنیاد نہادہ ام" منثورات او و شرحے کہ بر قصائد عرفی شیرازی نوشتہ متداول است۔ مولد و منشأ منیر دار السلطنت لاہور است

در عہد شاہجہانی اول با میرزا صفی مخاطب بہ سیف خان ناظم الہ آباد بسر می برد این سیف خان داماد میرزا ابو الحسن مخاطب بہ آصف خان بن میرزا غیاث بیگ اعتماد الدّولہ طہرانی جہانگیری است۔ بعد ازان منیر با اعتقاد خان حاکم جونپور پسر خورد اعتماد الدّولہ مذکور مربوط گشت۔ و از خوان احسان او زلہ برداشت۔

و ہفتم رجب سنہ اربع و خمسین و الف (۱۰۵۴) در مستقر الخلافہ اکبر آباد رخت حیات بربست۔ نعش او را بلاہور نقل کردہ زیر خاک سپردند۔

طبع منیر سواد سخن را چنین روشن می کند ؎

قدم برون ننہد ماہ من ز منزلِ خویش	بود چو صورت آئینہ زیب محفل خویش
سہی قدان کہ گرفتار جلوۂ خویش اند	چو نخلِ شمع دوانند ریشہ در گلِ خویش

(۳۷) قدسی - حاجی محمد جان مشہدی

جان سخن پروری است و روح معنی گستری - سعادتِ زیارتِ حرمین شریفین اندوخت - و بگلگشت ہند خرامش نمود - و در شہر ربیع الآخر سنہ ثنتین واربعین و الف (۱۰۴۲) بتقبیل عتبۂ صاحبقران ثانی منتے برلب گذاشت روز اول قصیدۂ بعرض رسانید کہ مطلعش این است ؎

ای قلم برخود ببال از شادی و بکشا زبان
در ثنائے قبلۂ دین ثانی صاحبقران

بعنایت خلعت و انعام دو ہزار روپیہ کامیاب گشت - و در ذیل ثنا طرازان انخراط یافت - و بیومیۂ بیش قدرے موظف گردید - و بارہا بجوائز کام دل اندوخت

شیخ عبدالحمید صاحب شاہجہان نامہ در وقائع جشن نوروز سال ہزار و چہل و پنج ہجری می نگارد کہ :-

" روز پنجشنبہ دوازدہم شوال سریر آرای آسمان چہارم پرتو اعتدال برساحت حمل"
" انداخت و افسردہ طبعان نباتات را باہتزاز در آورد - شانزدہم ماہ مذکور - "
" حاجی محمد جان قدسی در جلدوی قصیدۂ کہ بمدح پادشاہی محلی ساختہ بود بر زبر"
" کشیدہ مبلغ وزن راکہ پنج ہزار و پانصد روپیہ شد بام مرحمت گردید و در اواسط شہر"
" ربیع الاول سنہ تسع واربعین و الف (۱۰۴۹) بعنوان صلۂ شعر صد مہر عنایت"
" شد - و در جشن شفا یافتن جہان آرا بیگم بنت صاحبقران ثانی از آسیب آتش "
" در اوائل شوال سنہ اربع وخمسین و الف بعنایت خلعت و دو ہزار روپیہ تمتع "
" برگرفت "۔

شیر خان در مرآۃ الخیال می نویسد کہ :-

" حاجی محمد جان قصیدۂ رنگین در مدح صاحبقران ثانی گفتہ بعرض رسانید پادشاہ "

"اقسام جواہر قیمتی طلبیدہ فرمود تا ہفت بار دہانش ازان پر کردند انتہی[۱]"

اما مؤلفین شاہجہان نامہا مثل مُلاّ عبدالحمید لاہوری و مُلاّ علاء الملک تونی و صاحب عمل صالح کہ ہر کدام حالات پادشاہی مستوفی می نگارد صلۂ پُر کردنِ دہانِ قدسی بجواہر بہ زبانِ قلم نیاوردہ اند۔

قدسی پادشاہ نامۂ صاحبقرانی نظم آوردہ۔ چون نام عبداللہ خان فیروزجنگ در وزن پادشاہ نامہ نمی گنجید۔ باین حسن بیان اداکردہ

نہنگے کہ از غایتِ احتشام ۔۔۔ نگنجد بحر از بزرگیش نام

بخاطر ناقص می گزرد کہ برای نگنجیدنِ نام دو تعلیل آوردہ۔ از غایت احتشام[۱] و از بزرگی[۲]۔ احدہما زائد است۔ اصلاح برین وجہ می تواند شد

نہنگےست از غایتِ احتشام ۔۔۔ نگنجد بحر از بزرگیش نام

و طورے بتکلف معنی می تواند شد کہ ضمیر شین را راجع بنام سازند یعنی نہنگے کہ از غایت احتشام او نام بمرتبۂ بزرگ شدہ است کہ در بحر نمی گنجد۔ و اصلاحے کہ کردہ شد معنی را صاف ادا می کند۔

مثنوی و قصیدۂ قدسی خوب است لیکن غزلش چندان رتبہ ندارد۔ انتقال او در سنہ ست و خمسین والف (۱۰۵۶) اتفاق اُفتاد۔ کلیم در مرثیۂ او ترکیب بندے گفتہ و تاریخ چنین یافتہ مصرع دور از ان بلبلِ قدسی چمنم زندان شد ۱۰۵۶ھ

شیخ عبدالحمید می گوید کہ "قدسی بعارضہ اسہال در دار السلطنت لاہور در گزشت" و غنی کشمیری در قطعہ تاریخ وفات کلیم گوید کہ

عمرہا در یاد او زیر زمین ۔۔۔ خاک بر سر کرد قدسی و سلیم
عاقبت از اشتیاقِ یکدگر ۔۔۔ گشتہ اند این ہر سہ در یکجا مقیم

۱؎ تذکرہ مرآۃ الخیال صفحہ ۱۳۷ مطبوعہ کلکتہ۔ ترجمۂ حاجی محمد جان قدسی۔

ظاہر منطوق عبارت ہمین است کہ ہر سہ دریکجا مدفون اند و این وقتے تواند شد کہ جسد قدسی را بہ کشمیر نقل کردہ باشند۔

و میر طاہر نصیر آبادی می نویسد کہ " استخوان او را بمشہد مقدس رسانیدند"

دیوان قدسی بنظر تصفح درآمد و این چند بیت اختیار افتاد ؎

زود بہ کردم من بے صبر داغ خویش را | اول شب می کُشد مفلس چراغ خویش را
در جلوہ گری مثل تو کس یاد ندارد | نادر بود آن پیشہ کہ اُستاد ندارد
در مجلسے کہ یاران شُرب مدام کردند | نوبت بما چو آمد آتش بجام کردند
اینجا غم محبّت۔ آنجا جزای عصیان | آسایش دو گیتی بر ما حرام کردند
در چنین فصلے کہ بلبل مست گلشن پر گل است | گر ہمہ پیمانۂ عمر است خالی خوب نیست
ہر چہ با زلف تو می ماند دل از من مے برد | روز عمرم در تمنائے شب یلدا گذشت
غم ہجوم آورد من در فکر بے سامانیم | میزبان خجلت کشد ہر چند مہمان آشنا ست
عیش این باغ باندازۂ یک تنگدل است | کاش گل غنچہ شود تا دل ما بکشاید
گر دست شام ہجران گیرد گلوی شب را | مشکل کہ تا قیامت از صبح دم برآید
عشق چون قسمت ارباب معیشت میکرد | لالہ داغے زمیان برد کہ نا غم دارد
تاب ہجران شرابم نیست تا وقت صبوح | پیشتر از صبح می خندد گل پیمانہ ام
نگذاشت بخواب عدمم شیون بلبل | گل ریختہ بودند مگر بر سر خاکم

(۳۸) سلیم میرزا محمد قلی طہرانی

از طبقۂ اتراک و نکتہ سنجان بلند ادراک است۔ صاحب طبع سلیم و ذہن مستقیم۔ در سلاست عبارات ممتاز و در نزاکت خیالات بے انباز۔ ابتداء حال با میرزا عبد اللہ وزیر لاہیجان بسر می برد۔ و بمزید مصاحبت امتیاز داشت۔ درآن

ایام مثنوی رنگینے در تعریف لاہیجان انشا کرد۔

آخر الامر در عہد شاہجہانی سرے بہند کشید و مثنوی مسطور را تغیر دادہ بنام کشمیر ساخت - ازان است در صعوبت راہ کشمیر ؎

چنان معلوم می گردد کہ این راہ — رہِ موران بود بر خرمنِ ماہ

زبس رہرو در و سنگین خرآمد — زپا بیش رشتہ پنداری برامد

ہمانا کافر است این کوہ خونخوار — کہ دارد بر کمر زین راہ زُنّار

مغلطان سنگ ازو تا مے توانی — کہ باشد بد بلائے آسمانی

بسامان رفتنِ این راہ زشت است — مجرّد شو کہ این راہ بہشت است

بعد ورود ہندوستان ندیم میر عبد السلام مشہدی شد و در مدح او قصائد بلند پرداخت۔ میر عبد السلام از عمدۂ امرا شاہجہانی است و در عہد شاہزادگی بمنصب شایستہ و خطاب اختصاص خان اختصاص داشت و بعد سریر آرای سلطنت اول بخشی دوم شد۔ پس ازان ناظم گجرات و عقب آن ناظم بنگالہ۔ سپس بخطاب اسلام خان و والا پایۂ وزارت مباہی گشت۔ و چون نوبتِ وزارت بہ سعد اللہ خان رسید پادشاہ اسلام خان را بایالت ممالک دکن سرفراز فرمود وہم در زمانِ حکومت دکن سنہ سبع و خمسین والف (۱۰۵۷) جہان فانی را وداع نمود۔ مقبرۂ او در سواد اورنگ آباد معروف است عمارتے دلنشین دارد۔

محمد قلی سلیم در رکاب اسلام خان بسرے برُد۔ و در سالے کہ اسلام خان فوت کرد یعنی سنہ سبع و خمسین والف (۱۰۵۷) او ہم در کشمیر رخت سفرازین عالم بر بست۔ و در دامن کوہے کہ مشہور بہ "تخت سلیمان" است مشرف بر تالاب ڈل خلوت نشینِ خاک گردید۔

این چند بیت از دیوان سلیم بر ارباب ذوق سلیم عرض می شود ؎

مگذار ز دستم که گلِ باغ وفاییم — بر دستِ تو شایسته تر از رنگ حناییم

تا چند دیر و کعبه مخوان این فسانه را — همچون کمانِ حلقه یکی کن دو خانه را

بر دست آئینه از عکس رخش گلدسته را ماند — ز شانه زلف او هندوی ترکش بسته را ماند

ای تازه روز زخم خدنگِ تو داغ ما — از روغنِ کمانِ تو روشن چراغ ما

در قفس رفت چو قمری چمن از یاد مرا — بهتر از سرو بود سایهٔ صیاد مرا

مدعی گر نکند بحث سخن دلگیر است — در جدل گوش وز بانش سپر و شمشیر است

تا سحر امشب شراب ناب می باید گرفت — خونبهائے شمع از مهتاب می باید گرفت

نارسائی به هنرور همه جا همراه است — جامهٔ سرو ز موزونی او کوتاه است

جدل از خصم هنر باشد و از من عیب است — چون رگِ لعل زدانا رگِ گردن عیب است

هما نصیب تو از من چنانکه خواهی نیست — که استخوانِ مرا مغز همچو ماهی نیست

امشب که ز بختم بسوی بزم تو راه است — چون شمع سراپای تنم وقف نگاه است

صید ما را از خدنگش در دل و جان آتش است — ناوکِ او را مگر چون شمع پیکان آتش است

ساقیِ گلفام صحنِ باغ را میخانه ساخت — از طرب چون صبح صوفی سبحه را پیمانه ساخت

واقف کسے ز شیوهٔ آن کجکلاه نیست — چون صورتِ فرنگ نگاهش نگاه نیست

نیم بلبل که فصلِ گل بگلشن آشیان گیرم — دهم صد گل که همچون شمع یک برگِ خزان گیرم

چو بلبل باعثِ شوریدهٔ گفتاری نمی دانم — چو گل تقریب این آشفته دستاری نمی دانم

با وجودِ صد هنر لافم ز شعرِ دلکش است — خامه در دست هنرور تیر روی ترکش است

روزیِ کس را خورد کے دیگرے زان چوب را — آب نتواند فرو بردن که رزقِ آتش است

به هر کدام نمک لطف می کنی خوب است — که داغهائے دلم را ز هم جدائی نیست

راحتِ مردان هم از سر پنجهٔ مردانگی است — شیر را در وقت خفتن دست و بازو متکاست

ذوقے از دیدنِ معشوق بدلگیری نیست — غنچه در چاک قفس قفلِ در زندان است

نگردد گریهٔ مستانه ام کم — که این باران شب سینه گرفت است

نتوان نمود نقش ترا آنچنانکه هست — آئینه پیش روی تو چون صبح کاذب است

خنده بر سرو مکن این همه در محفل خویش — جامهٔ کوته اش اولی است که خدمتگار است

تسلیم از مه نو حال آسمان پیدا است — نشان مرکب طفلان رکاب کوتاه است

چون تند روی کاشیان تبدیل ساز میشود — تا لب مجنون تهی لیلی چو در محمل نشست

به بزم باده مرو بے صحیفهٔ غزلے — سفینه بطلب تا توان در آب نشست

مهمان بخانهٔ دیر چه ماند عزیز نیست — کوتاهی زمانه ز عمر دراز ماست

گر سرو بود کجکله و بر زده دامان — منعش نتوان کرد از ینها که جوان است

هیچ کس حال سر ما را نمی داند که چیست — عالمے را چشم همچون صبح بر دستار ماست

شاهان چرا سلیم برو رشک مے برند — ملک سخن چو بیش ز یک گوشواره نیست

دل درون سینه ام می رقصد از حرف و سخن — هیچ سازے ماهیان را چون صدائے آب نیست

تیغ او پیش از اجل می سازدم از غم خلاص — راه پل دور است می باید مرا بر آب زد

از یار مصلحت نیست آهنگ شکوه کردن — چون دف بحلقهٔ ما دیوار گوش دارد

در مقام عشق دل را از تعلق پاک کن — با لمهٔ آئینه را نتوان بدست شاه داد

سلیم گفت که دارم بطره ات سخنے — بخنده گفت که هندو زبان چه می داند

یوسف من چشم طفلان نیست تنها بر رهت — شوق مکتوب تو پیران را کبوتر باز کرد

هیچ کس پروردهٔ خود را نمی خواهد زبون — آب و آتش را خصومت بر سر خاشاک شد

اعتبارے دولت جمشید را پیدا نشد — تاک تا از دودمان خود باو دختر نداد

نسبتے در عاشقی ما را به مرغ بسمل است — تا ز ما صیاد سر نگرفت ما را سر نداد

نیست در ایران زمین سامان تحصیل کمال — تا نیامد سوی هندوستان حنا رنگین نشد

با خبر باش از زبان خود که دانایان راز — از خموشی حلقه در گوش سخن چین کرده اند

جهانِ سفلہ اگر داد جرعۂ آبے — ہمان نفس چو آن را بروی من آورد

از عذر زیست ہرگز دلگیر وعدۂ او — کاہل ہمیشہ خواہد ہمراہِ لنگ باشد

شانہ می آید بکارِ زلف از آشفتگی — آشنایان را در ایامِ پریشانی بپرس

چو تند بادِ حوادث مشو غبار انگیز — پناہ مردمِ بے دست و پا چو مژگان باش

بسکہ دارم ذوقِ جستن از فضاے روزگار — درمیانِ خانہ ہمچون تیرِ صیاد ان می کشم

سفرِ اوّلِ شوق است بکویت مارا — صید مازود توان کرد کہ نو پرو ازیم

حیف باشد کہ ز بے مہریِ او شکوہ کنیم — ماکہ معشوق پران ہمچو کبوتر بازیم

چنان قناعتِ فقر است سازگار مرا — کہ چون حباب شوم فربہ از ہوا خوردن

عہد کردم کہ گر این بار بکوی تو رسم — سرمۂ دیدہ کنم سایۂ دیوار ترا

مخفی نماند کہ در تتبع فقیر اول کسیکہ تضمین چسپان در مقطع غزل طرح انداخت سلیم است۔ می گوید؎

سلیم امشب بیاد تربتِ حافظ قدح نوش است — اِلَا یَا اَیُّھَا السَّاقِیْ اَدِرْ کَاْسًا وَّنَاوِلْھَا

و دمے گوید؎

گفتِ حافظ دید چون کلک بیانم را سلیم — بلبلے برگ گلے خوش رنگ در منقار داشت

زبان زدِ خلق است کہ او معانیِ بیگانہ را باخود آشنا می ساخت۔ چنانچہ ملّا وارستہ گوید؎

دخلے کہ نکردی بکلامِ اللہ است — بیتے کہ نبردۂ تو بیت اللہ است

طرفہ اینکہ سلیم از دستِ دیگران می نالد و می گوید؎

دیوانِ خود بدستِ حریفان مدہ سلیم — غافل مشو کہ غارتِ باغ تو می کنند

و نیز می گوید؎

دیوانِ کیست از سخنانم تہی سلیم — تنہا نہ بر من این ستمم از دستِ صائب است

نامِ میرزا صائب را تصریح کرده اما بالغ نظران می دانند که میرزا صائب خیلے صاحب قدرت سیر بضاعت است۔ حاشا که باخذو جر پردازد۔ و متاع بیگانه را دستمایۂ خود سازد۔ مضامینے که از سلیم و صائب همسایه یکدیگر واقع شده و بنظرِ تتبع این نارسا رسیده در ینجا ثبت می نماید۔ و چون تاریخ وفات سلیم مقدم است اول شعر سلیم مذکور می شود۔

سلیم ؎ مشاطه را جمالِ تو دیوانه می کند کائینه را خیالِ پریخانه می کند
صائب ؎ دل را نگاه گرمِ تو دیوانه می کند آئینه را رُخِ تو پریخانه می کند

غنی کشمیری نیز این مضمون را می بندد که ؎

هرکس که دید روی تو دیوانه می شود آئینه از رُخِ تو پریخانه می شود
سلیم ؎ چشمِ توام زهوش تهیدست می کند یک سرمه دان شراب مرا مست می کند
صائب ؎ از چشمِ نیم مستِ تو با یکجهان شراب ما صلح کرده ایم بیک سرمه دان شراب
سلیم ؎ صدا چگونه برآید کزین سیه چشمان بسنگ سرمه شکستند شیشۂ ما را
صائب ؎ نماند نالۂ دل درد پیشۂ ما را بسنگ سرمه شکستند شیشۂ ما را

مُلّا طاهر غنی نیز این مضمون بسته است ؎

زبیمِ آنکه مبادا صدا بلند شود زسنگِ سرمه شکستیم آبگینۂ خویش
سلیم ؎ زآشفتگیِ طرّۂ مقصود خبر داد هر فال که از شانۂ شمشاد گرفتیم
صائب ؎ خواهد فتاد دامنِ زلفش بدستِ من این فال را از شانۂ شمشاد دیده ایم
سلیم ؎ زینت اربابِ معنی جوهرِ ذاتی بس است لاله در کوهِ بدخشان گر نباشد گو مباش
صائب ؎ شمع بر خاکِ شهیدان گر نباشد گو مباش لاله در کوهِ بدخشان گر نباشد گو مباش
سلیم ؎ اگر بچشمِ حقیقت نظر کنی دانی که طوقِ فاخته برپاے سرو خلخال است
صائب ؎ حسن بالادست را آرایشے چون عشق نیست طوقِ قمری سرو را بهتر زخلخالِ زر است

سلیم ~ سلیم ہندِ جگر خوار خوردخونِ مرا چہ روز بود کہ راہم باین خراب فتاد

صائب ~ صائب از ہند جگر خوار بردن می آیم دستگیرِ من اگر شاہِ نجف خواہد شد

اما ملا نوعی خبوشانی پیش از ہر دو می گوید ~

گداخت ہند جگر خوارم ای اجل مپسند کہ استخوانِ ہمائی غذای زاغ شود

و ملا مشرقی نیز ہند را باین صفت یاد می کند و می گوید ~

دلم در آرزوے ہند خون شد کہ خون باد دلِ ہندِ جگر خوار

مقتضای حسن ظن آنکہ اشتراک مضامین را حمل بر توارد کنند و تا کہ محل حسنی داشتہ باشد چرا در پے محل دیگر روند۔

علامۂ تفتازانی در مطول[1] نقل می کند ملخص کلامش اینکہ :-

"حکم سرقہ وقتے کردہ میشود کہ اخذ ثانی از اول یقینی باشد و الا احکام سرقہ مترتب نمی تواند"
"شد و از قبیل توارد خواہد بود۔ و در صورتے کہ اخذ ثانی از اول معلوم نباشد باید"
"گفت کہ فلان شاعر چنین گفتہ است و دیگرے سبقت بردہ چنین یافتہ۔ و باین حسن"
"تعبیر منعتنم داند فضیلت صدق را۔ و محفوظ دارد خود را از دعوی علم بغیب و نسبت"
"نقص بغیر انتہیٰ"

و اگر کسے بنظر تفتیش ملاحظہ کند کم شاعرے را از توارد مضامین خالی یابد چہ احاطۂ جمیع معلومات خاصۂ حضرت علم الٰہی است تعالیٰ شانہٗ۔ خامۂ معنی نگار تیرے بتاریکی می افگند چہ داند کہ صید وارستہ است یا بال و پر بستہ ابو طالب کلیم خوب گفتہ و گوہرِ انصاف سفتہ ~

منم کلیم بطورِ بلندیِ ہمت کہ استفادۂ معنی جز از خدا نکنم
بخوانِ فیضِ الٰہی چو دسترس دارم نظر بکاسۂ دریوزۂ گدا نکنم

[1] مطول جلد ۲ صفحہ ۲۴۰ بحث سرقہ مطبوعہ

دلے علاجِ توارد نمی توانم کرد — مگر زبان بسخن گفتن آشنا نه کنم

فقیر جزوے از اشعار توارد فراہم آوردہ۔ چند بیت از تواردات سخن سنجان متاخرین بر سبیل استشهاد عرض می شود

امیر خسرو ؎ بستم دلِ اسیران بکجا گریزد از تو — بحوالیِ دو چشمت چشم بلا نشسته

ثنائی ؎ بحوالی دو چشمت چشم بلا نشسته — چون قبله کرد لیلی همه جا بجا نشسته

بنائی ؎ قضا که بر لب او خطِ عنبریں دارد — برای کشتن من زهر در نگین دارد

ثنائی ؎ اُمیدِ جانِ شیرین داشتم از لعل سیرابش — ندانستم که از خط زهر در زیرِ نگین دارد

میر سنجر ؎ دمِ واپسین زلیخا بهمیں ترانه تن زد — که به جذبهٔ محبّت پسر از پدر گرفتم

نقی ؎ چه غم از فریبِ دشمن که محبتِ زلیخا — بکشا کشِ نهانی پسر از پدر برآرد

سلیم ؎ شوق رویش همه کس را بغریبی دارد — سبب این است جلاے وطنِ آئینه را

کلیم ؎ چند در خانه اش آتش فتد از پرتوِ او — زین ستم آینه در فکر جلائے وطن است

سلیم ؎ چون کشم بارِ گرانِ غمِ دوری که ز ضعف — نگهِ خود نتوانم ز رخت بردارم

کلیم ؎ ز ناتوانیِ خود اینقدر خبر دارم — که از رخت نتوانم که دیده بردارم

اسیر ؎ نیست جوهر به تیغِ یار اسیر — بهرِ قتلم نوشتهٔ دارد

میر صیدی ؎ نیست جوهر که بشمشیرِ تو تصویر شده است — رقمِ قتل جهانے است که تحریر شده است

ملا غنی ؎ قضا جدا ز تو خونم چرا نمے ریزد — مگر ز دستِ قضا این قدر نمے آید

اسیر ؎ یار هرگز ببر نمے آید — از قضا این قدر نمی آید

سلیم ؎ مگر از صبحِ محشر روزِ من روشنی یابد — که شبهاے سیاهم ابروِ پیوسته را ماند

واعظ ؎ چون دو ابروی سیا که بهم پیوست است — بے تو شبهائے درازم همه بر هم بست است

حزنی ؎ مرا بر ساده لوحیها حزنی خنده می آید — که دارد چشم لطف از دلبرِ نامهربانِ من

فطرت ؎ مرا بر ساده لوحیهاے فطرت خنده می آید — که عاشق گشته و چشم وفا از یار هم دارد

سلیم ـ آنکہ پیغامے برد از مابسوی او دل است | نامۂ بے طاقتان بر بال مرغ بسمل است

فطرت ـ می توان از دل تپیدن یافتن احوال ما | نامۂ بے طاقتان بر بال مرغ بسمل است

صائب ـ سرچشمۂ حیات لب میچکان اوست | عمر دوبارہ سایۂ سرو روان اوست

فطرت ـ عیش ابد بکام دل دردمند تست | عمر دوبارہ سایۂ سرو بلند تست

صائب ـ صحبت ناجنس آتش را بفریاد آورد | آب چون در روغن افتد میکند شیون چراغ

علی ـ آب چون در روغن افتد نالہ خیزد از چراغ | صحبت ناجنس را باشد ثمر آزارہا

مشرقی ـ برگ حنائیم و بامید رنگ و بو | در دست دیگرے است خزان و بہار ما

خالص ـ ما را خبر ز شادی و غم نیست چون حنا | در دست دیگرے است بہار و خزان ما

واعظ ـ مدعا از دل برون کن تا بر آید مدعا | شد نگین با نام تا افگند از خود نام را

وحید ـ دور فگن نام را کہ نام فگندن | صاحب نام و نشان نمود نگین را

ناظم در معراج ـ چنان بگذشت زین سقف شفاف | کہ سیلاب نگہ از عینک صاف

وحید ـ ز چشم مہ سوے بالا سفر کرد | چو نور دیدہ از عینک گذر کرد

فیاض ـ بباغ بسکہ ز شرم رخت گل آب شود | غلاف غنچۂ گل شیشۂ گلاب شود

وحید ـ بگلشنے کہ رخ دوست بے نقاب شود | ز شرم غنچۂ گل شیشۂ گلاب شود

دانش ـ لب تشنۂ تیغیم بگو قاتل ما را | کو آب کہ شیرینی جان زد دل ما را

قاسم دیوانہ ـ دم آبے ز تیغت ستمند م | دلم می سوزد از شیرینی جان

صائب ـ ہمیشہ صاحب طول امل غمین باشد | کہ چین بقدر بلندی در آستین باشد

بیدل ـ دستگاہ ہمت ہر قدر بیش است کلفت بیشتر | در خور طول است چینہائے کہ دارد آستین

وحید ـ بال مرا شکستگی پر بستہ است | پرواز ما چو رنگ ببال شکستہ است

بیدل ـ مالاف ہمت از مدد عجز مے زنیم | پرواز ما چو رنگ ببال شکستہ است

صاحب گلشن راز ـ عدم آئینہ عالم عکس و انسان | چو چشم عکس در وے شخص پنہان

جہان انسان شد و انسان جہانے　　　ازین پاکیزہ تر نبود بیانے

انسان ہستی شخص و عدم چو آئینہ بہ پیش　　　عالم بمثال عکس بے خویش و بخویش

انسان بمثل چو چشم عکس است درو　　　آن شخص عیان نمود پاک از کم و بیش

این مضمون توضیحے میخواہد لہٰذا بشرح رباعی پرداختہ می آید۔

شرح

ہستی را کہ در اصطلاح صوفیہ صافیہ عبارت از حقیقتِ حق است تعالی شانہٗ تشبیہ می دہد بشخصے کہ خود را در آئینہ مشاہدہ می کند۔ جہت جامع آنکہ ہر دو محتوی بر نوعے از کثرت اند۔ کثرت در ذات رائی باعتبار اعضاؤ در ذات حق عزّ شانہٗ بحسب شیونات ذاتیہ چنانچہ می فرماید کُنْتُ کَنْزًا مَّخْفِیًّا۔ و ہر دو خواہانِ ظہور اند آن تناسبِ اعضا می بیند و این کمال اسمائی و صفاتی جلوہ می دہد چنانچہ می فرماید فَاَحْبَبْتُ اَنْ اُعْرَفَ۔

و عدم را کہ در اصطلاح این طائفہ علیہ عبارت از علم حق است جل برہانہ تشبیہ می دہد بہ آئینہ۔ بعلاقہ آنکہ ہر دو منشاء انکشاف اند۔

و عالم را بعکس آن شخص۔ وجہ تشبیہ آنکہ حقائقِ عالم کہ نزد صوفیہ صور علمیہ است در مرتبۂ علم متجلی می گردد چنانچہ عکوس در مرآت منطبع مے شود و بر ارباب بینش ہویدا ست کہ چنانچہ در آئینہ عکس جمیع اعضا می اُفتد عکس چشم نیز می اُفتد۔ و در عکسِ چشم عکس آن شخص بتمامہ نمودار می گردد۔ پس حقیقتِ انسان را کہ از جملہ حقائق عالم مخصوص بجامعیت و مظہریت اتم است تشبیہ می دہد بعکس چشم کہ آن ہم ممتاز است از عکوس سائر اعضا کہ آئینہ داری آن شخص می کند و او را باو باز می نماید بخلاف عکوس دیگر وَ ھٰذَا مَعْنیٰ کَلَامِ الشَّیْخِ الْاَکْبَرِ قُدِّسَ سِرُّہٗ وَکَانَ اٰدَمُ ھِیَ الْمِرْاٰۃُ الْمَجْلُوَّۃُ۔

واشتراک اسم مشبہ ومشبہ بہ یعنی انسان وانسان العین لطفے خاص دارد وتخلص شاعر کہ انسان است این لطف را دو بالا کرد۔

پس معنی رباعی چنین باشد کہ ہستی یعنی ذات حق کہ جامع جمیع شیونات است درمرتبۂ علم کہ بمنزلۂ آئینہ است جلوہ نمود وعالم بمثال عکوس وظلال آن شخص متمثل شد۔

ومعنی بے خویش وبخویش آنست کہ عالم را مانند عکس دو جہت پیدا شد۔ آزین رو کہ موجود علیحدہ می نماید وبوصف غیریت بنظر می آید بے خویش است یعنی ہیچ زیرا کہ آن شخص درحقیقت خود برخود مشہود می گردد وعکس را جز در وہم غلط نما وجودے نیست۔ وآزین رو کہ عکس درحقیقت خود اوست کہ برخود متجلی است بخویش یعنی موجود فی حد ذاتہ۔

اما حقیقتِ انسان ازجملہ حقائق عالم مانند چشم عکس است یعنی عکس چشم کہ ذات حق درو جلوہ فرمود باجمیع مراتبے کہ درعالم متجلی است۔

ومعنی پاک ازکم وبیش آنست کہ ظہور حق تعالیٰ درحقیقت انسان وظہور راو درتمام عالم باہم متضاد ومتناقض نیست مگر بحسب اجمال درانسان وتفصیل درعالم۔ چنانچہ صورتِ آن شخص درآئینہ ودرچشم عکس تفاوتے ندارد الا بہ اعتبار کبر درمرآت وصغر درچشم عکس۔ وبنظر بہمین انسان را عالم صغیر می نامند وعالم را انسان کبیر۔

این معنی برطبق اصطلاح مشہور است واگر برمکشوف حضرت مجدد قدس سرہ حمل کنند نیز می تواند شد۔

نزد مجدد قدس سرہ حقائق عالم اعدام است وصفات عالم اعدام صفات الہیہ بشرط آنکہ وجود حق جل شانہ ووجودات صفات در اعدام متجلی شوند بحیثیتے کہ اعدام بمنزلۂ مواد باشند۔ ووجودات بلکہ عکوس آنہا بمثابۂ صور۔ وہریک حقیقت ازین مادہ وصورت ترکیب یافتہ واللہ اعلم۔"

غلام مصطفےٰ انسان

درین مقام دو کلمہ ترجمہ صاحب رباعی بقلم می آید نام آنسان شیخ غلام مصطفےٰ است واصلش از کنبو و مولد و منشأ او مراد آباد از توابع شاہجہان آباد۔ انسانِ کامل بود و در احاطۂ علوم عقلی و نقلی ممتاز اماثل تحصیل معقولات بیشتر از مُلّا قطب الدّین شہید سہالوی نمود و نبذے در خدمت شیخ غلام نقشبند لکھنوی تلمذ کرد و سلسلۂ سند حدیث به شیخ عبد الحق دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ رسانید۔ و رسمِ ارادت در طریقۂ قادریہ بجناب شیخ جان محمد شاہجہان آبادی بجا آورد۔

شیخ جان محمد

شیخ جان محمد از کملاءِ عصر بود و در عزلت و استقامت یگانۂ وقت می زیست۔ شاہ کلیم اللہ چشتی دہلوی می فرمود کسیکہ دریافت صحبتِ اسلاف تمنّا داشته باشد۔ صحبتِ شیخ جان محمد دریابد۔

شیخ غلام مصطفےٰ در فنون دیگر سوای علوم درسی نیز دستگاه عالی داشت مثل طب و نجوم و خوشنویسی و فنون حرب و علم شانہ بینی و علوم ہندی بحیثیتے کہ اکثر برا ہمہ حل غوامض از خدمتِ شیخ می کردند و شعر ہندی نیز خوب می گفت۔ صنادید شعراءِ ہندی در حضور او سر فرود می آوردند۔ و اصلاح کبت و دوھہ می گرفتند۔

کتب جمیع فنون در لوح سینہ محفوظ بود۔ و کراسی از کتب در ملک نداشت۔ و استعارہ ہم نمی کرد۔ وقت درس سوائی حل کتاب آن قدر فوائد زوائد بقدر حوصلۂ سمع ذکر می کرد کہ ہرگاہ این کس رجوع بحواشی می نمود فوائد مسموعہ را از فوائد مکتوبہ زیادہ می یافت و ہر کس از ارباب فنون بخدمت شیخ می رسید بہر فنے کہ مناسبِ آن کس می دید صحبت می داشت۔

اکثر عمر بعنوان نوکر پیشگی گزرانید۔ در عہد عالمگیر پادشاہ بہ علاقۂ منصبداری از ہند بدیار دکن خرامید۔ و مدتے درین دیار بسر برد آخرہا ترک نوکر پیشگی کردہ در بلدہ ایلچپور پائے اقامت افشرد۔

می فرمود در ایام طالب علمی با جوانے تعلقِ خاطر پیدا شد۔ جوان در قصبۂ از قصبات سکونت داشت۔ خود را بمسکن محبوب کشیدم و دست از تحصیل باز کشیدم۔ قضا را جوان فوت شد و من سر بصحرا دادم وقتے مولانا قطب الدین را گزرے بران قصبہ اُفتاد و از مردم استفسار حال بندہ نمود۔ صورت واقعہ بعرض رسانیدند۔ فرمود کسی برود و او را بیارد مردم گفتند او بآبادی زنہار نمی آید۔ حضرت ملا قلم گرفتہ بر شقۂ نوشت اَطْرِقْ کَرَا اَطْرِقْ کَرَا اِنَّ النَّعَامَۃَ فِی الْقُرٰی[1]

این کلام افسونِ عرب است کہ بآن جانور وحشی را صید کنند۔ استعمال این کلام درین مقام نظر بحال شیخ و حضرت ملا کہ اُستاد بود بسیار بموقع واقع شد۔

بمجرد دیدنِ شقہ سَمْعًا وَّطَاعَۃً بخدمت ملا شتافتم و سعادت ملازمت دریافتم

شیخ پیش از انتقال بسہ سال لباس را تغیر داد و لبس قمیص اختیار کرد۔ شب اول در خواب دید کہ گویندۂ می گوید رَجُلٌ خَیْرٌ تَعْمَلُ خَیْرًا

انتقالِ او در سنہ اثنین واربعین ومائۃ والف (۱۱۴۲) واقع شد۔ مدفن ایلچپور۔

بقیہ بحث

اکنون گلگونِ قلم بر جادۂ مدعای اصلی می خرامد۔

گرفتیم کہ شاعرے جمیع دواوین زبانے را احاطہ کرد دواوین زبان دیگر را چہ علاج می تواند کرد۔ و جامع السنۂ مختلفہ بودن خود بسیار نادر است مثلاً علامہ چلپی متخلص بفارغ گوید ؎

جرم از طرفِ غیر و ملامت ہمہ بر من — گوئی سرِ انگشتِ ملامت زدگانم

این مضمون بعینہ در شعر ابن شرف قیروانی واقع شدہ کہ می گوید ؎

غَیْرِیْ جَنیٰ وَاَنَا الْمُعَاقَبُ فِیْکُمُ — فَکَاَنَّنِیْ سَبَّابَۃُ الْمُتَنَدِّمِ

ابن شرف این شعر خود را بر ابن رشیق خواند و پرسید کہ مثل این مضمون شا

[1] تاج العروس جلد ۶ صفحہ ۱۳۴ مطبوعہ مصر شرح ملا جامی صفحہ ۱۴ مطبوعہ کانپور ۱۲۹۳ء۔

گفت بلے شنیدہ ام و بیت نابغہ ذُبیانی برخواند ؎

فَکَلَّفْتَنِیْ ذَنْبَ امْرِءٍ وَّتَرَکْتَہٗ   کَذِیْ الْعُرِّ یُکْوٰی غَیْرُہٗ وَھُوَ رَاتِعٌ

عُر بضم عین مہملہ مرضے است کہ در شتر میشود و شتر صحیح را داغ کنند تا سرایت نکند۔

ابن رشیق بعد خواندنِ شعر با ابن شرف گفت کہ تو این مضمون را ازینجا گرفتۂ و فاسد ساختۂ زیرا کہ معاقب غیر جانی باید۔ در بیت تو ہر دو یکے است و در بیت نابغہ جدا است۔

راقم الحروف گوید در شعر ابن شرف تقابل عضو با عضو است نہ شخص با شخص مثلاً زبان ناگفتنی گفت و این کس انگشت گزید بس می بایست کہ زبان را تعذیب می کرد۔ وہمچنین چشم نادیدنی دید یا گوش ناشنیدنی شنید۔ وشاعر را این اعتبارات کفایہ می کند و مُلّا محمد سعید اشرف مازندرانی گوید ؎

نگاہ گوشۂ چشمی سوی ما می توان کردن   نماز وقت بیماری بایما می توان کردن

و برہان الدین قیراطی در ہمزیۂ خود گوید ؎

کَمْ سَلَامٍ بِالطَّرْفِ مِنْھَا عَلَیْنَا   کَصَلوٰۃِ الْعَلِیْلِ بِالْاِیْمَاءٖ

وشوکت بخاری گوید ؎

تاکیم مژگانِ چشم داغ باشد تیر او   دیدۂ زخم مرا ابرو بود شمشیر او

و ابن نباتہ مصری گوید ؎

خَلَقْنَا بِاَطْرَافِ الْقَنَا فِیْ ظُھُوْرِھِمْ   عُیُوْنًا لَّھَا وَقْعُ السُّیُوْفِ حَوَاجِبُ

طرفہ آنکہ شاعرے پیش از ابن نباتہ این مضمون را یافتہ۔ چنانچہ علامۂ تفتازانی در خاتمۂ فن ثالث از مطول بیان کردہ۔

و سید حسین خالص گوید ؎

خونے ز دمِ تیغ تو ای شوخ چکیدہ است   آن خال کہ بر گوشۂ ابروے تو پیدا است

ومؤلف کتاب پیش از اطلاع این بیت گفته ؎

لَیْسَتْ مِنَ الْمِسْكِ خِیْلَانٌ بِوَجْنَتِهٖ   دَمٌ تَقَاطَرَ مِنْ صِمْصَامِ لَحْظَتِهٖ

وعلماء گفته اند که اگر ثانی از اول در بلاغت افزون باشد محمود است و اگر دون باشد مذموم - و اگر مساوی باشد فضیلت اول راست و ثانی بعید از ذم است۔ بشرطیکه آثار سرقه هویدا نباشد۔

عارف جامی قدس سره در بہارستان تحت ترجمۂ سلمان ساوجی میفرماید کہ:-

وے در سلاست عبارات و دقت اشارات بے نظیر اُفتاده - در جواب اُستادان قصائد دارد - بعضے از اصل خوبتر و بعضے فروتر و بعضے برابر - وی را معانی خاصہ بسیار است و اکثرے از معانی استادان بہ تخصیص کمال اسمٰعیل در اشعار خود آورده چون ثانی در صورت خوبتر و اسلوب مرغوب تر واقع شده محل طعن نیست ؎

معنیِ نیک بود شاہدِ پاکیزه بدن   کہ بہر چند در و جامہ دگرگون پوشند

کسوتِ عار بود باز پسین خلعتِ او   گرنه در خوبیش از پیشتر افزون پوشند

ہنر است این کہ کہن خرقۂ پشمین ز برش   بدر آرند و در و اطلس و اکسون پوشند

ومضمونِ این قطعه را محرر کلمات در بیتے آورده و بر منطوق قطعه شاہدے گزرانیده۔ بیت این است ؎

شاہدِ معنی کہ باشد جامۂ لفظش کہن   نکتہ دانے گر حریرِ تازه پوشاند خوش است

(۳۹) کلیم ابو طالب

ہمدانی المولد کاشانی الموطن - عارج طور معانی است و مقتبسِ نور سخندانی - بیضۂ سخنش ید بیضا است و خامۂ سحر شکنش ہمدست عصا - در جمیع اسالیب نظم قدرت عالی دارد و ہمہ جا داد سخنوری می دہد و لہذا جمعے او را خلاق المعانی ثانی گفته اند

دوبار بسیر ہند شتافت کرت اولی درعہد جہانگیری رسید و باشاہ نوازخان بن میرزا رستم صفوی صحبت کوک گردید- بعد چندے (اورا) یاد وطن دامنگیر شد و در سنہ ثمان وعشرین والف (۱۰۲۸) بعراق عجم صرف عنان نمود و "توفیق رفیق طالب" ۱۰۲۸ تاریخ مراجعت خود یافت لیکن بیش از دو سال در آنجا نہ استاد- و کرت ثانی شبدیز عزم جانب ہند جلوریز ساخت و با میر جملہ شہرستانی متخلص بروح الامین مصاحب و مربوط گشت و تمتعے برداشت- و در مدح او و شاہ نوازخان قصائد غرا پرداخت آخر دست بدامن دولت صاحبقران ثانی شاہجہان اَنَارَ اللّٰہُ بُرْھَانَہٗ زد و در ثنا گستران قوائم سریر خلافت رتبۂ سرحلقگی بہم رساند- و بخطاب ملک الشعرائی بلند آوازہ گشت- و سالہا در رکاب والا مشمول عواطف بود-

صاحبقران وقتے کہ از سفر اول کشمیر لوای معاودت برافراخت و چتر سلطنت در قرب مستقر الخلافہ اکبرآباد سایۂ وصول انداخت ساعت درآمدن شہر و جلوس بر تخت مرصعے کہ حسب الامر بصرف یک کرور روپیہ زینت ترتیب یافت- و در عرض ہفت سال صورت اتمام پذیرفت- و شعراء پای تخت اشعار آبدار در تعریف این سریر بے نظیر پرداختہ اند- و مورخان روزگار برخے از ان اشعار در تاریخ نامہا ایراد ساختہ- باختیار انجم شناسان روز جمعہ سوم شوال سنہ اربع و اربعین والف (۱۰۴۴) مقرر شد- و تا رسیدن ساعت در نزدیکی شہر توقف نمود- و غرۂ شوال این سال نیر اعظم در نزہتکدۂ حمل خرامید و معانقۂ عید و نوروز نشۂ سرور جہانیان را دوبالا ساخت- پادشاہ بتاریخ مقرر داخل شہر شد- و بر تخت مرصع جلوس نمود- و تا نہ روز جشن عالی انعقاد یافت-

ابوطالب کلیم در تہنیت اربع و توصیف تخت مرصع قصیدۂ نظم کرد و بہ پایۂ سریر اعلیٰ معروض داشت مطلعش این است ؎

خجستہ مقدم نوروز غرۂ شوال فشاندہ اند چہ گلہاے عیش بر سر سال

قصیده درجهٔ قبول یافت۔ وکلیم بمیزان عنایت خسروی سنجیده شد۔ مبلغ پنج ہزار و پانصد روپیہ ہم سنگ برآمد۔ و بآن زبدهٔ موزونان انعام شد۔

و در جشن نوروز سال دیگر یعنی خمس و اربعین و الف (۱۰۴۵) حاجی محمد جان قدسی در مقابلهٔ قصیده برز سنجیده شد۔ و ہمین قدر مبلغ ہموزن برآمد چنانچه در ترجمهٔ او گزارش یافت۔

و در سنه ست و اربعین و الف (۱۰۴۶) باقیا نائینی قصیدهٔ تهنیت نوروز بعرض صاحبقران رسانید و بزر برکشیده شد۔ و مبلغ پنج ہزار روپیه مساوی وزن حاصل کرد۔

و بوضوح پیوست که قدسی و کلیم بپایهٔ سریر شاہی چنانچه در میزانِ اکرام ہم سنگ بودند در میزانِ انعام ہم رتبهٔ مساوات داشتند۔ و چنانچه این ہر دو از باقیا در موزون معنوی راجح اند در موزونِ صوری نیز رجحان داشتند۔

و در جشن وزن شمسی سنه ثمان و اربعین و الف (۱۰۴۸) در دار السلطنت لاہور کلیم را ہزار روپیه بصیغهٔ جائزهٔ شعر عنایت شد

کلیم در آخرِ ایام حیات خود نظم فتوحات صاحبقران تقریب ساخته رخصتِ کشمیر حاصل کرد۔ و در آن خطهٔ بهشت آئین رنگِ اقامت ریخت و بتقرر سالیانه از سرکار پادشاہی آسوده حال می گزرانید۔

چون الویهٔ صاحبقران در سنه خمس و خمسین و الف (۱۰۵۵) بصوب کشمیر ارتفاع یافت۔ و غرهٔ ربیع الاول این سال ظل ورود بر خطهٔ کشمیر انداخت ۔ ابوطالب کلیم قصیدهٔ در تهنیتِ مقدم بسمع پادشاه رسانید و بمرحمت خلعت و دوبیست اشرفی طلاسے احمر بهره مند گردید۔

و ہمچنین روزے که موکب سلطانی موافق چهارم شعبان ہمین سال از

گلگشتِ کشمیر عطف عنان نمود۔ کلیم را در صلۂ قصیده دو بیست مہر انعام شد۔
فوت کلیم پانزدہم ذی الحجہ سنہ احدی وستین والف (۱۰۶۱) وقوع یافت
و در نزدیکی قبر محمد قلی سلیم مدفون گردید ؎

گفت تاریخ وفاتِ او غنی | طورِ معنی بود روشن از کلیم ۱۰۶۱ھ

این چند بیت از دیوانِ کلیم نقل می شود ؎

دل دامنِ مجاورتِ چشم تر گرفت | با طفل اشک صحبت دیوانہ در گرفت
زان چشم ندیدم کہ نگاہے بمن اُفتد | بیمار عجب نیست اگر کم سخن اُفتد
نہ رحم کرد کہ خونِ دلِ خراب نخورد | غرورِ او ز سفالِ شکستہ آب نخورد
کے تمناے تو از خاطرِ ناشاد رود | داغِ عشقِ تو گلے نیست کہ بر باد رود
دماغ بر فلک و دل بزیرِ پاے بتان | ز من چہ مے طلبی۔ دل کجا۔ دماغ کجا
گر قفس تنگ است از بیرحمی صیّاد نیست | صید از ذوقِ گرفتاری بخود بالیدہ است
دیدۂ اُمید را کردی سفید از انتظار | دوستداران را نبود این چشم از دلدار نیست
ہر آنچہ رفت ز دستم برون ز دل ہم رفت | میانِ دست و دلم چون صدف جُدائی نیست
از جہان بے بہرہ را نبود تمنا عمرِ خضر | روز کوتاہ از برای روزہ داران بہتر است
تو پادشاہِ حسنی۔ مشمار بوسہ بر ما | زیرا کہ عیبِ شاہان دانستنِ حساب است
ہر کہ خود بین و خود آرا۔ ز ہنر محروم است | ہمچو طاؤس کہ پُر زینت و کم پرواز است
سر بر تنِ صدف نبود زانکہ روزگار | یکجا بہیچ کس سر و سامان نمی دہد
کبابِ حُسنِ توام قدرِ حظ نکو دانم | ز سایہ ذوق نکرد آنکہ آفتاب نخورد
اغنیا بہرہ ز اندوختۂ خود نبرند | کہ ہمین تشنہ لبی قسمتِ دریا باشند
مژہ را داد ز کف چشمِ تو در آخرِ حُسن | تُرکِ مفلس چو شود تیغ بہ بازار برد
دوستان نازک مزاج و ما بسے نازک دماغ | چون کسے او فات صرفِ پاس خاطرہا کند

بنان ز صحبتِ ہم می کنند کسبِ غرور	ترا بآینہ ہم آشنا نمی خواہم
دشنام و بوسہ ہرچہ عوض می دہی بدہ	حاشا کہ با تو بر سرِ دل گفتگو کنم
چون رشتۂ گلدستہ بگردِ ہمہ خوبان	گردیدم و یک یار وفادار ندیدم
آخر لبانِ فاختہ ام شد گلو کبود	رہنت ز خلق بسکہ بگردن گرفتہ ام
از اداے خارج ہر کس خجالت می کشم	باکمال بے دماغی من وکیلِ عالمم
نہال سرکش و گل بے وفا و لالہ دورو	درین چمن بچہ اُمید آشیان بندم
مکشاے زبان بہ زخودے را چو بہ بینی	زنہار کہ شمعِ شبِ مہتاب نباشی

(۴۰) معصوم ۔ میر معصوم

پسر میر حیدر معمائی کاشی و برادر میر سنجر است ۔ صاحب ذہن ثاقب ۔ و ہم طرح ابوطالب کلیم و میرزا صائب بود ۔

میرزا صائب غزلے می فرماید و یکرنگیِ ہر سہ معنی طراز با ہم بیان می نماید ؎

خوش آن گروہ کہ مستِ بیانِ یکدگرند	ز جوشِ فکرمیِ ارغوانِ یکدگرند
نمی زنند بسنگِ شکست گوہرِ ہم	پے رواجِ متاعِ دکانِ یکدگرند
زنند بر سرِ ہم گل ز مصرعِ رنگین	ز فکرِ تازہ گلِ بوستانِ یکدگرند
سخن تراش چو کردند تیغِ الماس اند	زند چو طبع بکندی فسانِ یکدگرند
بغیرِ صائب[۱] و معصوم[۲] نکتہ سنج و کلیم[۳]	دگر کہ ز اہلِ سخن مہربانِ یکدگرند

میر معصوم مدتے با حسن خان حاکم ہرات بسر بردہ در عہدِ شاہجہانی قصدِ ہند کردہ در نواحی بنگالہ اُفتاد ۔ اعظم خان ناظم بنگالہ میرزا با عزاز و احترام پیش آمد ۔ و لوازم قدر شناسی تبقدیم رساند ۔ اعظم خان جدّ ارادت خان واضح است ۔ احوال او مجملاً در ترجمۂ واضح سمت وضوح می پذیرد ۔

میر معصوم مدتے رفاقتِ اعظم خان برگزید- واز موائد احسان او کامیاب گردید
سکۂ سخن باین خوش عیاری رواج می دہد ؎

مراکشایش خاطر نہ از گلستان است کلید قفلِ دلم برّۂ بیابان است

ای کہ ہمراہِ موافق زجہان مے طلبی آن قدر باش کہ عنقا زسفر باز آید

خرابِ ہمتِ خویشم کہ صبح چون گردون گر آفتاب بدستم فتاد شام نماند

نازم قاصد چون برآمد قالب من شد تہی مرغ روحِ من جوابِ نامۂ دلدار بود

بعد تحریر سرو آزاد معلوم شد کہ میر معصوم در سنہ اثنین وخمسین والف (۱۰۵۲)
درہند وفات یافت- وقطعۂ تاریخ فوتش در دیوانِ میرزا محمد علی ماہر بنظر در آمد- مادۂ
تاریخ این است مصرع معصوم نزد حیدر وسیخر قدم نہاد-
۵۲ ۱۰ ھ

(۴۱) شیدا

مولد ومنشأ او فتحپور از توابع اکبر آباد است- صاحب ذہن رسا وفکر آسمان پیما
بود وشعر را بسرعت تمام میگفت- وبچشم زدن جواہر فراوان می سفت طبعش در مسلک
سخن طرازی اگرچہ راست می رفت اما از جادۂ حسن خلق انحراف داشت-
قصیدۂ اعتراضاتے کہ در مقابلۂ قصیدہ حاجی محمد جان قدسی بنظم آوردہ شہرت
تمام دارد- وطالبائے آملی و میر الٰہی ودیگر مردم راہجو کرد- چون شیوۂ ہجا
شعار خود ساختہ بود- خود نیز ہدف ناوک حریفان می شد- مناظرۂ شیخ فیروز باشیدا
مشہور است-
صاحب تاریخ صبح صادق روایت می کند "عدد اشعارش بصد ہزار رسید"
در اوائل حال چندے رفیق خانخانان بود وایامے ملتزم آستانۂ شہریار
بن جہانگیر بادشاہ- بعد ازان در سلک ملازمان صاحبقران ثانی شاہجہان-

اَنَا رَاللّٰهُ بُرْهَانَهٗ منخرط شد- و در زمرۂ احدیانِ سرکار والا داخل گردید- و چون مطلع او کہ ؎

چیست دانی بادۂ گلگون مصفا جوہرے حُسن را پرورد گارے عشق را پیغمبرے

بسمع پادشاہ رسید در غضب آمد بجہت آنکہ اُم الخبائث را در لباسے کہ نباید وصف کرد- وحکم صادر شد کہ از ممالک محروسہ اخراج نمایند- شیدا قطعہ عذری املا نمود- و قول عارف جامی قدس سرہ استشہاد آورد کہ ؎

از صراحی دو بار قلقل مے پیش جاؔمی بہ از چہار قل است

پادشاہ از سرِ عتاب درگزشت ؎

الحق در عہد اکبر پادشاہ و جہانگیر پادشاہ وہنے در بنیاد اسلام راہ یافتہ صاحبقران ثانی از سرِ نو مؤسّس قوانین شریعت شد و سلطان اورنگ زیب عالمگیر متمم- و این ہر دو پادشاہ غفران پناہ حق عظیمے بر اسلامیان ہند ثابت کردہ اند-

شیدا آخر حال در خطۂ کشمیر گوشہ گیر شُد بمواجبے از سرکار صاحبقرانی موظّف گشت-

از منظوماتِ اوست مثنوی مسمی بہ **دولت بیدار** در برابر مخزن اسرار مطلعش این است ؎

بسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْم آمدہ سر چشمۂ فیض عمیم

درین چمن نہ گل و لالہ شبنم اندود است کہ خندۂ گل این باغ گریہ آلود است

بیک دل کے نتوان اندیشۂ دنیا و دین کردن کہ نتوان ہر دو دستِ خویش در یک آستین کردن

گفتن دعا بہ لف تو تحصیل حاصل است باخضر کس نگفت کہ عمرت دراز باد

فسونگر داند آن خاکے کہ از وی بوی مار آید شناسم بوی زلفت را اگر در مشکِ تر پیچی

هوایت در سرے گنجد که در زیرِ دم تیغت | چو شمع از جیبِ خود هر دم سرِ دیگر برون آرد
شهیدِ حسرتِ آغوشت ای نازک بدن گشتم | بجائے موے سر در ماتمم بند قبا بکشا

(۴۲) ادهم میرزا ابراهیم بن میر رضی

از اجلۂ سادات ارتیمان من توابع همدان است پدرش میر رضی نیز صاحب سخن بود۔ دیوان مختصرے ازو بنظر در آمد۔ طور قدما دارد۔ ساقی نامۂ او شیرین اُفتاده ازان است ؎

دماغم زمے خانه بوئے شنید | حذر کن که دیوانه ہوئے شنید
بگیرید زنجیرم اے دوستان | که پیلم کند یادِ ہندوستان

دور ازان در اشک بیتابم بمژگان آشناست | دست با سر سر بزانو۔ پا بدامان آشناست

ادهم بیانے خوش دارد و زبانے دلکش۔ میرزا صائب سخن او را تضمین می کند و می گوید ؎

این جوابِ آن غزل صائب که ادهم گفته است | گر منش دامن نگیرم خون من خود مرده به

ادهم از جانب مادر صفوی نژاد است۔ در ریعان شباب قصدِ گلگشتِ ہندوستان کرد۔ و در عهد شاهجهانی درین دیار رسیده۔ بذریعه حکیم داؤد مخاطب به تقرب خان که از امراء عمدۂ شاهجهانی بود باریاب محفل خلافت گردید۔ و نوئینان عظام نظر به نجابت خاندان طرف مراعات او نگاه می داشتند۔ لیکن ازبسکه برندی و بیباکی مجبول بود ۔ وسودائے نیز در سر داشت۔ و علانیه مرتکب مناهی می شد۔ و با اعیان شوخیها می کرد۔ از مرتبه افتاد۔ و چون با تقرب خان هم بے ادائیها از حد گزرانید۔ خان مذکور او را بحبس فرستاد۔ تا در سنه ستین و الف (۱۰۶۰) در دار الخلافه شاهجهان آباد زندان هستی را پدرود نمود۔

بہار سخنش چنین جوش مے زند ؎

رسائی بین کہ چون برخیزد از جا قدرِ رعنایش فتد گیسوئے او چون سایۂ شمشاد بر پایش

(۴۳) الٰہی - میر الٰہی

از سادات اسد آباد من نوابع ہمدان است - کلامش لطافتے وعذوبتے دارد - ومذا فہار الذتے خاص می بخشد -

در صفاہان بسیار بودہ - وبا حکیم شفائی و آقا رضی صحبت داشتہ - آخر بہ نزہتکدۂ ہند شتافت و در سلک ملازمان شاہجہانی انتظام یافت - بسیار خوش خُلق و درویش مزاج بود - ونزد اکابر معزز و محترم می زیست -

فوتش در سنہ اربع وستین والف (۱۰۶۴) واقع شد غنی کشمیری این مصرع تاریخ یافت - مصرع بُرد الٰہی زجہان گوی سخن ۱۰۶۴ھ

سیف کلکش جوہرہا باین خوبی عرض می کند ؎

زمانہ بسکہ مرا خاکسار مردم کرد زآب دیدۂ من می توان تیمم کرد

رباعی

از دوریت ای تازہ گلِ باغِ مراد چون غنچۂ چیدہ خندہ ام رفتہ زیاد

گر بان چو پیالۂ پُرم ، بکفِ مست نالان چو سبوی خالیم در رہِ باد

(۴۴) یحییٰ - میر یحییٰ کاشی

شاعرے است احیاء معانی کارش - وجان در کالبد سخن دمیدن شعارش - از ولایت خود در عصر صاحبقران ثانی شاہجہان رہگرائے ہند شد و در ذیل ثنا طرازان شاہی منسلک گردید -

مُلّا عبد الحمید مؤلف شاہجہان نامہ گوید :-

"غرۂ ذی القعدہ سنہ تسع وخمسین والف (۱۰۵۹) میر یحیی شاعر را صد مہر انعام شد انتہیٰ"

وچون قلعہ ارک دار الخلافہ **شاہجہان آباد** با سائر عمارات بصرف مبلغ شصت لک روپیہ در سنہ ثمان وخمسین والف (۱۰۵۸) انجام گرفت۔ وصاحبقران وقت داخل شدن درین عمارات جشن عالی ترتیب داد۔ **میر یحیی** تاریخ بر آورد کہ ع

شد شاہجہان آباد از شاہجہان آباد
۱۰۵۸ھ

دران جشن تاریخ از نظر شاہی گزشت وہزار روپیہ صلہ مرحمت شد[1]

انتقال او در شاہجہان آباد یازدہم محرم سنہ اربع وستین والف (۱۰۶۴) اتفاق اُفتاد۔

نخل سخن باین ناز کی می بندد ؎

بہ بوریا نہ نہی پا کہ از فقیران است | قدم منہ بہ نیستان کہ جای شیران است
زروی آدمیت بندہ من ناصح نمی داند | کہ من با آن پری خو کردہ ام آدم نمی خواہم
مدہ ز دست گریبانِ گوشہ گیری را | کہ مومیائی پائے شکستہ دامان است
ہر چہ پایم تا نیفشانم نمی گیرم قرار | در کفِ زالِ فلک سیپتہ چون پرویز نم
نرمی بسیار خواہد باد رشتہ ستان ساختن | مغز خونہا خورد تا در استخوان جا کردہ است
ہمچون غلاف گردد موافق یکے شوند | با تیغ شان ز ہم نتوان ساختن جُدا
حیا نم نس بود چندان کہ یکشب با گلے باشم | شود چون روز روشن عمر چون شبنم نمی خواہم
ہران نے کا رزو در ناخنِ دل کردہ بود آخر | برائی فرشِ ایوانِ قناعت بوریا کردم
نیم از ناوکِ صیاد آگہ۔ اینقدر دانم | کہ جائے دام اگر خواہی بچاکم میتوان کردن
دو لب دو ناخنِ مرد است تا بہم نرسند | گرہ ز خاطرِ خود وا نمی توان کردن

---

[1] مآثر الامرا جلد سوم صفحہ ۲۶۹ مطبوعہ کلکتہ سنہ ۱۸۹۱ء

(۴۵) دانش میر رضی بن میر ابو تراب رضوی مشهدی

شاعرِ عالی جناب است و معنی تازه یاب - زلال فکرش در کمال صفا و شیرینی و نهال بیانش در نهایت تازگی و دلنشینی -

در عهد شاهجهان پادشاه با والد خود عازم هند گردید و در اشتیاقِ هند گفت ؎

راهِ دورِ هند پابستِ وطن دارد مرا — چون حنا شب در میان رفتن بهندستان خوش است

بعد وصول هندوستان باریاب محفل شاهجهانی گشت - و در شعبان سنه خمس و ستین والف (۱۰۶۵) قصیده در مدح پادشاه بعرض رسانید - و دو هزار روپیه صله عنایت شد - بیتے ازان قصیده این است ؎

بخوان بلند که تفسیر آیهٔ کرم است — خطے که از کفِ دستِ مبارکش پیداست

و چندے خود را در ملازمان شاهزادهٔ دارا شکوه در آورده به الطاف خاص نوازش یافت - شاهزاده را این بیت او که ؎

تاک را سرسبز کن ای ابر نیسان در بهار — قطره تا می میتواند شد چرا گوهر شود[۱]

بسیار خوش آمد و لک روپیه بهاے شعر مرحمت نمود -

و ایامے در بنگاله با شاهزاده محمد شجاع بن شاهجهان نیز بسر برد - از انجا رخت سفر به حیدر آباد دکن کشید - و نزد عبد الله قطب شاه والی آنجا اعتبار تمام بهم رسانید -

میر ابو تراب والدِ میر رضی هم طبع نظم داشت و فطرت تخلص می کرد - و در حیدر آباد در سنه ستین والف (۱۰۶۰) بر بستر تراب خوابید - قبر او در دائرهٔ

---

[۱] مراة الخیال صفحه ۲۵۸ مطبوعه کلکته -

میر محمد مومن استرآبادی دیده شُد- بر لوح مزارِ او کنده اند که این رباعی را دم آخر بنظم آورد[۱]- رباعی

فطرت بتو روزگار نیرنگی کرد ننواخت بمهر خارج آهنگی کرد
آن سینه که عالمے درو می گنجید اکنون ز ترددِ نفس تنگی کرد

و رباعی دیگر از میر رضی که در فراق والد خود گفته ہم بر لوح مزار میر ابوتراب تحت رباعی مذکور نقش است رباعی

دانش مکن اعتماد بر عمر دراز کاید بزمانِ کم بسر عمر دراز
گیرم که چو عیسےٰ بفلک بر شدۂ آید بچه کار بے پدر عمر دراز

آخر الامر سلطان عبداللہ قطب شاہ میر رضی را نائب الزیارۃ خود مقرر نموده در سنه اثنین وسبعین والف (۱۰۷۲) رخصت مشهد مقدس ساخت که در روضۂ رضویه از جانب سلطان مراسم زیارت بتقدیم رساند و در اِزاء این خدمت دوازده تومانِ تبریزی سالیانه از سرکار سلطان باو می رسید- نقل فرمان تقرر سالیانه در منشآت حاجی عبد العلی طالقانی که منشیِ سلطان عبداللہ بود- بنظر رسید-

انتقال میر رضی در سنه ست وسبعین والف (۱۰۷۶) واقع شد- منتخب دیوانش بملاحظه در آمد و این اشعار منتخب گردید ؎

نمک شناس اسیران گر از قفس رستند به نخلِ خانهء صیّاد آشیان بستند
رویِ ماهِ نو بروی بادۂ گلگون ببین آب عمر افزا بنوش و حُسن روز افزون ببین

---

[۱] همین رباعی با دنی تغیر در مآثر الامرا جلد دوم صفحه ۵۸۸ مطبوعه کلکته در ترجمه علامۂ فیضی مذکور است و وفات او در سنه یک هزار و چهار اتفاق اُفتاده میر ابوتراب در سنه یک هزار و شصت رو داده پس از اینجا باید فهمید که حقیقت حال این رباعی چیست-

در بزم کنم سَیر کہ جائے دگر م نیست | از حلقہ برون چون قدح می سفرم نیست
بتارِ ساز درین بزم نسبتے داریم | خوش اند اہلِ نشاط از ضعیف نالیہا
پر حذر از آفتِ ہم صحبتِ دیرینہ باش | کاش از اول نبودے شیشہ با سنگ آشنا
صفحۂ دشت بامدادِ رفیقان طی کُن | چون قلم بے دو سہ یارے بسفر نتوان رفت
کُشادہ روئیِ خوبان در آخرِ حُسن است | درین چمن ہمہ جا موسمِ خزان باز است
متاب رُخ نفسے تا بجائے خود باشیم | چو عکسِ آینہ ما زندہ از نگاہ تو ایم
شبِ عید ست آدمی بینم قدح در دستِ رنگینش | شبستانِ حنا امشب چراغ روشنے دارد

(۴۶) مسیح حکیم رکنا کاشی

مسیح و مسیحا و مسیحی تخلص می کند۔ شاعری ست عیسیٰ نفس۔ در تشخیص مزاج معنی زود رس۔ خادمِ طبیعتِ سخن۔ روح آفرین قوالب کہن۔
میرزا صائب نام اورا بتعظیم میگیرد و می گوید ؎
این آن غزلِ حضرتِ رکنا ست کہ فرمود | پائے ملخے پیش سلیمان چہ نماید
در فن طبابت نیز یدِ طولیٰ داشت۔ و آثار تخلص خود بظہور می رسانید۔ سالہا از مصاحبان خاص شاہ عباس ماضی بود۔ شاہ مکرر منزلِ او را بپرتوِ قدوم برافروخت۔ آخر مزاج شاہی منحرف شد۔ حکیم کم التفاتی شاہ مشاہدہ کردہ از ولایت برآمد و درین باب گوید ؎
گر فلک یک صبحدم با من گران باشد سرش | شام بیرون می روم چون آفتاب از کشورش
و خود را بدار الامن ہند کشید۔ و در آستانۂ اکبر بادشاہ بآسودگی می گزرانید[۱] و در عہد جہانگیری نیز قرین کامرانی و باریابِ محفلِ سلطانی بود تا آنکہ بتقریبے جانب

---

[۱] مآثر الامرا جلد دوم صفحہ ۲۸۳ مطبوعہ کلکتہ۔ ترجمہ رحمت خان۔

الہ آباد رفت - وچندے دران مصر رحل اقامت افگند -

آخر بارِ سفر بصوب حیدرآباد دکن بربست - میر محمد مومن استرآبادی وکیل السلطنت محمد قلی قطب شاہ بدیدن حکیم تشریف آورد حکیم برسم تواضع شیشۂ گلاب را غلط کردہ شیشۂ شراب برمیر افشاند - میر آزردہ گشت وحکیم غرقِ عرقِ انفعال شدہ راہ بیجاپور گرفت - ودرانجا نیز زمانہ موافقت نکرد - ناگزیر بہ اُردوی جہانگیری معاودت نمود - وبامہابت خان ملازم گشت -

چون صاحبقران ثانی شاہجہان براورنگ فرمانروائی برآمد حکیم قطعۂ تاریخی املاکردہ بعرض رسانید وبانعام دوازدہ ہزار روپیہ کامیاب گردید ازان قطعہ است ؎

پادشاہِ زمانہ شاہ جہان — خرم وشاد وکامران باشد

بہرِ سالِ جلوس او گفتم — درجہان بادتاجہان باشد
۱۰۳۷ھ

ودرسنہ احدی واربعین والف (۱۰۴۱) بنابر کبرِ سن التماس رخصتِ مشہد مقدس نمود - وقتِ رخصت بعنایت خلعت وپنج ہزار روپیہ کام دل اندوخت ودرین رفتن توفیق زیارتِ حرمین شریفین یافت و بایران دیار برگشت - آوجی نطنزی گوید ؎

میانِ ہمنفسان خواستم مسیحا را — ہزار شکر کہ دیدم حکیم رکنا را

سفینۂ سخن از ورطہ برکنار آمد — گزر بساحلِ ایران فتاد دریا را

کہن شراب جوان نشۂ طبیعت او — نویدِ عمر طبیعی دہد اَحِبّا را

زہے مبادتہی دستِ ساقئے کہ رساند — بپای بوس صراحی پیالۂ مارا

بعد ادراک زیارت روضۂ رضویہ بجاذبۂ حب الوطن متوجہ کاشان گردید - واپاسے توقف کردہ بہ ارادۂ درگاہِ شاہ صفی رو بصفاہان آورد وازشاہ چندان التفات نیافتہ بہ شیراز آمد - پس ازچندے باز رخت سفر بہ کاشان کشید -

میرزا امینائی قزوینی مؤلف شاہجہان نامہ می طرازد کہ:-

"حکیم رکنا بعراق مراجعت نمودہ بدعائے دولت ابد پیوند مشغول گشت - و چون در"

"سلک مدحت سرایانِ این دودمانِ علیہ انتظام داشت - و دارد - در اکثر سنوات"

"اورا از روی مرحمت بہ انعامے یاد و شاد می فرمایند۔"

دفاتش در سنہ ست وستین والف (۱۰۶۶) واقع شد۔ این مصرع تاریخ یافتہ اند[۱]

رفت بسوی فلک باز مسیح دُوُم
۶۶ ۱۰ھ

کلیاتش قریب بصد ہزار بیت است۔ معجون سخن چنین مرتب می سازد ؎

اگر خواہی کہ سنجی زورِ فقر و سلطنت باہم
بجبنبہای فغفوری بزن کشکول چوبین را

سبزہ پامال است در زیرِ درختِ میوہ دار
در پناہِ اہلِ دولت ہست خواری بیشتر

در ہجر یکدو روز صبورم کہ از فراق
چون شاخِ نو بریدہ ندارم خبر ہنوز

رباعی

ہرگز نشدم بسوزنی بارِ کسے
وین دیدہ ندوخت چشم بر تارِ کسے

صد شکر کہ در جہان نبستم ہرگز
تحت الحنکی بقصد دستارِ کسے

(۴۷) حاذق۔ حکیم حاذق بن حکیم ہمام گیلانی

واقفِ فن است و نبض شناس سخن۔ میرزا صائب بتضمین مصراع اوسے

پرواز دومی فرماید ؎

جواب آن غزلِ حاذق است این صائب
بہار دیدم و گل دیدم و خزان دیدم

مولد حاذق فتحپور سیکری است و در عہدِ جہانگیری بمنصبے شایستہ سرفرازی داشت۔

وچون حکیم ہمام باتفاق میر سید صدر جہان پہانوی در زبان اکبری

[۱] مآثر الامرا جلد اول صفحہ ۵۸۷۔

بسفارت عبدالله خان والی توران نامزد شده بود۔ صاحبقران ثانی شاہجہان در سال اول جلوس خود حکیم حاذق را بہمان اعتبار نزد امام قلی خان والی توران رخصت فرمود۔ حکیم حاذق بعد ادای سفارت مراجعت نمود واز درگاہِ خلافت بمنصب سہ ہزاری وخدمت عرض مکرر بمعرضِ امتیاز در آمد۔

و پایان عمر در مستقر الخلافہ اکبرآباد گوشۂ انزوا گرفت و بسالیانۂ پانزدہ ہزار روپیہ از سرکار پادشاہی مؤظف گردید۔ وتا سنہ اربع وخمسین والف (۱۰۵۴) سالیانہ او باضافہای متعدد بچہل ہزار رسید۔

حکیم در شوال سنہ سبع وستین والف (۱۰۶۷) در اکبرآباد شربت فنا چشید۔

او ہم خامہ را باین روش جولان می دہد ؎

زگردشِ فلک اسرار مہر ومہ شد فاش | بیک کلاہ دو سر مشکل است پوشیدن
با قدر جوانی چہ شناسیم کز اول | تصویر کشان قامتِ ما پیر کشیدند
بقولِ من نرسید است فعلِ من ہرگز | خوشا کسے کہ دراز است از زبان دستش

درینجا مجملے احوال سید صدر جہان[۱] کہ در ترجمۂ حاذق ضمناً مذکور شد بزبان خامۂ تقریب جو حوالہ می شود

صدر جہاں

مولد ومنشأ سید پہانی است بکسر بائے فارسی و یائے تحتانی در آخر قصبہ ایست از توابع لکھنؤ۔ سید فاضل جید بود۔ وطبعے ظریف ونکتہ سنج داشت۔

ابتداء حال بوساطت شیخ عبد النبی صدر بملازمت اکبر بادشاہ رسید ومنصبِ افتاء ممالک محروسہ برو قرار گرفت۔

ودر سنہ اربع وتسعین وتسعمائۃ (۹۹۴) پادشاہ اورا باتفاق حکیم ہمام نزد عبد اللہ خان والی توران بایلچی گری فرستاد بعد تقدیم سفارت معاودت نمودہ

[۱] مآثر الامرا جلد سوم صفحہ ۳۴۸۔

درخطۂ کابل پادشاہ رادریافت۔

وپس ازچندے بعطاے منصب صدارت کل برصدر عزت نشست ورفتہ رفتہ بپایۂ امارت ومنصب دوہزاری متصاعد گشت

جہانگیر پادشاہ درایام شاہزادگی چہل حدیث درخدمت سید نخواند۔ شاہزادہ اورا بسیار دوست می داشت۔ روزی سید از قرضداری خود شکایت کرد۔ شاہزادہ با سید وعدہ فرمود کہ اگر نوبت سلطنت بمن می رسد۔ قرض شمارا ادامی کنم۔ یا ہر منصبے کہ خواہید میدہم۔ بعد جلوس سید را مختار کرد۔ او منصب چہار ہزاری درخواست پادشاہ بمنصب مذکور نوازش فرمود۔ وصدارت را نیز بحال داشت۔ و **قنوج** را درانقطاع او تنخواہ کرد۔

سید محسن الزمان نافع الخلق بود۔ درصدارت عہد جہانگیری چندان مدد معاش بمستحقان مقرر نمود کہ **میرزا جعفر آصف خان** بعرض پادشاہ رسانید کہ آنچہ عرش آشیانی **اکبر پادشاہ** درعرض پنجاہ سال بخشید۔ سید درعرض پنج سال بمردم حوالہ کرد۔ صد و بیست (۱۲۰) سال عمر داشت۔ اصلاً درعقل و حواس او فتورے راہ نیافت[۱]

انتقال او درسنہ سبع وعشرین والف (۱۰۲۷) واقع شد مشہور است کہ ہرگاہ سید بسفارت **توران** رفت پادشاہ و امراء آنجا سید را درفنون بسیارے امتحان کردند مثل خوشنویسی وتیراندازی وشطرنج وغیرہ۔ سید درہر باب کامل عیار برآمد۔ ومردم آن دیار را درحیرت انداخت

اما **ملا قاطعی** رسالۂ درباب ایلچی گری **حکیم ہمام** و **سید صدر جہان** ترتیب دادہ دران رسالہ جمیع ہنرہا نسبت بہ **حکیم ہمام** نوشتہ اللہ اعلم مجلس کہ آن را نسبت بسید نقل کردہ۔ وسید برعلماء آنجا غالب آمدہ۔

---

[۱] مآثر الامرا جلد سوم صفحہ ۳۴۸ تا ۳۵۱ مطبوعہ کلکتہ۔

(۴۸) فرج - مُلّا فرج اللہ شوستری

تازہ دماغ نشئۂ زودرسی - و انجمن افروز سخن عربی و فارسی است - سید علی معصوم مکّی در سلافۃ العصر کہ تذکرۃ الشعراء عرب جمع کردہ احوال ملا را بطمطراق می نویسد[۱] و میرزا صائب مکرر او را در مقاطع یاد می کند - از انجملہ است ؎

ہمین زخاک فرج کامران نشد صائب — کہ فیض ہم بظہوری ازین جناب رسید

از وطن مالوف بسیر ممالک دکن خرامید - و در خدمت سلطان عبداللہ قطب شاہ والی حیدرآباد منزلت و ثروت تمام بہم رسانید

پری زادان سخن را چنین تسخیر می کند ؎

مغان کہ دانۂ انگور آب می سازند — ستارہ می شکنند آفتاب می سازند

در ہوائے بادۂ گلرنگ بینا بیم ما — سالہا شد کز ہوا داران این آیم ما

ازرہ ببانگ ہرزہ درایان نمے روم — کے می دہد فریب صدائے جرس مرا

گر زیر سپہر یم عجب نیست کہ دریا — در زیر حُباب است و فزون تر ز حُباب است

ہمیشہ می خورم از خود شکستِ پنداری — کہ نیمۂ دلم شیشہ نیمۂ سنگ است

و از اشعار عربی اوست ؎

لَا غَرْوَ اِنْ لَّمْ تُنْصِفِ الْاَیَّامُ بِیْ — اَلدَّھْرُ اِبْنُ عَطَا وَاِنِّیْ الرَّآءُ

وَبِذَا اجَرٰی طَبْعُ الزَّمَانِ وَاَھْلِہٖ — دَفْنُ الْکَلَامِ وَاَھْلُہٗ اَحْیَآءُ

اشارہ است بہ واصل ابن عطا معتزلی کہ الثغ بود یعنی حرف راء را نطق نمی توانست کرد - و نوعی سخن ادا می نمود کہ حرف راء در کلام او نمی آمد و عیب لثغہ بر سامعان منکشف نمی شد تا بحدے کہ ضرب المثل شد - و شعراء در اشعار خود استعمال کردند[۲]

---

[۱] سلافۃ العصر نسخۂ قلمی ورق ۳۸۸ فہرست کتب خانہ آصفیہ فن تراجم نمبر ۵۰ - [۲] ابن خلکان نمبر ۷۹۱ حرف الواو مطبوعہ یورپ و کامل مبرد صفحہ ۵۴۷ مطبوعہ یورپ -

ابومحمد خازن گوید در مدح صاحب ابن عباد وزیرے

نَعَمْ تَجَنَّبَ لَا یَوْمَ الْعَطَآءِ کَمَا ‏ ‏ ‏ نَجَنَّبَ ابْنُ عَطَآءٍ لُثْغَۃَ الرَّآءِ

و دیگرے گوید

وَجَعَلْتَ وَصْلِی الرَّآءَ لَمْ تَنْطِقْ بِہٖ ‏ ‏ ‏ وَقَطَعْتَنِیْ حَتّٰی کَاَنَّکَ وَاصِلُ

(۴۹) احسن - ظفر خان

میرزا احسن اللہ نام[1] احسن تخلص بن خواجہ ابوالحسن تربتی - خواجہ در عہد اکبر بادشاہ وارد ہند شد و بوزارت شاہزادۂ دانیال و دیوانِ دکن اختصاص یافت - و چون جہانگیر پادشاہ سریر آرا شُد خواجہ را از دکن طلبیدہ اول بخدمت میر بخشیگری نواخت و آخر بتفویض وزارت اعلیٰ و منصب پنج ہزاری ممتاز ساخت و در سنہ ثلث وثلثین والف (۱۰۳۳) حکومت دارالملک کابل ضمیمۂ وزارت مقرر گشت و ظفر خان از جانب پدر بہ حکومت کابل مامور گردید -

و چون نوبت دارائی ہندوستان بہ صاحبقران ثانی شاہجہان رسید - خواجہ را بمنصب شش ہزاری شش ہزار سوار سرفراز فرمود -

و در سنہ اثنتین واربعین والف (۱۰۴۲) صوبۂ کشمیر مرحمت شد - و نظر بر آق سفالی و دولت خواہی خواجہ را از رکاب جدا ننمودہ ظفر خان را بہ نیابت پدر رخصتِ کشمیر فرمود -

و چون خواجہ نوزدہم رمضان سنہ اثنتین واربعین والف (۱۰۴۲) در سن ہفتاد سالگی ودیعت حیات سپرد - صوبۂ کشمیر اصالۃً بہ ظفر خان تفویض یافت و منصب سہ ہزاری و علم و نقارہ مرحمت گردید -

[1] مآثر الامرا جلد اول صفحہ ۲۷۷ -

ظفرخان مدتے بہ حکومت کشمیر پرداخت۔ وملک تبت را مفتوح ساخت[1]۔ و پایانِ عمر در دار السلطنت لاہور فروکش کرد و در سنہ ثلث وسبعین والف (۱۰۷۳) محمل بہ صحرائے فنا کشید

ظفرخان صاحب جوہر و جوہر شناس بود۔ و سرے بصحبت و تربیت ارباب کمال داشت۔ افتخارش ہمین بس کہ مثل میرزا صائب مادح آستانِ اوست۔ ظفرخان چند جا در مقاطعِ غزل میرزا را یاد می کند از انجملہ است ؎

طرز یاران پیشِ احسن بعد ازین مقبول نیست　　تازہ گوئیہای او از فیض طبعِ صائب است

ہشت عدد قصیدۂ میرزا در مدح ظفرخان بنظر در آمد۔ میرزا تعریف سخندانی او بسیار می کند و پاس نمکخوارگی بجامی آرد۔

دیوان مختصرے از ظفرخان مطالعہ اُفتاد۔ از انجاست ؎

دلم بکوی تو اُمیدوار می آید　　نگاہ دار کہ روزے بکارے آید

در گوشۂ میخانہ ہمین گفت و شنید است　　یاران برسانید دماغے شب عید است

در بتانِ ہند چون او دلبرِ خود کام نیست　　رام رامم گرچہ می گوید ولیکن رام نیست

شادم بدل شکستگیِ خود کہ پیشِ من　　قدرِ دلِ شکستہ چو زُلفِ شکستہ است

گوشۂ چشمی اگر ساقی بما دارد بجاست　　عمرہا در گوشۂ میخانہ خدمت کردہ ام

(۵۰) آشنا۔ عنایت خان

میرزا محمد طاہر نام آشنا تخلص بن ظفرخان مذکور۔ در عہد شاہ جہانی منصب ہزار و پانصدی داشت۔ و احوال سی سالہ شاہجہان را ملخص بقید قلم آورد[2]۔

[1] مآثر الامرا جلد ۲ صفحہ ۷۵۸۔ [2] مآثر الامرا جلد ۲ صفحہ ۷۶۲۔

بعد جلوس خلد مکان در کشمیر زاویۂ عزلت گزید و در سنہ احدی و ثمانین و الف (۱۰۸۱) رخت بہ نہانخانہ عدم کشید

دیوانش مشتمل بر قصائد و غزلیات و مثنویات و دیگر قسم شعر بنظر در آمد۔ مثنویہاے قصیر متعدد دارد و از انجملہ است ساقی نامہ۔ این بیت ازان است ؎

حکیمانہ ساقی بہ مجلس نشست | چرا نبض مینا نگیرد بہ دست

این چند بیت از غزلیات او فراگرفتہ شد ؎

الفت میانۂ دو ستمگر نمی شود | دندانِ مار قبضۂ خنجر نمے شود
بسکہ در راہِ فنا با خاک یکسان شد تنم | میتوان ہمچون غبار افشاند از پیراہنم
از حوادث گوہرِ مردانگی کمتر نشد | تیغ اگر در آب و آتش رفت بے جوہر نشد
ہر دم نوید لطف دگرے دہد مرا | دل مے برد ز دست و جگر می دہد مرا
گر پوستم چو نافہ کشد آسمان بجاست | مو شد سفید و تیرگیِ دل ہمان بجاست
کشتئ بدست آور وقت کشتِ مہتاب آبست | مدعاے میخواران سیرِ عالم آب است
کدام چیز عزیزان زیکدگر گیرند | بغیر این کہ ز احوال ہم خبر گیرند
بیا درِ روی تو شبہا کنم نظارۂ ماہ | زرِ سفید بود از برائے روز سیاہ
خلقِ خوشت مرا بہ ثنا خوانی آورد | گل عندلیب را بسخندانی آورد
دولت بوقت تیرگیِ بخت نکبت است | جاروب وقتِ شام پریشانی آورد
تیرہ طبعان بسینہ صاف بد اند | ذوقِ آئینہ نیست بد رُو را
ما بزندانِ غمت خو بانشستن کردہ ایم | گاہ گاہے نالۂ برخیزد از زنجیر ما
لقمۂ چربِ خوشامد نکند رام مرا | دلِ من از سگِ کوی تو وفادار تراست
مرد را تن آسانی باعثِ فنا گردد | زود بگسلد از ہم رشتۂ کہ بیتاب است
از بسکہ دستِ من ز تعلق بریدہ است | رنگِ گرفتہ را بہ حنا باز می دہد

سامانِ دل ز قطعِ تعلق شود زیاد | گل بیشتر دهد چو کُنی شاخ را قلم
عقل ناچار کشد زحمتِ آلایشِ نفس | دایه پرهیز کند طفل چو بیمار شود
طرزِ آئینه خوشش نه کرد دلم | عیب پوشی به از نمد پوشی است
زدور ساختنِ ابرام سفله گرد بپش | که زدود رُستنِ مواز پے تراش بود
هر کجا بود مرا نشه صفت با خود داشت | هرگزم می نتوانست که بیخود سازد
تا درون پر بود از تفرقه دل وا نشود | چون پر آشوب بود شهر دکان نکشایند
چشم بسانِ آئنه در عیب خلق نیست | پیوسته همچو عکس خودم در کمینِ خویش
نیست نازک طینتان را طاقتِ سیمای خویش | دیدۀ نرگس ندارد تابِ سیمای چراغ
چند چون رشتۀ تسبیح شوی سرگردان | نتوان کرد سر رشته ز تقدیر برون

(۵۱) صائب۔ میرزا محمد علی تبریزی اصفهانی

امام غزل طرازان و علامۂ سخن پردازان است۔ ازان صبحے که آفتاب سخن در عالم شهود پرتو افشانده۔ معنی آفرینی باین اقتدار سپهر دوار بهم نرسانده۔ چنانچه خود گوے دعوی در میدان می اندازد و می طرازد ؎

ز صد هزار سخنور که در جهان آید | یکے چو صائبِ شوریده حال برخیزد

حامل لواے فصاحت۔ منشأ اعلاء کلمۂ بلاغت۔ نور نجابت از ناصیۂ کلامش پیدا و لمعۂ شرافت از سیمائے بیانش هویدا۔ فوج فوج مضامین برجسته منقاد جنابش۔ خیل خیل معانی بیگانه بندۂ حاضر جوابش۔ ذوق سلیم در حدیقۂ اشعارش بنو بر کردن مسرور۔ ذهن صحیح در خزینۂ افکارش بدولت تازه اندوختن مغرور۔ فکر نیرنگش موجد عبارات رنگین جعل بسیطش مخترع تراکیب دلنشین۔ زلال تقریرش در کمال روانی۔ لآلی تعبیرش در نهایت غلطانی پاے دقتِ خیال باوجِ کمال رسانیده۔ معهذا اصلا اثر تکلف گرد کلامش نگردیده۔

و این کیفیت در کلام فصحاء دیگر کمتر توان یافت۔

قصیده و مثنوی ہم دارد اما مشاطۂ فکرش بتزبین عروس غزل بیشتر پرداختہ۔ و این غزل رعنا را بطرز تازہ و انداز خاص جلوہ افروز ساختہ۔ چنانچہ خود می فرماید ؎

غزل گوئی بہ صائبؔ ختم شد از نکتہ پردازان | رباعی گر مسلم شد ز موزونان سحابی را

و نیز می فرماید ؎

غزل نبود باین رتبہ ہیچگہ صائبؔ | نوائے عشق در ایام من کمال گرفت

و از جملہ شرائف اوصاف میرزا ست کہ باوصف این جلالت شان از شعراء معاصرین و متقدمین ہر کرا در اشعار خود یاد کردہ بخوبی یاد کردہ و تیغ زبان را بازخم ہیچکس آشنا نساختہ و خود می فرماید ؎

بہ مور وقت سخن دست طرح دہ صائبؔ | گرت ہواست سلیمان این جہان باشی

پدرش از کدخدایان معتبر تبارزۂ عباس آباد اصفہان است میرزا در دار السلطنت اصفہان نشو و نما یافت۔ و بہ کمتر فرصت در شش جہت عالم کوس سخندانی زد۔ و در عین شباب آخر عہد جہانگیری متوجّہ ہندوستان گردید۔ چون وارد دار الملک کابل گشت۔ ظفر خان کہ بہ نیابت پدر خود خواجہ ابو الحسن تربتی ناظم کابل بود۔ میرزا را بہ کمند حُسن خلق صید کرد[1]۔ و لوازم قدرشناسی نوعے کہ باید بہ تقدیم رسانید۔ چنانچہ شمۂ ازین ابیاتِ میرزا مستفاد می شود ؎

کلاہ گوشہ بخورشید و ماہ می شکنم | باین غرور کہ مدحت گرِ ظفر خانم
ز نوبہار سخایش چو قطرہ ریز شوم | قسم خورد بسرِ کلک ابر نیسانم
بلند بخت نہالا بہار تربیتا | کہ از نسیم ہوا داریت گلستانم
حقوق تربیت را کہ در ترقّی باد | زبان کجاست کہ در حضرتت فرو خوانم

[1] مآثر الامرا جلد ۲ صفحہ ۷۶۱۔

توپای تخت سخن را بدست من دادی | تو تاج مدح نهادی بفرقِ دیوانم
زروی کرم توچو شید خونِ معنی من | کشید جذب تو این لعل از رگ کانم
توجان زدخل بجا مصرعِ مرادادی | تو در فصاحتے دادی خطاب سحبانم
زدِقّت تو بمعنی شدم چنان باریک | کہ میتوان بدلِ مور کرد پنہانم
چو زلف سنبل ابیات من پریشان بود | نداشت طرۂ شیرازہ روے دیوانم
تو غنچہ ساختی اوراق باد بردۂ من | وگرنہ خارے نمے ماند از گلستانم
تو مشت مشت گہرچون صدفبمن دادی | چو گل توزر بسپر ریختی بدامانم

چون حکومت کابل دراوائل جلوس صاحبقران ثانی شاہجہان بہ لشکرخان تفویض یافت۔ وظفر خان بہ ادراک عتبۂ خلافت شتافت میرزا نیز بہ رفاقت ظفر خان بہ سیر ہند خرامید

چون رایات صاحبقران در سنہ تسع وثلثین والف (۱۰۳۹) جانب دکن باہتزاز درامد۔ میرزا با ظفر خان دررکاب موکب سلطانی سرے بدیار دکن کشید۔ ازانجا کہ شہر برہان پور گرد بسیار دارد میرزا درحق این شہرے فرماید ؎

نوتیا سازد غبارِ اگرہ و لاہور را | چشم من تا خاکمالِ گرد برہان پور خورد

وچون سید لشکر محمد عارف از مشاہیر اولیا درین شہر آسودہ اند توجیہ گرد از خاطر فقیر چنین برخاست ؎

فتاد بسکہ گزر لشکرِ محمد را | غبار خیز بود کوچہائے برہان پور

ودر ایام اقامت برہان پور پدر میرزا خود را از ایران بہ دیار ہندوستان رسانید تا اورا بوطن مالوف برد۔ چون خبر قدوم پدر بمیرزا رسید۔ قصیدۂ درمدح خواجہ ابوالحسن انشا کرد و رخصت وطن التماس نمود و درآنجا می گوید ؎

شش سال بیش رفت کہ از اصفہان بہند | افتادہ است توسن عزم مرا گذار

هفتاد ساله والد پیر است بنده را | کز تربیت بود بمنش حق بیشمار
آورده است جذبهٔ گستاخ شوق من | از اصفهان به اگره و لاهور اشکبار
زان پیشتر کز اگره بمعمورهٔ دکن | آید عنان گسسته تر از سیل بے قرار
این راه دور را ز سرِ شوق طے کند | با قامتِ خمیده و با پیکرِ نزار
دارم امید رخصتی از آستانِ تو | ای آستانت کعبهٔ اُمید روزگار
مقصود چون زآمدنش بردنِ من است | لب را بحرف رخصتِ من کن گہر نثار
با جبههٔ کشاده تر از آفتاب صبح | دستِ دعا بدرقهٔ راه من برار

اتفاقاً موکب صاحبقران عنقریب در سنہ احدی و اربعین والف (۱۰۴۱) از دکن به اکبرآباد عطف عنان نمود۔ ہزدہم محرم سنہ اثنین واربعین و الف (۱۰۴۲) ظفرخان را حکومت کشمیر بہ نیابت خواجه ابوالحسن مفوض گردید۔ میرزا محمل سفر با ظفرخان بربست وپس از گلگشت کشمیر جنت نظیر عازمِ ایران دیار گشت وتا آخر ایام حیات نزد سلاطین صفویه مکرم ومبجل زلیست۔ ودر مدائح ایشان قصائد غرا پرداخت۔

وفاتش در سنہ ثمانین والف (۱۰۸۰) اتفاق اُفتاد و در اصفهان مدفون گردید وغزل میرزا که مطلعش این است ؎

درہیچ پرده نیست نباشد نوای تو | عالم پُر است از تو وخالیست جائے تو

برطبق وصیت برسنگ مزار او که یک قطعهٔ سنگ مرمر است کنده شد

راقم الحروف گوید ؎

عندلیبِ نغمه پرداز فصاحت صائبا | رفت ازین عالم بسوی روضهٔ دارالسلام
خامهٔ آزاد انشا کرد سالِ رحلتش | بلبل گلزار جنت صائبِ عالی کلام
۱۰۸۰ھ

دیوان میرزا قریب ہشتاد ہزار بیت بخط ولایت بنظر رسیده و میرزا سی وسه

غزل متفرق بخط خاص بر حواشی آن نسخه قلمی فرمودهٔ اشعارش عالمگیر است و مستغنی از تحریر۔ چند بیت بنابر التزام پیرایهٔ این مقام می شود ؎

زبانِ لاف رسوامی کند ناقص کمالان را | که رو بر خاک مالد پرفشانی بسته بالان را

نه از روی بصیرت سایهٔ بالِ ہما اُفتد | سیہ مست است دولت تاکجا خیزد کجا اُفتد

از تماشائی پریشانِ جہان دلگیر باش | وِالہِ یک نقش چُون آئینۂ تصویر باش

ہیچ ہمدردی نمی یابم سزائے خویشتن | می نہم چون بید مجنون سر بپای خویشتن

رنگین ترا ز حناست بہار و خزانِ ما | بر دستِ خویش بوسه زند باغبانِ ما

جلوۂ برق است در میخانه ہشیاری مرا | از پی تغییر بالین است بیداری مرا

مَی خورد با دیگران مستانه بر ما بگذرد | در فرنگ این ظلم و این بیدا دحاشا بگذرد

ای که فکرِ چارۂ بیماریِ دل مے کنی | نسبتِ خود را بچشم یار باطل می کنی

عشق سازد ز ہوس پاک دلِ آدم را | دزد چون شحنه شود امن کند عالم را

سخت می خواہم که در آغوش تنگ آرم ترا | ہر قدر افسردۂ دل را بیفشارم ترا

از جوانی داغہا در سینۂ ما مانده است | نقش پایِ چند زین طاؤس برجا مانده است

زپیری حرصِ دنیا نفس طامع را دو بالا شد | گدا را کاسۂ دریوزه از کوزی مثنی شد

پا از گلیم خویش نباید دراز کرد | تیغ ستم به بین چه بزلف ایاز کرد

که حالِ دردمندان پیشِ چشمِ یار می گوید | که حرفِ مرگ بر بالین این بیمار می گوید

اہلِ کمال را لب اظہار خاموشی است | رمنّت پذیر ماه تمام از ہلال نیست

ای خوبیِ اُمید باین دستگاهِ حُسن | این یک دو بوسه گر نه شماری چه می شود

رمزی ست ز پاسِ ادبِ عشق که مرغان | شب نوبتِ پرواز به پروانه گذ ارند

نقش پایِ رفتگان ہموار سازد راه را | مرگ را داغِ عزیزان بر من آسان کرده است

مکن اعانتِ ظالم ز ساده لوحیہا | که تیغ سنگ فسان را سیاه می سازد

رطلب ما بے زبانان اُمّتِ پروانه ایم	سوختن از غرض مطلب نزد ما آسان تراست
نقل کامل می شود از گرم و سردِ روزگار	آب و آتش می کند صاحب برش شمشیر را
صدق و کذب سخن سنج را گزیری نیست	چو صبح تیغ جهانگیرِ ما دو دم دارد
خبرباش که دل از خم زلفت نبرد	دُرِّ گوشِ تو یتیمی است که در عالم نیست
صرعِ رنگین بمطلع می رساند خویش را	هر که کسبِ آدمیت کرد آدم مے شود
حجاب آلودگان را جرأتِ پرواز نیست	رگرد سر گردیدنِ ما گردِ دل گردیدن است
صفای سینه مرا در حرم کند قندیل	چه شد برون ز فرنگ آمد است شیشهٔ ما
رنگ چرخ ... گلِ رعنا درین چمن	خونِ دل از پیالهٔ زر می دهد مرا
صائب ز ملائک مطلب رتبهٔ انسان	آئینهٔ بے پشت چه دیدار نماید

(۵۲) غنی - مُلّا محمد طاهر اشئوی کشمیری

اشئی قبیله ایست از قبائل معتبر کشمیر - از بدو شعور در حلقهٔ درس مُلّا محسن فانی کشمیری تلمذ نمود - چون طبع بلند داشت در کمتر روزگار حیثیتے شایسته بهم رسانید - آخر غواصی بحر سخن اُفتاد و جواهرے که بنقد جان توان خرید بیرون آورد - میرزا صائب کلام او را تضمین می کند و می فرماید ؎

این جواب آن غزل صائب که می گوید غنی یاد ایامی که دیگ شوق ما سرپوش داشت

غنی بغناء طبیعی مجبول بود و با وصف بے دستگاهی بحضور خاطر بسر می برد - ازینجاست که غنی تخلص میکند

مُدّةُ العُمر در شهر خود گزرانید - و در سنه تسع و سبعین و الف (۱۰۷۹) دامن از عالم سفلی برچید

دیوانش سائر و دائر است - چند بیت بنا بر ضابطه ثبت اُفتاد ؎

عاشقان را جنبشِ مژگانِ چشمِ یار کشت | عالمے را اضطرابِ نبضِ این بیمار کشت

تونگر را نه زیبد لب بخواهش آشنا کردن | چون نبود دست خالی بدنما باشد دعا کردن

سیلی نخوری تا ز کفِ اهلِ زمانه | چون مُهرهٔ شطرنج مرو خانه بخانه

تا توانی عاشقِ معشوقِ هر جائی مشو | می کند خورشید سرگردان گل خورشید را

سایه گر سایهٔ کوه است سبک می باشد | کسب تمکین نکند سفله ز اربابِ وقار

باتو نزدیکم ولے دورم ز فیضِ عام تو | موم در زیرِ نگین خالی ست از نقشِ نگین

از کشته شدن چهرهٔ عاشق نشود زرد | این داغ به پیشانیِ سیماب نهادند

در دمِ صبح غنی پیرِ فلک مے گوید | که قضا نان دهد آن وقت که دندان گیرد

نیست چون مُهرهٔ نردم هوسِ قصرِ بلند | خانه ام ساخته از ریختن رنگ بود

خاطرِ او از غبارِ لشکرِ خط جمع نیست | هر دم آن زلفِ پریشان شانه بینی می کند

رفتیم سوی یار و ندیدیم روی یار | مانند رهروے که رود سوے آفتاب

گر تیغ بر سرم رود از جا نمے روم | لیکن چو کوه ناله ز زخمِ زبان کنم

غنی چو سایهٔ مرغِ پریده در رهِ شوق | اگر بخاک بیفتم نیفتم از پرواز

چشمِ کرم مدار ز شاهان که جز نمد | آئینه خلعتے ز سکندر نیافت است

از نزاکت اوفتد مضمونِ من | گر بمضمونِ کسے پهلو زند

چراغِ مجلسم نبود مرا تابِ جدل باکس | اگر در پیشِ من دم میزنی خاموش می گردم

ز مضمون بردنِ یاران نمی باشد غمے مارا | چنان بستیم معنی را که نتواند کسے بُردن

سعی بهرِ راحتِ همسایها کردن خوش است | بشنود گوش از برای خوابِ چشم افسانه را

راقم الحروف را هم مضمونے مناسب مضمونِ غنی بهم رسیده که ؎

محنتِ همسایها برخود گرفتن خوش نماست | از برای چشم بینی زیر بارِ عینک است

مخفی نماند که چنانچه گوش از استماعِ افسانه افادهٔ خوابِ چشم می کند خط خود هم

که سمع قول مرغوب باشد مستوفی می گیرد - بخلاف بینی که عینک را حسبةً لله بر می دارد - و
برای نفع همسایه دیده و دانسته خود را در شکنجه می کشد -

(۵۳) ناظم هروی

عمدهٔ ناظمان جواهر معانی - و زبدهٔ گهر نبدان عرائس سخن رانی است - در خدمت
عباس قلی خان ولد حسن خان شاملو اعتبار عظیم داشت - و همت بفیض رسانی
مردم می گماشت

برهان استعدادش مثنوی[۱] "یوسف زلیخا" ست که یوسف سخن را از چاه و زندان
وارهاند و بمصر بلند پایگی برده بر تخت نشاند - اتمام این کتاب در سنه اثنین و سبعین
و الف (۱۰۷۲) شده است سنبل شعرش کاکلے می افشاند ؎

خواهم که رخش بد عمل زهد پے کنم	تسبیح تازیانهٔ گلگون مے کنم
زسیر باغ و زندان بر نیاید کام سودایم	نه شاخ سنبلے بر سر نه زنجیری است در پایم
کنی تا چند خواب ای مست غفلت ناله سر کن	سر مینای دل بکشا دماغ دیدهٔ تر کن
پیالهٔ مَی ازین شیوه آبرو دارد	بدستگیری افتادگان زپا منشین
قطرهٔ آبی کف خونی شد و بر خاک ریخت	آدم خاکی چه طرف از عالم ایجاد بست
بیقراری عضو عضوم را بکام دل رساند	زخم تیغت بر تنم چون ماه نو سیاره شد
بسکه از بے اعتباریهای خود شرمنده ام	آنچنان سوی تو می آیم که گویا مے روم

(۵۴) واعظ میرزا محمد رفیع قزوینی

نوادهٔ ملا **فتح الله** واعظ قزوینی است - پایهٔ تعریفش ازان رفیع تر که بسلم قلم

---

[۱] این مثنوی از بسکه نادر الوجود است و در کتب خانهٔ آصفیه حیدر آباد دکن موجود -

نوان رسید- وشرفۂ توصیفش ازان بلند تر کہ ببال اوراق توان پرید- لآلی منظوماتش در کمال خوش جلائی- وجواہر منثوراتش درنہایت بیش بہائی-

حجت کمالش کتاب **ابواب الجنان** است کہ قماش سخن را درنہایت نازکی بافتہ- وباتفاق جمہور کتابے باین خوش بیانی درباب مواعظ ترتیب نیافتہ- اما عمرش باتمام این کتاب وفا نکرد- فرزندش **میرزا محمد شفیع** کہ تلمیذ والد خود است مجلد ثانی بہ انجام رسانید- این مجلد دربیان فضائل اعمال است لیکن بہ آن رنگینی وخوش انشائی نیست

مطالعۂ دیوان **واعظ** طبع را دراہتزاز آورد- این چند غزال از ختن افکارش مے آید؎

اززبانِ کلکِ نقاشان شنیدم بارہا	بے زبانِ نرم کے صورت پذیرد کارہا
این قدر طولِ امل رہ میدہی دردل چرا	مصحفِ خود را باین خط می کنی باطل چرا
آزاد بہ ہمراہی کس بند نگردد	خاصیتِ سرو است کہ پیوند نگردد
بربدن ازجہان سرمایۂ از زندگی باشد	کہ افزون قیمت شمشیر از بُرّندگی باشد
حرفے اگر بعاشق سیلے ناب مے زند	شرمش طپانچہ برگل سیراب مے زند
سر برون آورد عکس از روزنِ آئینہ گفت	فیضِ صحبت می تواند سنگ را آدم کند
نیک خواہان درجہان مکروہِ طبعِ مردم اند	جز ترش روئی نہ بیند شربت از بیمارہا
روزگار آخر ستمگر را اشتمکش مے کند	شیشہ می سازد مکافاتِ شکستن سنگ را
اگر خورشید رُخسارِ تو در پیشِ نظر باشد	چو ماہِ نو زپیری می روم سوی جوانیہا
دست برداشتنِ وقت دُعا ایمائیست	کہ شفا عتگرِ ما پیشِ خدا دستِ تہی است
زابنای جنس خود بحذرباش زانکہ آب	باآن سرشتِ پاک بآئینہ دشمن است
فروتنی بجذ ازحد و ترکند نزدیک	کہ زود قطع شود راہ چون سر از یر است

فیض پروانگیِ محفلِ ما چون نکند | که چراغش زصفائیِ قدم یاران است
غم گواراتر بود آزادگان را از سرور | آب تلخی بید را باشد به از آبِ نبات
سخنوری نتوان بے سخن شنو کردن | سخن بگوش بود بیش از زبان محتاج
شود از عزل۔ طبعِ ظالم معزول ظالم تر | کمان را زه گرفتن بیشتر پر زور می سازد
آزاد نیستند بدولت رسیدگان | گردید پاے بند نگین تا سوار شد
گر تہی دستی نہ واعظ مایۂ دیوانگی است | چیست باعث کز درختان بید مجنون میشود
گشت داغم دلنشین تر در ہواے نو بہار | زانکہ بہتر مہر گردد صفحہ چون نم ے شود
باشد از بے خانمانان برگِ عیشِ اغنیا | زندگانی شہر از پہلوی صحرا مے کند
یادگیر از بید مجنون شیوۂ اُفتادگی | گر گزارند ارّہ بر فرقِ تو سر بالامکن
ظالم چو اُفتد از کار اُستادِ ظالمان است | سر حلقۂ کمانہاست چون شد کباده
صد حیف که ما پیرِ جہان دیده نبوديم | روزیکه رسیدیم به ایّامِ جوانی
ظاہر آرائی نباشد شیوۂ روشن دلان | میرد آتش از برائی جامۂ خاکستری
نیست جز خجلت از احباب تہی دستان را | بید را جز عرقِ بید نباشد ثمرے

(۵۵) رفیع میرزا حسن

شاعرِ رفیع المقدار و منشی کامل عیار بود۔ اصلش از قزوین است۔ مدتہا باقامت مشہد مقدس سعادت حاصل کرد لہٰذا به مشہدی شہرت گرفت
بعد از آن که منازلِ علوم رسمی طی کرد و دستمایہ فنون بہم رساند۔ نزد نذر محمد خان والیِ بلخ رفت۔ و بمنصب انشا امتیاز یافت۔
آخر عازم ہند شد و چہاردہم رجب سنه اربع و خمسین و الف (۱۰۵۴) باستان بوس صاحبقرانِ ثانی شاه جہان و دولت نانه اندوخت و در ملازمت اول بخدمت

وانعام سہ ہزار روپیہ کامیاب گشت۔ ودرسلک بندگانِ درگاہ در آمد۔ ودرجشن وزن شمسی ببیست وچہارم ربیع الاول سنہ ست وستین والف (۱۰۶۶) مثنوی تہنیت جشن بعرض رسانید۔ ومبلغ ہزار روپیہ برسبیل جائزہ مرحمت شد۔

ودرعہد عالمگیری بخدمت دیوانی وبیوتاتی کشمیر مامور گردید۔ انجام کار بعد ز کبرِ سن از نوکری استعفا نمود واز سرکار پادشاہی وظیفہ تقرر یافت۔ ودر دار الخلافہ شاہجہان آباد وظیفہ حیاتش منقطع گردید۔

عندلیب قلم زمزمۂ او می سراید ؎

آنہا کہ خواب راحت برخود حرام کردند　　چون شمع کار خود را یک شب تمام کردند

سہل باشد لذتِ خاری کہ در پیراہن است　　داغم از ماہیے کہ او را خارہا جزو تن است

دل منہ بر اُلفتِ دُشمن کہ تا گرم است آب　　گرچہ می جوشد بآتش لیک با او دُشمن است

خار را آتش توان زد تا نگیرد دامنے　　من نمیدانم علاجِ خار دامنگیر چیست

نیم بسمل شدہ مرغی بکف آرم کہ مرا　　درخورِ حالتِ خود نامہ برے در کار است

بدام زلفِ تو عالم تمام دربند است　　کسی کہ باز بود دیدۂ تماشائی است

قفای آینہ را بہ رُوی آینہ دان　　کہ رو برو نشود با کسے کہ خودبین است

(۵۶) ناصح میرزا عرب تبریزی

نکتہ طراز ممتاز است ومصداق ترانۂ عندلیب شیراز کہ مصرع

"ہر آنچہ ناصحِ مشفق بگویدت بپذیر"

یعنی کلام او شنیدنی است۔ وجرعۂ جام او چشیدنی۔

میرزا صائب مکرر شعر او را تضمین می کند ودر مقطعی می فرماید ؎

این جواب آن غزل صائب کہ ناصح گفتہ است　　تا لبِ ساغر بخونِ من گواہی می دہد

فی الجملہ تحصیل کردہ در عباس آباد متوطن بود- وبشیوهٔ تجارت اشتغال داشت-
اشعار بسیار از ناصح بنظر رسیدہ- سَواد کلامش سرمہ درچشم ورق می کشد ؎

بہ سرمہ رام نگردد بدچشم جادویش | کہ از دو میل سیاہی رمید آہویش
در زندگی بمرگ کشیدہ است کارِ ما | خواب گرانِ ماشدہ سنگِ مزارِ ما
در حقیقت دلِ بیرحم ندارد مغزے | پستہ را کہ نباشد لبِ خندان پوچ است

رباعی

نادان غلطش ز سستی رائے خود است | بے قدریش از پستی کالای خود است
بر مرکب چوبین چو شود طفل سوار | خوش راہی و بد راہیش از پای خود است

(۵۷) سالک- محمد ابراہیم قزوینی

سالکِ مسالک خویش بیانی- ومخترع عجائب وغرائب معانی است- مدتے در صفاہان اقامت داشت- وباصاحب کمالانِ آنجا سرگرم صحبت بود- آخر عازم ہندوستان گردید وبواسطۂ ربط قدسی و کلیم سرمایۂ جمعیت اندوخت وبوطن مانوس مراجعت کرد- خویشانِ او آنچہ داشت ہمہ را واکشیدند- ناگزیر کرت ثانی خود را بہ ہندوستان رسانید- ومدتے اقامت گزید- وباز بجاذبۂ وطن بہ قزوین برگشت- وہمانجا درگزشت-

عنبرِ کلامش چنین بوی می دہد ؎

مہر وکین شوخیِ چشمانِ ترا آئین است | این دو بادام یکے تلخ و دگر شیرین است
چہ ذوق چاشنیِ درد عافیت جو را | کہ شیر ہم شکر آب است طفل بدخو را
عرقِ سعی محال است بجائے برسد | ابر را آبلۂ دست گہر می گردد
فرصت بہ پیشدستیِ قاتل ندادہ ایم | گلگون دواندہ بردمِ شمشیر خونِ ما

استخوانِ من و مجنون به تفاوت بردار | اے ہما چاشنیِ درد فراموش مکن
بے برگیِ من فسکیہ سر انجام ندارد | چون شمع تمام است بیک ترک کلاہم

(۵۸) سالک یزدی

رہ نورد قلمرو خوش مقالی است و تیز روِ جادۂ باریک خیالی۔
آغاز حال در شیراز بود۔ شانہ رنگ می کرد۔ آخر بکسوت درویشان برآمدہ سرے بہ صفاہان کشید۔ و چندے رحل افگند۔
از انجا بولایت دکن اُفتاد و در خدمت قطب شاہ والی حیدرآباد می گزرانید چون طائفۂ مغلیہ را از انجا برآوردند بدار الخلافہ شاہجہان آباد آمد۔ مُلّا شفیعائی یزدی بپاس ہموطنی رعایتِ بسیار نمود۔ و در سنہ ست وستین و الف (۱۰۶۶) بہ ملازمت صاحبقران ثانی شاہجہان رسانید۔ و در سلک مدحت گزاران منتظم ساخت۔
مُلّا شفیعائی یزدی مخاطب[۱] بہ دانشمند خان در عہد شاہجہانی بمنصب سہ ہزاری فائز بود۔ و در زمان عالمگیری بمنصب پنج ہزاری و والا مرتبۂ میر بخشیگری متصاعد گشت و در سنہ احدی وثمانین و الف (۱۰۸۱) در گزشت۔
سہیل طبعش عقیق سخن را چنین رنگ می دہد ؎

در ہوائے عشق پروردم دلِ دیوانہ را | چون سپند از بہر آتش سبز کردم دانہ را
آشنائی کہنہ چون گردید بے لذت بود | کوزۂ نو نکید و روزے سرد سازد آب را
نوای نالۂ نے می رسد بغارتِ ہوش | تو برق تازیِ این نے سوار را دریاب
در خور خرج بود دخل ز دیوانِ قضا | نرود تا نفسے کے نفسے می آید

[۱] مآثر الامرا جلد ۲ صفحہ ۳۰۔

زبانِ ہرزہ درایان نوان بزمی ست | کہ پنبہ سرمۂ خاموشی جرس باشد

(۵۹) صیدی - میر صیدی طہرانی

صید بند وحشیان خیال است - و دام نہ فراوان غزال - فرع شجرۂ سیادت است - و صاحب انواع حیثیت -

از صفاہان بہ ہند خرامید و پنجم ربیع الاوّل سنہ خمس وستین والف (۱۰۶۵) بہ ملازمت صاحبقران ثانی شاہجہان مباہی گشت و قصیدۂ کہ بمدح شاہی پرداختہ بود بعرض رسانید - ہزار روپیہ صلۂ قصیدہ مرحمت شد - مطلعش این است ؎

زہے جہانِ خدارا سپہر عدل و کرم | بزر بر سایۂ قدرِ تو تیرِ اعظم

سرخوش گوید :- روزے جہان آرا بیگم بنت شاہ جہان بسیر باغ صاحب آباد می رفت - میر صیدی از بام سرراہ ببانگ بلند مطلعِ خود برخوانده ؎

برقع برخ افگنده برد ناز بباغش | تا نکہتِ گل بیختہ آید بہ دماغش

بیگم شنیدہ مسرور گردید - و پنجہزار روپیہ صلہ عنایت فرمود -

دیوان صیدی بمطالعہ درآمد - قصاید در مدح صاحبقران شاہجہان دارد و مثنوی در تعریف کشمیر موزون ساختہ - در صعوبت راہ کشمیر گوید ؎

زبیمِ جان درو صد جا زیادہ | شود از باد بوی گل پیادہ

توان بہمتِ مردان دو صد سپاہ شکست | بزور خود نتوان گوشۂ کلاہ شکست

درعشق ہر کہ ہست مہیای جنگ ماست | بر روی ما کسیکہ نہ استاد رنگ ماست

ماکہ باشیم کہ در بزم تو داخل باشیم | دولتِ ماست کہ حسرت کشِ محفل باشیم

ہر کہ خواہد نظر بد بہ جمالِ تو کند | آن قدر عمر نیابد کہ خیالِ تو کند

لہ نتائج الافکار صفحہ ۴۰۲ مطبوعہ مدراس سنہ ۱۸۴۳ء -

تنها نگشته بی تو زبانم بکام بند | چون رنگِ گل شد است شرابم بجام بند
مارا به برگ سبز کجا یاد می کند | آن گل که منع بوی خود از باد می کند
صیّاد ما بنای ستم تازه کرده است | مرغی که پر شکسته شد آزاد می کند
غم زبی مهری او نیست که یکچند نهال | سایۂ مرحمتِ خویش پریشان دارد
کمتر از برگی نباید بود در تسخیرِ دل | می کند از خود نهالی را که پیوندش کنند
میانِ آشتی و جنگ هم مقام خوش است | تغافلِ نگه آمیز صد ادا دارد
خود را بچشمِ آینه دیدی و سوختیم | با آنکه اضطراب مرا عذرخواه شد
صورتِ دیوار هم در عالمِ خود زنده است | هر کسے را جامۂ هستی برنگے داده اند
مردِ بے برگ و نوار اسبک از جائے مگیر | کوزه ببیدسته چو بینی بدو دستش بردار
چو غنچۂ که بگلشن شگفته باشد فرد | زگلرخان بنو دارد نظر بهارِ امروز
نقص عشق است که از خار بنالد بلبل | نسبتِ هر چه به گلزار رسد گل باشد
چشمت هنوز از صفِ مژگان به قتل عام | سان در زمینِ آینه بیند سپاه را
هر چه می گویم از ان نامِ تو مطلب باشد | که مرا تندیِ خوے تو معمائی کرد

(۶۰) ماهر۔ میرزا محمد علی اکبر آبادی

شاعریست ممتاز در نظم و نثر سحر طراز۔ نقد عمر تا دم آخر در خریداری متاع گرانمایۂ سخن صرف کرد۔ و با کلیم و قدسی و صاحب طبعانے که بعد ازین دکان تازه گوئی چیده اند صحبت داشت۔

بدایت حال ملازم شاهزاده دارا شکوه بود و مرید خان خطاب داشت وچندے در رفاقت دانشمند خان شفیعا شاه جهانی بسر برد۔

آخر کار همه را دست زده بر پوست تخت درویشی نشست۔ وقلمروِ قناعت و

آزادی تسخیر نمود۔

سرخوش در تذکرۂ خود گوید کہ :۔

"روزے فقیر گفت۔ نواب دانشمند خان میر بخشی و ہمت خان تن بخشی ہردو برحال شما
"مہربان اند چرا منصب شایستہ نمی گیرید۔ خندہ کرد و گفت بہ ترک دنیا مشہور شدہ ام۔ ددم
"از فقیری می زنم۔ اگر الحال باز رغبت بہ دنیا نمایم بآن زن ہندو می ماند کہ با شوہر مردہ برائے
"سوختن رفتہ باشد۔ آتش سوزان دیدہ خواہد کہ بگریزد۔ کناسان ہچو بہا سرش را شکستہ
"بسوزانند[1]۔ فقر با ستقلال داشت و نازندہ بود بہ جمعیت و فراغت بود۔

راقم الحروف آزاد گوید کہ فقیر را با نواب نظام الدّولہ ناصر جنگ شہید خلف الصدق نواب آصف جاہ طاب ثراہُ ربط عجبی اتفاق اُفتادہ بود و موانقتے کہ بالاتر ازان متصوّر نباشد دست بہم داد۔ چون نواب نظام الدّولہ بعد رحلتِ پدر بر مسندِ ایالتِ دکن نشست بعض یاران دلالت کردند کہ حالا ہر رتبۂ کہ خواہید میسر است اختیار باید کرد و وقت را غنیمت باید شمرد۔ گفتم آزاد شدہ ام۔ بندۂ مخلوق نمی توانم شد۔ دنیا بنہر طالوت می ماند غرفۂ ازان حلال است زیادہ حرام۔ و این شعر فرو خواندہ شد ؎

درین دیار کہ شاہی بہر گدا بخشند | غنیمت است کہ ما را ہمین بہا بخشند

وفات ماہر در سنہ تسع و ثمانین والف (۱۰۸۹) واقع شد۔ صاحب دیوان ضخیم و مثنوی ہائے متعدد است۔ و مثنوی مختصر در مدح جہان آرا بیگم دختر صاحبقران ثانی شاہ جہان گفتہ بتوسط عنایت خان آشنا تخلص نزد بیگم فرستاد ؎

بذاتِ او صفاتِ کردگار است | کہ خود پنہان و فیضش آشکار است

بیگم را خوش آمد۔ و پانصد روپیہ صلہ فرستاد۔

---

[1] نتائج الافکار صفحہ ۲۹۲ مطبوعہ مدراس ۱۸۴۳ء۔

اما در کلیات نعمت خان عالی مثنوی شانزده بیت در تاریخ عمارت زیب النسا بیگم دختر خلد مکان بنظر رسیده - در آن مثنوی بیت مذکور ہم ہست - توارد اُفتاده باشد ماہر در مثنوی گوید در نعت سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلّم - ؎

گرچه آورد پیش ازین عیسےٰ ‌ ‌ مردهٔ را دوباره در دُنیا
از رهِ معجز آن جهانِ کرم ‌ ‌ عیسےٰ آرد دوباره در عالم

چشم چگونه دیدنِ رویت هوس کند ‌ ‌ نظاره بر چراغِ تو کارِ نفس کند

حاسدِ اہل سخن داغ ز حسن سخن است ‌ ‌ انتقامِ پدر از خصم پسر می گیرد

(۶۱) فیاض - مُلّا عبدالرزاق

لاہجی الاصل قمی الوطن - مصنف کتاب "گوہر مراد" تلمذ بخدمت حکیم صدرای شیرازی نموده و در عقلیات و نقلیات دستگاه عالی بہم رسانده و جلو اندیشه را بسمت سخن طرازی نیز عطف می ساخت -

دیوانش محتوی بر قصائد و مقطعات و غزلیات و ساقی نامه و دیگر نوع شعر بنظر رسید - قصائد طولانی فراوان در مدح ائمہ اہل بیت رضوان اللہ علیہم و اُستاد خود حکیم صدرای شیرازی - و استاذ الاستاذ میر باقر داماد استرآبادی - و در مدح شاه صفی صفوی و اُمراء عصر دارد و در حق ہند گوید ؎

حبّذا ہند کعبهٔ حاجات ‌ ‌ خاصه یارانِ عافیت جو را
هر که شد مستطیعِ فضل و ہُنر ‌ ‌ رفتنِ ہند واجب است او را

سوی زلفش می کشد آشفته سامانی مرا ‌ ‌ می کند تکلیف ہندستان پریشانی مرا

کرا دماغ که از کوی یار برخیزد ‌ ‌ نشسته ایم که از ما غبار برخیزد

اثر ندیده دل از حرف مهربانیِ تو ‌ ‌ چو شمع تا بکی این گرمیِ زبانیِ تو

زشیرین بود خسرو خوشدل فرہاد زان خوشتر | کہ دادِ دلبران خوش باشد و بیداد زان خوشتر
سنگ بالین کن و آنگہ مزۂ خواب بہ بین | تا بدانی کہ چہ در زیر سرِ مردان است
ہر ارج کند ار باغبان باین نرسد | کہ وقفِ مشہدِ بلبل کند گلستان را
قسمتِ ما زین چمن بارے تعلق بود و بس | سرو را نازم کہ آزاد آمد و آزاد رفت
دریاب این اشارہ کہ شاہانِ نامجو | نامِ بلند خود بہ نگینی سپردہ اند
ہر کس کہ زخم کاریِ ما را نظارہ کرد | تا حشر دست و بازوی اورا دعا کند
بیک زخمِ دگر جانِ مرا در اضطراب افگند | نمی دانم چہ سان معذور دارم قاتلِ خود را

(۶۲) تجلّی۔ مُلّا علی رضا اردکّانی

از کدا خدا زادگان اردکان من اعمال فارس است۔ بعد ازان کہ قدم درمرحلۂ سنِ شعور گزاشت بہ ارادۂ تحصیل علم بہ اصفہان رفت۔ ونزد آقا حسین خوانساری کہ از مشاہیر نحاریر است تلمذ نمود وتحصیل را بپایۂ تکمیل رسا۔ آنگاہ عازمِ کشورِ ہند گردید۔ علی مردان خان ولد گنج علی خاں کہ در سال یازدہم جلوس شاہ جہانی از قندھار بہند آمد و بمنصب ہفت ہزاری وخطاب امیر الامرائی سرمایۂ مباہات اندوخت۔ مقدمِ اورا گرامی داشت و بہ تعلیم فرزند خود ابراہیم خان مقرر نمود۔ ورعایتِ فراوان بعمل آورد۔ وہمچنین سائر اُمراء ایران با او مہربانی وگرمجوشی تبقدیم می رسانیدند۔

بعد چندے ہوای وطن اصلی درحرکت آمد۔ وازین دیار بہ صفاہان معاودت نمود۔ شاہ عباس ثانی مشمول رافت ساخت۔ و در شہور سنہ اثنتین وسبعین والف (۱۰۷۲) قریہ از مضافات اردکان در سیورغال او عنایت فرمود۔

و در سنہ ثلث وثمانین والف (۱۰۸۳) شاہ سلیمان صفوی اورا بہ درگاہ

طلب کرد- وبحضور مجلس خود اختصاص بخشید- از ان وقت در صفاهان مقیم بود- و بر جادۂ ذکر علم وتالیف فنون مستقیم- تا آنکه بمنزلِ خاموشان شتافت-

شاعرِ خوش خیال معنی یاب وبطالع شهرت کامیاب است- دیوان غزل وقصائد دارد- ومثنوی معراج الخیال او مشهور است منتخب دیوانش بنظر درآمد و این چند بیت به تحریر رسید ؎

خیالش چون شود خمیازه فرمای بر و دوشم	لبالب می شود چون هاله از مهتاب آغوشم
در رهِ محمل نشینانِ وفا واپس مباش	تا توانی بوی گل گردید خار و خس مباش
خواهم چو بهله با تو دمی همرهی کنم	دستے بران میان زده قالب تهی کنم
بیاکه بی‌تو به چشم نظاره زندانی است	نگه بدیده چو زنّار در سلیمانی است
هرچه آید در نظر آئینه دارِ ناز اوست	کفر و ایمان چون دو چشم از یک ادا در گردش است
نفسِ بد را اگر رسد فیضے نصیب دیگر است	آنچه با زنبور می ماند همین نیشش است و بس

(۶۳) اشرف مُلّا محمد سعید

پسر مُلّا محمد صالح مازندرانی است وصبیه زاده مُلّا محمد تقی مجلسی فاضلِ صاحب جودت بود- وشاعرِ والا قدرت- طبع چالاکش معانی تازه بهم می رساند- و عجائب گلها در جیب ودامن سامعه می افشاند-

در آغاز جلوس خلد مکان به هند رسید- و به ملازمت سلطانی استسعاد یافت- وبه تعلیم زیب النساء بیگم دختر پادشاه مفتخر گردید- مدتے باین عنوان بسر برد- آخر حُبّ الوطن مستولی گشت- وقصیده در مدح زیب النسا بیگم مشتمل بر درخواست رخصت بنظم آورد- در انجا می گوید ؎

یکبار از وطن نتوان بر گرفت دِل	در غربتم اگرچه فزون است اعتبار

پیشِ تو قرب و بعد تفاوت نمی کند | گو خدمتِ حضور نباشد مرا شعار
نسبت چو باطنی است چه دہلی چه اصفهان | دل پیشِ تست تن چه به کابل چه قندهار

و در سنه ثلث و ثمانین والف (۱۰۸۳) به **اصفهان** معاودت نمود۔ و کرت دیگر قائدِ روزگار زمام او را جانب هند کشید و در عظیم آباد پتنه باشهزادهٔ **عظیم الشّان بن شاه عالم بن خلد مکان** که در آخر عهد جد خود ناظم آن صوبه می پرداخت۔ بسر می بُرد۔ شهزاده خیلی طرف مراعات او نگاه مے داشت۔ و بنا بر کبر سنِ در مجلسِ خود حکم نشستن کرده بود۔

ملّا در پایان عمر ارادهٔ بیت الله کرد و خواست که از راهِ بنگاله در جهاز نشسته عازم مقصود شود۔ امّا در شهر **مونگیر** از توابع پتنه سزاول اجل در رسید۔ و او را بعالم دیگر رسانید۔ قبرِ مُلّا در آنجا مشهور است۔

اولاد او در بنگاله می باشند۔ میرزا محمد علی دانا تخلص پسر مُلّا محمد سعید مرد فاضل و شاعر بود۔ و در مرشد آباد فوت کرد۔ چند ورق اشعار بخط خودش بنظر در آمد۔ از انجا فرا گرفته شد

تا سینهٔ مانیست رسا ناوکِ نازت | کو نه نظری حیف ز مژگانِ درازت
دل ز من رم کرده در ابروے جانان مانده است | یاد من کے می کند در طاق نسیان مانده است
زان دل از کشمکشِ هند پریشان مانده است | که ز هر روپیه ده ماشه بما خوابانده است
نهت چو بدر شود با دلم چه خواهد کرد | هلالِ یک شبهٔ ابروت کنانم سوخت

دیوان مُلّا محمد سعید اشرف بمطالعه در آمد۔ انواع شعر قصیده و غزل و مثنوی و قطعه و غیرہا دارد۔ و همه جا حرف بقدرت می زند

وقتے زیب النساء بیگم پرستارے را برائے مُلّا فرستاد که در خدمت خود نگاه دارد۔ مُلّا نا محظوظ شد و قطعه طویلے در مذمت پرستار نظم کرده به زیب النساء بیگم

ارسال داشت - اولش این است ؎

قدر دانشور شناسا نور چشم عالما ای که هرگز قدرتِ هم چشمیت حور انداشت

درین قطعه آیه کریمه قَابَ قَوْسَیْنِ اَوْ اَدْنیٰ را جائے آورده که نمی توان بر زبانِ قلم گزراند - خدا داند در جزای این بی ادبی بچه عقوبت گرفتار خواهد گشت - اینجا ست که حق تعالےٰ می فرماید اَلشُّعَرَاءُ یَتَّبِعُهُمُ الْغَاوُوْنَ اَلَمْ تَرَ اَنَّهُمْ فِیْ کُلِّ وَادٍ یَّهِیْمُوْنَ -

این چند بیت از غزلیات او ایراد می شود ؎

اشکے که راز عشق بگوید فشاندنی است طفلے که خوش محاوره اُفتد نماندنی است

سبحه گردانی به هنگام پریشانی کند عاقل از بیمایگی دو لاب گردانی کند

از غمِ اِفلاس او قاتم به بیهوشی گزشت چون چراغِ مفلسان عمرم بخاموشی گزشت

در ایران نیست جز هند آرزو بے روزگاران را تمامِ روز باشد حسرتِ شب روزه داران را

حیات از صحبتِ افسردگان نابود می گردد که چون فصلِ زمستان شد نفسها دود می گردد

مهر خود را از تو ای بے مهر کے خواهم برید تا جوانی عاشقم چون پیر گردیدی مُرید

بدُنیا چون در آید آدمی بد بخت می گردد هوا چون در میانِ مشک آید سخت می گردد

بشانِ پلّهٔ میزان نگر که از تمکین بلند ساخته پا در برابرِ خود را

کنی اگر رهِ باریک آدمیت سر منه ز کف چو رسن باز لنگرِ خود را

ساقیا ساغر بگردش آر تمکین واگذار کشتیِ دریا کشان را لنگرے درکار نیست

گر نگین نیست نگین دانِ طلا را عشق است حسن لیمویِ آن آبله رو هم بد نیست

گشت مستغنی ز وصل اشرف بیادِ عارضش همچون آن حافظ که مصحف را تمام از بر نوشت

کاہلان را جز لگد کوبِ حوادث چاره نیست می کند مالیدگی سِینه اعضا را علاج

غافلان را چرک دنیا ئیست زینت در لباس جامۂ تصویر را از روغن مصفا تر شود

در جوانی روشِ حالت پیری دارم	چون گلِ زرد بهارم بخزان می ماند
ہمچو درویشے کہ شیرینی برِ منعم برد	عاشقان پیشِ تو اول جان سپاری میکنند
جاہلان اہل جہان را تیر روی ترکش آمد	فرد چون گردید باطل جلد دفتر می شود
رفتہ رفتہ آبرو را برطرف سازد غضب	آب را چندانکہ جوشانند کمتر مے شود
جمالِ نازنینِ نو خطم ماند مرقع را	کہ خطش در کمالِ خوبی و تصویر ہم دارد
نقرہ چون انگشتری گردید می پیچد بلعل	می شود در وقتِ پیری حرص دنیا بیشتر
مرد را خلقِ نکو کم ز نجابت نبود	موم خوشبو چو شود ہست چو عنبر ممتاز
کار خود کن راست چون فوارہ بے امداد غیر	خود نہالِ خویش و خود آبِ روانِ خویش باش
طفلِ صاحب حُسن را در خانہ بودن بہتر است	اشکِ رنگینم نمایان گر نباشد گو مباش
چو برگِ لالہ نشینند گر دہم عُشاق	بحصہ کردنِ داغِ تو درمیانۂ خویش
چو نور چشمِ ضعیف از نظارۂ عینک	شود ز ساغرِ مَی خاطرِ پریشان جمع
در دسرِ بیمار را بسیار دادن خوب نیست	از نگاہِ ناتوانِ او بچشمک ساختم
ہمچو چشمی در دلکے کز فروغ آید بہم	کلبۂ ام تاریک گردد از چراغِ دیگران
کام شیرین نکنم از تِی زنبور عسل	سر بزرگی نتوان گرد ز شانِ دگرے
بوقتِ عرضِ مطلب قفلِ خاموشی بلب دارم	چو آن شخصے کہ در خمیازہ گیرد بر دہان دستے

(۶۴) راقم۔ میرزا سعد الدّین محمّد مشہدی

راقم نقوش غریبہ و ناظم جواہر عجیبہ است۔ میرزا صائب سخن اور اتضمین می کند و می گوید ؎

این جواب آن غزل صائب کہ راقم گفتہ است	تیغ دائم آب در جو دارد و خون می خورد

پدرش خواجہ غیاثا بہ ہندوستان تجارت می کرد۔ و میرزا سعد الدین محمد

درخدمتِ اسلام خان مشہدی شاہ جہانی معزز و محترم بسر می برد۔

آخر بدار السلطنت صفاہان عود کرد۔ اول وزیر ہرات شد۔ بعد ازان وزیر مجموع ممالک خراسان۔

شوکت بخاری مادحِ اوست و مدتے با او بسر برد

دیوان راقم پیش ازین بنظر رسیدہ بود۔ در وقت تحریر بدست نیامد۔ عرائس افکارش بر منصۂ ورق جلوہ می نماید ؎

ہمیشہ بست و کشادِ من از ہنر باشد — کلید و قفلِ صدف ہردو از گہر باشد

گرہ ز ناخنِ تدبیر کی کشادہ شود — کہ از کلیدِ غلط بستگی زیادہ شود

بس بود در سفرِ کعبۂ مقصد مارا — توشۂ رہ قدمے چند کہ برداشتہ ایم

(۶۵) شوکت بخاری (محمد اسحٰق)

معنی یاب دقت آفرین۔ و گلدستہ بند خیالات رنگین است۔ از عنفوان شعور زلفِ سخن را شانہ کشید۔ و چہرۂ عرائس معانی را غازۂ تازہ مالید۔

در اصل صراف پسرے است از بخارا۔ ہمانجا نشو و نما یافت۔ و بنقادی نظر خداداد طلای جیّد در بازار نکتہ سنجے رائج ساخت

وقتے اُوزبکے او را رنجانید[۱]۔ دکّان را برہم زدہ ترکِ وطن گفت و رخت ہجر بہ مشہد مقدس کشید و ناصیۂ سعادت بآستان سائی روضۂ رضویہ منوّر ساخت وصحبت او با میرزا اسعد الدّین وزیر ممالک خراسان برآمد و سالہا با او بسر برد۔ و قصائد غرا در مدحِ او پرداخت۔ در یکے از قصائد می گوید ؎

ستارۂ فلکِ اقتدار سعد الدّین — کہ سعد اکبر ازو کرد استفادۂ نور

---

[۱] نتائج الافکار صفحہ ۲۴۲ مطبوعہ مدراس ۱۸۴۳ء۔

بیاض شعر و سواد خطِ ترا نازم | کہ بہ زشامِ ہرات است و صبحِ نیشاپور

روزے مرزا اسعد الدین کسی را در طلب شوکت فرستاد۔ شوکت دران وقت بیدماغ بود۔ جواب داد۔ میرزا آزردہ شد۔ د باحُضّار گفت یاران بہ بینید۔ من با شوکتا چہ بد کردم۔ این حرف بہ شوکت رسید۔ متاثر شد و این بیت فرو خوانے

منتِ اکسیر مارا زندہ زیرِ خاک کرد | از طلا گشتن پشیمانیم مارا مس کنید

ہمان ساعت ہمہ را پشتِ پا زد و نمد درویشی در بر کرد۔ و سرے بصوب اصفہان کشید و بقیہ عمر در دار الامانِ انزوا بسر آورد۔

چاشنی درد و مذاق شکستگی بمرتبۂ اتم داشت۔ میر عبد الباقی صفاہانی نقل کرد کہ من در اصفہان بودم کہ شوکت بخاری تشریف باصفہان آورد۔ اکثر بخدمت ادمی رسیدم۔ گاہے اتفاق ملاقات نیفتاد کہ اورا بے گریہ دیدہ باشم۔ و اعزہ کہ با او مُدتہا یار بودند می گفتند کہ تا اورا دیدہ ایم چنین دیدہ ایم۔

شوکت اکثر مضامین اِدّعائی می بندد۔ و معانی وقوعی کم دارد چنانکہ بر ناقدان عیار سخن مبرہن است۔

گلگشتِ دیوانش اتفاق اُفتادے[1] و این چند بیت در سلک تحریر در آمدہ

در از بیگانگی شوخی بروی آشنا بندد | کہ از وحشت بشامِ دیدۂ آہو حنا بندد
در شامِ غمِ خویش مرا صبح اُمید است | گر نقشِ نگین تیرہ بود نام سفید است
از برایِ سرخروی سعی بیش از بیش کن | چون گلِ رعنا خزان را زیر دستِ خویش کن
نفس از بدن رہے سوی آن آشنانہ یافت | بو کرد خاک را سگ و راہے بخانہ یافت
خونِ من صد بار می ریزی و می بندی حنا | نیست دلگیری دمے از کشتن و بستن ترا
نباشد آسمان را آفتے از لامکان سیران | خطر از زنگ می بیرون ز دنہا نیست مینا را

[1] دیوان شوکت بخاری قلمی نایاب در کُتب خانہ آصفیہ حیدر آباد دکن موجود! ت۔

یکمشت استخوان شدم از بس گرفته است | چون کعبتین داغ تو از شش جهت مرا
دخت آن شد که سبکروحیم از دست برد | چون حنای سرِ ناخن شده ام پا به رکاب
دیدو وادید بود مایۂ سرگردانی | گردشِ عید مرا سنگ فلاخن کرداست
ماتم وشور جهان دست بهم داده اند | خندۂ مینائے مے گریۂ مستانہ است
هیچ مرگے نبود سخت تر از خود بینی | پیش صاحب نظران آینہ خشتِ لحد است
می توان دادن ازان کنجِ دهن کام مرا | آرزویم گرچہ بسیار است از کم بیش نیست
غنیمت است جوانی که موسفید شدن | بقدر فرصتِ یک شیر گرم کردن نیست
عشق معشوق چو شد حُسن کند تسخیرش | شیشۂ سروِ پری زاد ز قمری دارد
هستیِ جاوید باشد ماتمِ خود داشتن | خضر پیراهن برگِ خویش آبی می کند
خود آرا شوخ زاهد مشربی افگنده از پایم | کہ دستش سبحہ از تخمِ گلِ رنگِ حنا دارد
بود کوچک دلے سرمایۂ عزّت بزرگان را | اگر دریا کند گرد آوری خود را گهر باشد
قیمتِ گوهرم افزون زنگه می گردد | گردشِ چشمِ خریدار کند غلطانم
سخن را قطع کن تا قطع راهِ دل توانی کرد | کہ من از قرصِ مُهرِ خامشی زادِ سفر دارم
طمع در مذهبِ آزاد مردان کفر می باشد | چرا گیرم ز ناصح پند آخر همتے دارم
بمردن هم نیفتد از بلندی رُتبۂ نامم | برنگِ مُردۂ فیروزه تابوت از نگین دارم

رباعی

در دهر کسی که ارجمندی دارد | عیشش مکن ارچہ خود پسندی دارد
از بس گروی فتاده ایجاد زمین | هر کس بمقام خود بلندی دارد

(۶۶) قاسم۔ قاسم دیوانہ مشهدی

درعنفوانِ سنِّ تمیز به اصفهان رفت و بہ تحصیل علم اشتغال ورزید و در عین

شباب رو بہ ہندوستان آورد۔ ومدتے درین دیار بسر بُرد و در دار الخلافت شاہجہان آباد رخت بوادی خاموشان کشید

دیوانش بملاحظہ در آمد۔ و این چند بیت پیرایۂ تحریر پوشید ؎

می طپید دل در برم از شوخیِ سیّارۂ	چشم داغم می پرد می آید آتش پارۂ
لب خموش و شکوہ در دل چارۂ ما کردنی است	ماند در منزل کلید و قفل در وا کردنی است
می شود ہر چند نیکو یار بد خو می شود	ناز چون برخویش بالد چینِ ابرو می شود
رقمے از خط مشکین تو تحریر نشد	دو جہان زیر و زبر شد زبر و زیر نشد
خامۂ بوقلمون در کفِ اندیشہ گداخت	رنگ آخر شد و نیرنگ تو تصویر نشد
قاتل دو کار در حقِ ما کرد روزِ قتل	دستم گرفت و خونِ مرا پایمال کرد
رسد لافِ تجرد قاصدِ صحرا نوردے را	کہ مانندِ نگاہ از خانۂ خود فرد برخیزد
چون نسخۂ دقیق بہ نزدیک کم خرد	از دیدن تو آئینہ را خواب می برد
فسردہ دل ہمہ شب داغہای من شمرد	چو مفلسے کہ زرِ دیگران حساب کند
باین طراوت اگر بگذری بکوچۂ نقاش	برائی ماہی تصویر فکر دام نماند
کار مژگانِ تو از گوشۂ ابرو آید	بر کمانِ تو چرا منتِ ترکش باشد
بے مشقّت نبود قطعِ تعلق تا سم	رشتہ ہر چند ضعیف است گسستن دارد
اگر از حق پرستانی ـ متاب از خلق روی دل	کہ شکل آدمی بت را خدای آدمی سازد
بسکہ بے روی تو دشوار نظر باز کنم	مژہ موئے ست کہ از داغ جدا می گردد
طفل بے پروا ست آمیزش نمی داند کہ چیست	می کند کم خانۂ آئینہ تمثالش ہنوز
خدا داند کہ سر از دیدہ یا از دل برون آرد	ز مژگان شوخ تر خاری کہ من در پای خود دارم
درین چمن ثمرِ نخلہاے بیوہ ندم	فتادہ است بہ شاخِ دگر رسیدنِ من
باش ہموار کہ آسیب درشتی نہ کشی	صافیِ آینہ بیکار کند سوہان را

رُتبۂ حرفِ سخنور زسخن سنج بپرس
خبر از قیمتِ گوہر نبود دریا را

رازِ دل نتوان بزور از مرد بینا واکشید
آب کے بیرون تراود از فشار آئینہ را

(۶۷) طغرا۔ مُلّا طغرای مشہدی

طغرای منشور استعداد است و فروغ پیشانی قابلیت خداداد۔ طرح نثر بطور نو انداختہ و لآلی عبارات را بجلای تازہ نظر فریب جوہریان ساختہ از ولایت خود بسواد اعظم ہند خرامید۔ و یکچند در ظل عنایت شاہزادہ مراد بخش بن شاہ جہان پادشاہ بمراد دل کامیاب گردید۔ و در رکاب شاہزادہ بسیر ممالک دکن پرداخت۔ آخر در کشمیر جنّت نظیر گوشۂ اِنزوا گرفت وہمانجا بمقر اصلی شتافت۔ و در نزدیک قبر ابو طالب کلیم مدفون گردید

طغرای کلامش بہ این خوش نقشے صورت می بندد ؎

دلا چو شمع رگِ گردنے ملائم کن
زبہر دادنِ سرپائے خویش قائم کن

کج نیابد کام دل بے اتفاقِ راستان
تا بفر بانت شود با تیرِ سے ساز دکمان

کلاہ فقر زتر کِ گل و گیاہ مکن
بغیر ترک ہوا صرف این کلاہ مکن

اگرچہ آینہ سرتا قدم شوی ہمہ چشم
بسوی دوست نگر۔ سوی خود نگاہ مکن

گدای عشق گرت جانشینِ خویش کند
نشستہ باش و تواضع بہ پادشاہ مکن

عروسان رابسوی حجلہ نتوان برد بے سازے
بہ آوازِ دف و نے دخترِ رز را بمینا کن

باید چو برق خندہ زنان از جہان گزشت
نتوان چو ابر بر سرِ دنیا گریستن

موی سیہ کافتد زسر ہرگز نمی گردد سفید
از عیش غربت کی کند پیری تصرف در جوان

سایہ می اُفتاد از طغرا در ایام شباب
پیر چون شد می خورد از سایۂ طغرا بر زمین

مینا بپای ساغر چون سر نہد بہ سجدہ
چیزے دگر نخواہد غیر از دعائے یاران

درسه فصلِ عمر باید سر بجیب غم کشید | تا توانی همچو گل یک فصل خندان زیستن
شاید به بیند آنچه بما کرد آسمان | از دودِ آه سرمه بچشم ستاره کن

(۶۸) مخلص (میرزا محمد کاشانی)

از عالی تلاشانِ خطۂ کاشان است۔ قیاسِ صحیحش منتج مضامین تازہ و کلام ملیحش مفید حلاوتِ بے اندازہ۔

دیوان غزلش بنظر رسید۔ سیر تمامش از تنگی فرصت اتفاق نیفتاد چند بیت عجالۃ الوقت فرا گرفتہ شد ؎

کرد بیجا دلم از طرۂ جانانہ جدا | دستِ مشاطہ الٰہی شود از شانہ جدا
نظر بنامۂ این خاکسار نیست ترا | دماغ خواندنِ خطِّ غبار نیست ترا
چہ لازم در مقامِ بحث با دشمن میان بستن | نمی باشد سلاحی بهتر از تیغ زبان بستن
چگونہ خواجہ باسمِ سخا عَلَم گردد | کہ چون سوال کنی حاتمِ اصم گردد
ما چون قلم سخن بزبانِ دگر کنیم | چون کارِ ما بحرف رسد گریہ سر کنیم
این خوارئے کہ بر سرِ کوی تو می کشیم | ہرگز نشد کہ نقل بجای دِگر کنیم
قدرت بیجا نشد مشهور در عام بہ رعنائی | تخلص بیشتر شهرت کند از نام موزون را
زعصیان لب گزیدن در جوانیها نمک دارد | ازین نعمت چہ لذت می بری چون ریخت دندانها
چون گرفتی بیت شاعر در عطا سستی مکن | تا کسے مضطر نباشد کے فروشد خانہ را
بدستِ غیر دادی ساعدِ چون نقرۂ خامت | بقربانِ سرت گردم مکن این خام دستیها
ہست تا محشر بپای بیگناہے یک قدم | امن بودن می کند نزدیک راہِ دور را
حدِّ ہر ابلہ بدستور نیست در تا نونِ عقل | چوب از مضراب می باید خرِ طنبور را
نمود نام نکوی تو عالمے تسخیر | اگرچہ غیر نگین نیست یک سوار ترا

می شود دور زنقاش چو شد نقش تمام | ہر قدر کار تو صورت نپذیر دخوب است
بیگانہ وار می گذری از سواد چشم | ای نور دیدہ حبِّ وطن در دلِ تو نیست
حالتم با دانۂ تسبیح در ذکرش یکی است | ہر کہ نامش بر زبان آرد برد از جا مرا

(۶۹) موسوی[ا] - موسوی خان میرزا معز الدّین محمد

از اجلۂ سادات قم - و چراغ دودمان امام ہفتم است - و صبیہ زادہ میر محمد زمان مشہدی کہ سر آمد علماے مشہد مقدس بود

موسوی خان از عنفوان شعور دامن سعی اکتساب علوم برزد - و اوائل کتب در وطن خود تحصیل کرد - و در ریعانِ شباب با پدر خود میرزا فخرا برہم زدہ - بدار السلطنت صفاہان شتافت و دہ سال در حلقۂ درس آقا حسین خوانساری تلمذ نمود - و جادۂ عقلیات و نقلیات نور دیدہ خود را باقصی حدود کمال رسانید۔

و در سنہ اثنتین و ثمانین و الف (۱۰۸۲) تشریف بہ ہندوستان آورد و خلد مکان بواسطۂ جوہر ذاتی و نسبتی موردِ الطاف ساخت - و بتزویج صبیۂ شاہ نواز خان صفوی و سلف ساختن با خود فرقِ عزّتش برا فراخت - اول بدیوانی صوبۂ عظیم آباد - پٹنہ مامور گردید - اما صحبتش با بزرگ امید خان ناظم پٹنہ پسر امیر الامرا شایستہ خان برنیامد - چہ بزرگ امید خان از جلالت خاندان خود دماغ بر فلک داشت - و میر از رشتۂ سلفیتِ بادشاہ و علاوہ فضل و کمال سر بہ تبعیت ناظم فرو دنمی آورد - آخر ناچاقی صحبتِ ایشان بسمع بادشاہ رسید - میر حضور طلب شد۔

[ا] مآثر الامرا جلد ۳ صفحہ ۶۲۳ - مطبوعہ کلکتہ سنہ ۱۸۹۱ء -

و در سنه تسع و تسعین و الف (۱۰۹۹) بخطاب موسیٰ خان و دیوان تن سرافرازی یافت - و بعد یک سال بدیوانی مجموع ممالک دکن کامیابی اندوخت سال تولدمیر سنه خمسین و الف (۱۰۵۰) است و سال انتقال که در ولایت دکن اتفاق اُفتاد - سنه احدی و مأته و الف (۱۱۰۱)

اول فطرت تخلص می کرد - آخر موسوی قرار داد - و خطاب خانی همبرین تخلص گرفت -

دیوانش متداول است - این چند رشحه از ان سحاب می چکد ؎

جز یاد تو فکرِ دلِ ناشاد ندارد   این شیشهٔ مَی غیر پری زاد ندارد

نباشد آشنائی در جهان غیر از مَیِ نابم   اگر در خانهٔ خود نیستم در عالمِ آبم

نو توبه ایم کهنه شرابی بجام کن   ساقی عیار ناقصِ مارا تمام کن

بدل افگند آتش باز زلفِ عنبرین موئے   چراغے نذر این بتخانه آورد است هندوئے

چه خوش باشد که بکشایم بروِیش چشم گریانی   کشم در رشتهٔ نظارهٔ مروارید غلطانی

نظر بر گریهٔ مستانه ام گردش مے کردی   شرابِ جلوه در ساغرِ آغوش مے کردی

تیره روزم پستیِ اقبال معمارِ من است   چون نگین روی زمین سرکوب دیوارِ من است

شراب باگلِ مهتاب نشئهٔ عیش دهد   لبش ز خندهٔ دندان نما ربود مرا

با هیچ مسلمان نظرِ رحم ندارد   شمشیر نگاهِ تو مگر کار فرنگ است

اینکه از بی سخنی گشت مرا چیزی نیست   زنده ام کرد بیک حرف قیامت این است

در قتلِ ما نکرد کمی انتظارِ تو   کوتاهیئے که بود ز عمرِ دراز بود

نمی باشد نگینِ قیمتی را نقش در طالع   هنر هر کس که دارد در جهان گمنام میگردد

ندارد با بزرگان چهره گشتن صرفهٔ فطرت   که کهسار از جوابِ هیچ کس ملزم نمی گردد

مژدهٔ زخم نوی گر به شهیدان ندهند   بچه اُمید سر از خوابِ عدم بر دارند

دران صحرا که بودم آگه از ذوقِ گرفتاری | غزالان را سراغِ خانهٔ صیاد می دادم
همتِ ما صفحهٔ تقویم را یکسر نوشت | گر سبہ روز یم وقتِ عالمی از ما خوش است
در فکرِ آن دہانم و در یادِ آن کمر | چون من بروزگار دگر ہیچکارہ نیست

(۷۰) راسخ - میر محمد زمان سہرندی

سہرند شہریست مشہور در وسطِ راہ دہلی و لاہور - نام قدیمش سہرند است چون سلاطین غزنویہ از غزنی تا سہرند متصرف بودند - سرہند زبان زد خلائق شد و چون صاحبقران ثانی شاہجہان کابل را تا قراباغِ غزنی در تصرّف داشت - حکم شد کہ سرہند را بنام قدیم کہ سہرند است - می نوشتہ باشند -

راسخ سید و الانژاد بود و راسخ القدمِ جادۂ استعداد - معانی تازہ می یابد و خوبانِ خیال را در لباس رنگین جلوہ می دہد[1] -

از عمدۂ ملازمان و مصاحبان شاہزادۂ محمد اعظم بن خلد مکان بود و بمنصب ہفتصدی سرافرازی داشت -

وفاتش در سہرند سنہ سبع و مآتہ و الف (۱۱۰۷) واقع شد "راسخ بمرد" ۱۱۰۷ھ تاریخ است -

طوطیِ ناطقہ آہنگ کلامش سر می کند ؎

گر نبودے تاج بسم اللہ باءِ بوتراب | کجکلاہیہا نکردے بر سرِ اُم الکتاب
یاد از شامِ غمِ بزمِ خموشان کردیم | مُشتے از سُرمہ گرفتیم و پریشان کردیم
جامۂ صبر بہ بالائے جنون تنگ آمد | آنچہ از دست بر آمد بہ گریبان کردیم

[1] یک مثنوی راسخ سہرندی بہ حیدرآباد دکن در مطبع اختر دکن بقالب طبع در آمدہ است -

(۷۱) علی (شیخ ناصر علی سهرندی)

شیر نیستان سخنوری است و مرد میدانِ معنی گستری - ذوالفقار کلکش به تسخیر قلمرو بیان پرداخته - و تصرف طبعش آفتاب سخن را از افق غربی راجع ساخته - سرخوش گوید ؎

درملکِ سخن بود جهانگیر علی　　درمشربِ دل ولی علی - پیر علی

باشعرِ علی نمی رسد شعر کسے　　زانسان کہ خطِ کس بخطِ میر علی

گلِ وارستگی بر سر داشت و جام استغنا در دست - چاشنی گیر مشرب بلند بود - و متمسک سلسلۂ علیۂ نقشبند - استفاده از جناب شیخ محمد معصوم خلف الصدق مجدد قدس اللہ اسرارہا نمودہ - و در مثنوی زبان بہ مدح حضرت شیخ کشودہ کہ ؎

چراغِ ہفت کشور خواجہ معصوم　　منور از فروغش ہند تا رُوم

رَدا از ماہتابِ شرع بر دوش　　چو صبح از پاکیِ باطن قصب پوش

مولد ناصر علی و موطن و منشا سہرند است - ابتداء حال با میرزا فقیر اللہ مخاطب بہ سیف خان بدخشی چون جوہر شمشیر ملازم بود - چون سیف خان را حکومت الہ آباد از پیشگاہ خلافت مفوض گشت - در رفاقت او بگلگشت الہ آباد خرامید - و چندے بسیر مجمع البحرین دماغ را تازہ کرد -

سیف خان پسر تربیت خان بخشی سیوم صاحبقران ثانی شاہجہان و داماد اسلام خان خوستی - سفیدونی متخلص بہ والا است - در عہد خلد مکان سنہ تسع و سبعین و الف (۱۰۷۹) بہ صوبہ داری کشمیر ریاض آمالش نضارت یافت - بعد چندے بعلتے گوشۂ انزوا گرفت و در سنہ ست و ثمانین و الف (۱۰۸۶) بعنایت بحالی منصب و خطاب و خلعت خاصہ و شمشیر از تنگنای عزلت بر آمد - و پس ازان بنظم صوبہ الہ آباد ویرانی خاطرش آبادی پذیر رفت - و

بیست و پنجم رمضان سنہ خمس و تسعین و الف (۱۰۹۵) پیمانۂ حیاتش لبریز گردید۔
سیف آباد یک منزل از سہرند آباد کردۂ سیف خان است کہ خلد مکان او را بطریق آل طمغا عنایت نمود۔ سیف خان جوہر قابل و قابل دوست بود۔ "راگ درپن[۱]" در فن موسیقی و رقص ہندی بعبارت پارسی تالیف اوست۔

بعد از گذشتن سیف خان۔ ناصر علی در سنہ ہزار و صدم (۱۱۰۰) از سہرند بہ بیجاپور رفت۔ و با ذو الفقار خان بن اسد خان وزیر اعظم خلد مکان موافقت دست بہم داد۔ بلے علی بود ذو الفقارے بدست آورد و در مدح او غزلے پرداخت کہ مطلعش این است ؎

ای شان حیدری زجبین تو آشکار	نامم تو در نبرد کند کار ذو الفقار

ذو الفقار خان یک زنجیر فیل و مبلغے خطیر صلہ داد[۲]۔ ناصر علی ہمان ساعت ہمہ را بر مردم پاشید۔ و تہی دست بمنزل خود برگشت۔

و چون ذو الفقار خان در سنہ ثلث و مائۃ و الف (۱۱۰۳) بہ تسخیر ملک کرناتک اقصای ملک دکن متوجہ گردید۔ با او بہ کرناتک رفت و ایامے معدود دران نواحی بسر برد۔ و با شاہ حمید اعتقاد تمام بہم رسانید در مدح او می پردازد ؎

اینک اینک ساقی شیرین رسید	نوبت جام حمید الدین رسید
حلقۂ درگاہ بیچون جام او	از زمین تا آسمان در دام او
جام او خورشید ربانی بود	انجمن افروز سبحانی بود
گر جمال او براند از نقاب	روزن ہر خانہ گردد آفتاب

---

[۱] مآثر الامرا جلد ۲ صفحہ ۴۸۴۔
[۲] مآثر الامرا جلد ۲ صفحہ ۱۰۴ مطبوعہ کلکتہ سنہ ۱۸۹۱ء۔

در جلالش برکشد تیغ از نیام　　غیر او باقی نماند والسلام

شاہ حمید مجذوب | واین شاہ حمید مجذوبے بود درچنجی- بعد فوت او علی دوست خان از رؤساء نوایت ارکات بر مرقدِ او قبۂ عالیشان بنا کرد-

واز ممدوحانِ ناصر علی شاہ عادل پسر خواجہ شاہ مخاطب بہ شریف خان است- شریف خان از سرافرازکردہای خلد مکان بود و چندے بمنصب صدارت کل امتیاز داشت- گویند شاہ عادل ترک دُنیا کردہ بود- و دامن دولت فقر بدست آوردہ- ناصر علی در مدح او قصیدۂ دارد کہ مطلعش این است ؎

منم آن طفل نظر کردۂ استاد قدیم　　کہ بود نقطۂ سہو القلم فکرِ حکیم

وبا غضنفر خان ربط کلی داشت- واین غضنفر خان از رفقاء ذوالفقار خان بود و بحکومت کنجی می پرداخت- کنجی شہریست مشہور بر مسافت دوازدہ کردہ از ارکات ویکے از معابدِ سبعۂ ہنود است- در مدح غضنفر خان گوید ؎

ہمچو پیلِ بے جگر بگریزد از میدانِ ما　　بشنود گر کوہ آوازِ غضنفر خانِ ما

آخر الامر از دکن بہ ہندوستان عطف عنان نمود- و در شاہجہان آباد بے نیازمندانہ می گزرانید- وہمین جا بیستم رمضان سنہ ثمان و مآتہ و الف (۱۱۰۸) بجنۃ الماوی خ امید- عمرش قریب شصت سال و قبرش در حوالی مرقدِ سلطان المشائخ نظام الدین دہلوی قدس سرہ-

سید جعفر روحی رنبیر پوری نقل می کرد کہ روزے با جمعے از یاران بزیارت خاک شیخ ناصر علی رفتیم و باہم صحبت داشتیم- یارے رو بقبر شیخ ناصر علی آوردہ گفت- بارے آن قولِ شما چہ شد کہ ؎

خاک گردیدیم و می رقصد ہنوز افغانِ ما　　خمِ شکست اما نمی ریزد مئ جوشانِ ما

گفتم بر زبانِ شما این افغانِ ناصر علی است کہ برقص در آمدہ- یاران تحسین کردند-

صریر کلکش در گنبدِ خضرا پیچیده - این چند بیت بنا بر قانون کتاب بتحریر رسیده

پایش هر چشم خوش نگهان فرشِ راهِ اوست | آنجا که سرمه گرد کند جلوه گاهِ اوست
بس بود یک جنبشِ ابروے تیغ قاتلم | می توان از سایهٔ شمشیر کردن بسملم
گوارا نیست عشقت طبع نا پرهیزگاران را | چه لذت از نشاطِ عید باشد روزه خواران را
دوش یک لحظه بخواب آئینهٔ یار شدم | طپشِ دل چه ستم کرد که بیدار شدم
خوبیِ نازک بدلِ من چه ستمها که نه کرد | شیشه بر شیشه زدن کار چه خارا که نکرد
قد آرا خلعتے در عالمِ امکان نمی باشد | دلِ تنگی نیاز آورده ام این جامهٔ عریان را
خودنمائی ست گذشتن ز لباسی که تراست | درنهٔ پیرهن از خویش چو تصویر برآ
درین دریا نکردم لب بحرفی آشنا هرگز | چو ماهی شد زبانم آب از شرمِ تشکایتها
ما و تو ای پریوش در کیش هم تمامیم | گر از تو بهتری نیست از ما بتر نباشد
آشیان گم کردهٔ چون من گرفتارش مباد | سخت بے رحم است می ترسم که آزادم کند
انتقامِ دادخواهانِ قیامت شد تمام | می فشاند چشمِ قاتل سرمه بر سوزم هنوز
ز معنیهای بیغش سیر نتوان ساختن دل را | بود گر صد پری در شیشه باشد همچنان خالی
چشم بربند اگرے طلبی رزق حلال | مرغ بسمل خورشِ باز نظر دوخته است
بود دنیا و دین پشت و رخ آئینهٔ هستی | بزرگ آید وجودِ خویشتن در چشمِ شاهان را
نشاطِ این جهان هر چند کمتر سیر حاصل تر | بطفلان عیدِ روزِ جمعه آہے بود و افسوسے
خشم اہلِ کرم از لطفِ بخیلان بهتر | تشنه را آتشِ یاقوت به از آب بقاست
کلاه سلطنتِ خسروان شکست نداشت | نمی زدند اگر پشتِ پا فقیرانش
سرمه آه از صدای کاروان وحشت است | ناقهٔ ما بسته از چشمِ غزالان زنگها

(۷۲) وحید میرزا محمد طاهر قزوینی

یگانهٔ عصر بود - و در فنون علوم و نظم و نثر گرو از همعصران می برد -

الحق درایجاد مضامین تازه و ابداع مُدّعا مثل بے نظیر اُفتاده و آن قدر دوشیزگانِ معانی که از صلب طبیعتش زاده۔ دیگر حرف آفرینان را کم دست بهم داده۔ میر صیدی طهرانی گوید ؎

صیدی امروز نور چشم کمال میرزا طاهر وحید من است

ونیز می گوید ؎

صیدی امروز سخن سنج وحید است وحید نرسنتش باد که سرخیلِ هنر کو نشان است

ابتداء حال بتحریر دفترے از دفاتر توجیه نویسی شاه عباس ثانی صفوی که درسنه اثنین وخمسین و الف (۱۰۵۲) بر تخت فرمانروائی برآمد۔ مامور بود۔ وبنابر فرط سلیقه اعتماد الدّوله سارو تقی که وزیر اعظم شاه بود به پیشدستی خود نواخت۔ وچون اعتماد الدّوله بقتل رسید؛ منصب وزارت بر سید علاء الدّین مشهور به خلیفه سلطان قرار یافت۔ میرزا طاهر را عهدهٔ پیشدستی بحال ماند۔ ورفته رفته به مجلس نویسی شاه که عبارت از وقائع نگاری کل باشد سربلند گردید۔

و در عهد شاه سلیمان که درسنه سبع وسبعین و الف (۱۰۷۷) بر مسند دارائی نشست نیز چندگاه دران کار مستقل بود و بکمال تقرب اختصاص داشت آخرالامر بوالا پایهٔ وزارت متصاعد گشت۔

و در آغاز عهد سلطان حسین میرزا که درسنه خمس ومأته و الف (۱۱۰۵) جلوس نمود مورد عتاب گردید۔ تا آنکه از کدورتِ هستی وارست و رخت سفر ازین عبرتکده بعالم دیگر بربست۔

دو مثنوی دارد۔ یکے مقابل مخزن اسرار، مطلعش این است ؎

بسم اللهِ الرّحمٰنِ الرّحیم هست نهالے ز ریاض قدیم

و دیگرے نازونیاز، مطلعش این است ؎

خدایا سینهٔ بے سوز دارم | دلے ہمچون چراغِ روز دارم

و درین مثنوی گوید در مدح شاہ عباس ثانی

چنان آباد شد از وے زمانہ | کہ چون شانِ عسل پر شد ز خانہ

دیوان غزل قریب سی ہزار بیت ازو بنظر در آمد۔ تا کجا کسے بنظر تأمل ملاحظہ کند۔ بمطالعۂ سرسری چند بیت برچیدہ شد ۔

نورِ معشوق ازل در دلم از یار اُفتاد | عکس خورشید ز آئینۂ بدیوار اُفتاد

مرا ز صحبتِ جاہل چہ باک مے باشد | کہ در دہانِ نجس حرفِ پاک مے باشد

چو می بینم بدی از خصم خود در مہر می کوشم | ز آبِ سرد دائم چون سفالِ گرم می جوشم

می کشد ہر کس بدامن پا بجائے می رسد | جمع سازد مرغ در پرواز پای خویش را

ناقصان را جور می باشد گوارا تر ز لطف | آتشِ سوزان بہ از آب است خشتِ خام را

دزد وقتِ ساعت آخر خود بخود رُسوا شود | یافتم از نالہ در زلفش دلِ دزدیدہ را

سیم و زر دنیا پرستان را منافق می کند | پشت و رو باشد یکے آئینۂ بے سیم را

دل اگر میگویم از طفلی نمی دانی کہ چیست | آنچہ روزِ اول از ما بردۂ آن را بدہ

چارۂ نبود شکستِ توبہ را جز انفعال | از گداز خویش باشد مومیائی شیشہ را

آگہ کسے از ناخوشیِ زادۂ خود نیست | از تلخی گفتار خبر نیست زبان را

بر میوۂ رسیدہ زدن سنگ ابلہی است | زنہار از سوال مرنجان کریم را

دائم برہنہ ہمچو قلم راہ مے رود | باشد اگرچہ کفشِ طلا تیرہ بخت را

چون کاغذِ مشقی ز جمالِ تو نگاہم | ہر چند کہ شوید عرقِ شرم تو خواناست

در اثر پیش است سالک گر بظاہر در قفاست | نقشِ پای اسپ ہموار است پیش از جا دست

مرا بہ ریختنِ خونِ خود مضایقہ نیست | کسے اگر بتو گوید چرا چہ خواہی گفت

چون نمیرم یار می گوید عاشق می کشد | من نہ تنہا عاشقم بر دوست خود ہم عاشق است

بود خاصیتِ آبِ بقا خوے ملایم را | که از دندان زبان را زندگانی بیشتر باشد

بشاهان می رسد از زیر دستان فیضِ پنهانی | بنای خانه را از خشتِ زیرین محکمی باشد

اگر خواهی ز عمرِ خود حلاوت تن بسختی ده | ثمر را وقتِ شیرینی چو آید استخوان گیرد

چو دولت یافتی خوی بدت فرمان روا گردد | که در وقتِ سواری دستِ چپ صاحب عنان باشد

بزر پاشی بود مشهور خورشیدِ جهان امّا | زرِ پاشیده را پیوسته در دامانِ خود دارد

نواند نفس ظالم از گداز خویش عادل شد | که چون شمشیر سوزن گشت کارش دوختن باشد

عیب خود نسبت بعاجز می دهد فرمان روا | بار چون اُفتد مکاری چوب بر استر زند

گر کند اقبال ما را کامیابِ انتقام | از تغافل همّتم خون در دلِ فرصت کند

در وصل دلم وا نشود بسکه ضعیفم | از رشتهٔ باریک گره دیر کشاید

توان کردن بنرمی کارهاے سخت گیران را | که از قفل آنچه می آید ز مُهرِ موم می آید

بدرویشان چو آمیزی پسندِ حق توانی شد | که چون با ریسمان آویخت ابریشم نمازی شد

با اعتبار جنگ ندارد تلاشِ فقر | زربفت باش و پارهٔ دلقِ فقیر باش

غلط مکن چو سرت گشت گرم فکرِ بلند | که بازگشت نباشد فتاده را از بام

ملایم در شمار امّا بسانِ رشتهٔ گوهر | درشتان را بنرمی آشنای یکدگر سازم

شاعران جان از برای شعر فهمان می کنند | دخترِ هر کس وجیه افتاد مفت شوهر است

دریں شعر طرفه مضمونے واقع شده۔ امثال این مضمون هر چند بلند و نازک باشد بستن و در زبان حرف گیران افتادن چرا۔

مثل عمق بخاری که خود را بکه تشبیه می دهد و می گوید ؎

بخونِ من شده مژگانِ او حریص چنان | که شیعیان حسینِ علی بخونِ یزید

و شیخ سعدی شیرازی که خود را در چه محل فرود می آرد ؎

بزیرِ بارِ تو سعدی چو خر بگِل در ماند | دلت نسوخت که بیچاره زیرِ بار من است

وعرفی شیرازی که دہانِ خود را بچہ می آلاید؎

شاہدِ عصمت۔ تلاشِ صحبت من کے کند　　خونِ حیضِ دخترِ رز چو شد از لبہاے من

و مُلّا ملک قمی که خود را بچہ حوالہ می کند؎

تا چند بوالفضول زند لاف دوستی　　دادِ ادب دہید و ملک را کتک[۱] زنید

و نعمت خان عالی که از چہ مقام حرف می زند؎

بیا که شیشۂ می در سجود جام شدہ است　　ببین که خانۂ ما مسجد الحرام شدہ است

(۷۳) عالی ـ میرزا محمد شیرازی

حاوی فنونِ وافر بود و جامعِ علوم متکاثر۔ اسلاف او در شیراز بشیوۂ طبابت مشہور بودہ اند۔

پدرش حکیم فتح الدین عم حکیم محسن خان است که در ہندوستان با شاہ عالم در وقت شاہزادگی مصاحبتے بہم رسانید۔ و پسرش حکیم حاذق خان در سال آخر عالمگیری بخطاب حکیم الملک امتیاز یافت و در عہد محمد شاہ بہ منصب پنجہزاری و خطاب حکیم الملوک و کمال تقرب محسود اقران گشت حکیم فتح الدین نیز بہ ہند آمدہ

گویند میرزا محمد در ہند متولد شد۔ و در صغر سن ہمراہ پدر بشیراز رفت و کسب کمال نمودہ برگشت۔ و در خدمت مُلّا شفیعای یزدی مخاطب بہ دانشمند خان نیز تلمذ نمود۔

و در سلک نوکران خلد مکان امتیاز یافت و چون شہر حیدر آباد فتح شد۔ تاریخ فتح از نظر شاہی گزرانید۔ و بمرحمتِ خلعت سرافراز گردید۔ تاریخ این است؎

---

[۱] چوبدست قلندران (فرہنگ رشیدی صفحہ ۱۲۹)۔

از نصرتِ پادشاہِ غازی | گردید دلِ جہانیان شاد
آمد بقلم حسابِ تاریخ | شد فتح بجنگِ حیدر آباد
۱۰۹۷ھ

و در سنہ اربع و مآتہ و الف (۱۱۰۴) بخطاب نعمت خان و داروغگی باورچیخانہ نعمت فراوان اندوخت و "شکر نعمتِ واجب واجب" تاریخ یافت

و در اواخر عہد خلد مکان بخطاب مقرب خان و داروغگی جواہر خانہ نگینِ دولت بدست آورد

و چون محمد اعظم شاہ بعد از انتقال خلد مکان بہ ارادۂ مقابلت شاہ عالم از دکن نہضت ہند نمود۔ میرزا محمد عالی ملازم رکاب بود۔ و چون محمد اعظم شاہ در وقت قُربِ فتنۂ بنگاہ را در گوالیار گزاشت۔ میرزا محمد برائے محافظت جواہر خانہ در گوالیار ماند

و بعد کُشتہ شدن محمد اعظم شاہ و ظفر یافتن شاہ عالم۔ میرزا محمد نعمتِ ملازمت شاہ عالم دریافت و بخطاب دانشمند خان سرمایۂ مباہات اندوخت و بتحریر شاہ نامہ مامور گردید۔ لیکن اجل فرصت نداد کہ آن نسخہ را باتمام رساند و قلم قضا پیشدستی نمودہ در سنہ احدی و عشرین و مآتہ و الف (۱۱۲۱) نسخۂ حیاتش باتمام رسانید[۱]۔

میرزا محمد در نظم و نثر قدرت عالی دارد خصوص در وادی نثر طلسم حیرت مے بندد

دیوان[۲] محتوی بر قصائد و غزلیات و مثنوی مسمے بہ "سخن عالی" و منشآت او بنظر در آمدہ

---

[۱] در دائرہ میر مومن واقع حیدر آباد دکن مدفون شد۔ (گلزار آصفیہ صفحہ ۶۱۲ مطبوعہ بمبئی سنہ ۱۳۱۶ھ)
[۲] کلیات نعمت خان عالی بسیار نایاب خوشخط بکتب خانۂ آصفیہ حیدر آباد دکن موجود است۔

در دیباچہ دیوان خود می نگارد کہ:-

"در بدایت حال بہ مناسبت شغل طبابت کہ سمت موروثی بود حکیم تخلص می"
"نمودم- آخر تصحیف بحکمِ اختیار تخلص حکیم را مانع شد و بفرمودۂ اُستادے"
"نواب دانشمند خان عالی تخلص کردم"

این چند بیت از دیوانش ملتقط گردید-

نخواہد کرد ترکِ بُت پرستیہا دلِ زارم — کہ چون سنگِ سلیمانی ست مادر زاد زُنّارم

موج آبی چو رسد دانہ ثمر ساز شود — ناخن اینجا شکند تا گرہے باز شود

می کند باز این دلِ شوریدہ آزارِ خودش — من چرا منعش کنم او داند و کارِ خودش

نگذارد بحرف گریہ مرا — کاغذِ آب دیدہ را مانم

رشتۂ حیاتم را ہمچو رشتۂ تسبیح — صد گرہ بکار اُفتاد تا بیار پیوستم

نقش پائی او بہر گامے کند جان در تنم — خاک راہِ دوست گشتن آبِ حیوانِ من است

یار را در بر گرفتن کے فراموشم شود — کے رود از یاد کس چیزیکہ از بر می کنند

گفتی اگر قرار بگیری رسی بکام — باری ازین قرار بہ بینم چہ می شود

دین و دلے کہ داشتم از دست من کشید — در من نماند جز نفس آن ہم کشیدنی ست

دریا دلی کن و ز کدو پوچتر مباش — خواہد ہمیشہ مرتبۂ آشنا بلند

سَیرِ باغی کہ بود بیتو کم از ماتم نیست — می کند سایۂ ہر نخل سیہ پوش مرا

کشتِ امیدِ مرا نشو و نما معکوس شد — رو بپائین می کشد قد ہمچو باران دانہ ام

بہ بزمِ وصل او کاش اینقدر ہم می شدم محرم — کہ چون آئینہ حرفی از پسِ دیوار می گفتم

کوکب سوختہ میکرد گر اندک مددے — ہمچو آتش بہ دلِ سنگ تو جامی گردم

بجایِ نامہ شمعِ روشنی دادیم قاصد را — کہ طوماریست شرحِ سوز و پیغامِ زبانی ہم

از عصای خویش طفلی را جنیبت می کشم — از رکابش دور وقتِ نیسواری نیستم

کاملان را ہمہ سرگشتگی از دستِ خود است حاجتِ گردشِ پرکار نشد مانی را

خود ناتوان ولے ہنرآموز مردم اند پیران قد خمیدہ کمانِ کبادہ اند

حرفِ بجاز کس نشنیدم ز اہل ہند غیر از کسے کہ گفت بمطرب بجا بجا

(۷۴) خالص۔ سیّد حسین

مخاطب بہ امتیاز خان صفاہانی خلف میرزا بافروزیر قورچی۔ حاجی الحرمین الشریفین بود۔

بعد ورود ہندوستان در دکن۔ خلد مکان را ملازمت کردو در سلک ملازمان سلطانی منتظم گردید۔ وبدیوانی صوبۂ عظیم آباد پٹنہ وخطاب امتیاز خان امتیاز یافت۔ وثروت عظیمے بہم رسانید۔

ن در عہد شاہ عالم عازم دیار ایران شد۔ و در بلدہ بھکر رسیدہ با علامۂ مرحوم میر عبد الجلیل بلگرامی برخورد وصحبتہا داشت

امتیاز خان اموال لکوک از نقود وجواہر واقمشہ باخود می برد۔ خدایار خان[1] مرزبان سندھ چشم طمع بر اموال او دوخت۔ علامۂ مرحوم برین معنی اطلاع یافتہ ہر چند مبالغہ کرد کہ بیشتر نباید رفت۔ واز ہمین جا عطف عنان باید نمود۔ گوش نکرد وسر بکف بجولانگاہ قاتل روان شد۔ چون بسیوستان رسید میر محمد اشرف خویش علامۂ مرحوم نائب خدمات سیوستان استقبال کرد و در حویلی خود فرود آورد۔ خدایار خان میر محمد اشرف را بتقریبے در خداباد طلبید۔ وکسان خود را فرستاد تا شبے کار امتیاز خان تمام کردند۔ واین حادثہ در سنہ اثنین وعشرین ومأتہ والف (۱۱۲۲) واقع شد۔ علامۂ مرحوم "آہ آہ امتیاز خان" ۱۱۲۲ھ

[1] مآثر الامرا جلد ا صفحہ ۸۲۵ تذکرۂ خدایار خان۔

تاریخ یافته اند-

دیوانش مطالعہ اُفتاد- صاف گوست- تلاشہاہم دارد این چند بیت بزبان قلم ودیعت می شود ؎

ماوطن دائم بخاکِ کربلا می خواستیم
رشتۂ تسبیح زد گوئے کہ ما مے خواستیم

بسائل آنچہ برآید تراز دست بدہ
نگاہدار زبان را و ہرچہ ہست بدہ

رسید فصل بہار و زمانہ گلچین است
سپند آتشِ مَی شو چہ وقت تمکین است

تیرہ روزی مانعِ عرضِ کمالاتِ دل است
روز چون شب می شود آئینہ فردِ باطل است

نیست تقصیرِ کسے گر ما بہ بند اُفتادہ ایم
از جنونِ دوریِ خود در کمند اُفتادہ ایم

حق القدم گرفت گہرہاے نیمرو
پایِ کسے کہ آبلہ زد در سراغِ ما

تو تا از دیدہ رفتی مانمی بینیم خود را ہم
جُدائی از تو چون آئینہ تنہا می کند ما را

تا نخواند مشو سبز بھر انجمنے
کہ نباشد بہ چمن قدر گلِ خود رو را

بکویش قاصدی میرفت بیدردان زنادانی
ہمہ مکتوب می دادند من دادم دلِ خود را

دلبرِ من سکہ دارد پشت چشمِ ناز کے
دیدہ گر برہم گذارد باز مے بیند مرا

ای کاش ہمچو رشتۂ تسبیح تارِ عمر
در کربلا گسستہ شود گر گسستنی است

بار خسّتی کہ لازمِ ارباب دولت است
دُشنام می دہند بسائل غنیمت است

نیست بے لطفی جوابِ نامہ گر ننوشت دوست
از زبانِ خامہ ما را یاد نتوانست کرد

دیوانہ براہے رود و طفل براہے
یاران مگر این شہر شما سنگ ندارد

ہمّتِ ہرکس بقدرِ وسعتِ احوالِ اوست
آب چندین چشمہ از یک چشمۂ پل می رود

لُطفِ حق را کرد بر ما ظلمتِ عصیان غضب
آب دریا را شبِ تاریک آتش مے کند

نمی خواہم بغیر از من کسے از وی نشان یابد
چو برگردد الٰہی قاصدِ من بے خبر باشد

ساقی بیا کہ فصل خزان زود مے رسد
ای می تو ہم برس کہ سفر مے کند بہار

جُناغی راکه با اغیار من دلخواه می بندی | اگر منظور دل بُردن بود من هم دلی دارم

کار نظاره بعینک چو فتد چشم بپوش | سرِ پیرت که دِگر شیشه بخود بند مکن

(۷۵) باذل[ا] رفیع خان مشهدی

نسبش بخواجه شمس الدّین صاحب دیوان می پیوندد- وعمش میرزا محمد طاہر وزیر خان- در عہد صاحبقران ثانی شاہ جہان از مشہد مقدس- به ہند رسیده نوکری شاہزاده اورنگ زیب عالمگیر برگزید- بعد جلوس عالمگیری بصوبه داری برہان پور و اکبر آباد و مالوا بنوبت سربلند گردید- و در حکومت مالوا سنه ثلث وثمانین والف (۱۰۸۳) حیات مستعار را وداع نمود-

وعم دیگرش میرزا جعفر سروقد در مشہد مقدس مدرسۂ عالی دارد- نور الدّین محمّد خان و فخر الدّین محمّد خان و کفایت خان پسرانِ میرزا جعفر سروقد به ہند آمدند و بخطابات و خدمات پادشاہی ممتاز بودند-

اوّلین دیوان برہان پور شد و در اورنگ آباد سنه ست وعشرین ومائته والف (۱۱۲۶) بساط ہستی در نوردید- از اشعار اوست ؎

شد صرفۂ ما تا تو شکستی دلِ ما را | ہر پارۂ این آینه عکسے ز تو دارد

دوّمین خانسامان شاہزاده محمّد معز الدین بن شاه عالم بود- آخر داروغۂ بیوتات کشمیر شد وہمانجا در سنه تسع وثلثین ومائته والف (۱۱۳۹) درگزشت-

میرزا محمود پدر رفیع خان باذل نیز به ہند آمد محمود پوره واقع اورنگ آباد و محمود پوره واقع برہان پور بنام اوست- وقبرش در محمود پورۂ برہان پور است-

[ا] مآثر الامرا جلد سوم صفحه ۹۴۰ مطبوعه کلکته-

مولد رفیع خان باذل دار الخلافہ شاہجہان آباد۔ از معتصمان دامن دولت عالمگیری بود و بحکومت سرکار بانس بریلی سرفرازے داشت۔

وفاتش در سنہ ثلث وعشرین ومآتہ والف (۱۱۲۳) اتفاق افتاد۔

خیلے قوت بیانے دارد۔ و بہ اقتضاء تخلص خود فراوان جواہر زواہر بذل وا...
می نماید۔ حملۂ حیدری او قریب نود ہزار بیت مشہور عالم است۔

نقشے از کلامش در نگین صفحہ می نشیند ؎

نگرد د طور جای نقش پا معراج احمد را یدِ بیضا بزک داری کند نورِ محمد ر...
کمر در کار اُمّت تنگ بستن اینچنین باید بہ بین در نام او گنجیدنِ میمِ مشدّد ر...

امشب چو شمع ریخت ز ہر تار موے ما ہر گریۂ کہ بود گرہ در گلوے...
ما مستِ جامِ غبغب و میناے گردنیم بر دوش مے کشند نکویاں سبوی

(۷۶) اثر شفیعائی شیرازی

سخن سازِ افسون طراز است۔ پدرش از مردم پُر شگفت بودہ کہ موضعیست از اعمال شیراز۔

مؤلد و منشأ شفیعا شیراز است۔ در خورد سالی چشمش از آبلہ بے نور گرد...
اما چراغ بصیرتش روشنی کامل داشت۔ اکثر در شیراز بسر می برد۔ و باصفہان...
رفتہ۔ با مستعدانِ آنجا صحبت داشت۔

کسانیکہ او را دیدہ اند می گویند کہ بسیار کریہ منظر بود اما ہرگاہ در نطق مے آمد...
مجلسیان را شیفتۂ حسن کلام می ساخت

فوتش بعد عشرین و مآتہ والف (۱۱۲۰) واقع شد این چند بیت از دیوانش...
بعجلت تمام التقاط یافت ؎

رشتۂ طولِ امل تار و جهان طنبور است | چه قدر بر سرِ این کاسۂ خالی شور است

ز آبِ گلستان آموخت شوقم جانفشانی را | بپائی نو نهالان صرف کردم زندگانی را

خط کرد ظاهر آن دهنِ غنچه رنگ را | درکار بود حاشیه این متنِ تنگ را

زخلوت خانۂ خود گوشۂ درویش محزون را | چنان باشد که گیرد پادشاهی ربع مسکون را

بدعمل را دائم از نقصانِ مردم راحت است | سنگ کم دزدِ ترازو را نگینِ دولت است

چون آن شعرے که اندازند کج طبعان به تقطیعش | زموزونی جدائی بود حاصل عضو عضوم را

دوستان را کسوتِ تجریدے پوشد خدا | شاه می بخشد بخاصان خلعتِ پوشیده را

نسازد حق شناسان را مقید زیورِ دنیا | زانگشتِ شهادت دست کوتاه است خاتم را

اثر آخر بزلفِ پرفنِ او نقدِ جان دادم | امانندار خود کردم زنادانی پریشان را

(۷۷) سرخوش۔ محمد افضل

ازمردم سرکار عبد اللہ خان زخمی شاہجہانی بود۔ می فروش مصطبۂ معانی است و قدح گردانِ انجمن سخن دانی۔ عمرہا در کوچۂ شاعری شتافت۔ و صحبت جمعے از صاحب طبعان عصر خود دریافت۔ چنانچہ از "کلمات الشعرا"[1] کہ تالیف اوست سمت وضوح می یابد۔

شاگرد محمد علی ماہر و موسوی خان فطرت است و از یارانِ شیخ ناصر علی و در مدح او می گوید ؎

با شعر علی نمے رسد شعر کسے | زان سان کہ خطِ کس بخط میر علی

---

[1] نسخ متعددہ از کلمات الشعراء در کتب خانہ آصفیہ حیدرآباد دکن موجود است و یکے از انہا نسخۂ کتب خانہ سراج الدین علی خان آرزو ست کہ بسیار خوشخط است و اشاعت کنندہ این کتاب (محمد عبد اللہ خان) ع۔م بالجزم دارد کہ این نسخۂ گرانمایہ را بطبع رسانیدہ اشاعت دہد ایزد کارساز توفیق رفیق گرداناد۔

شخصے در مجلسے گفت کہ تعدیہ رسد بکلمۂ با مسموع نیست۔ فقیر شاہدے از کلام میرزا محمد قلی سلیم طہرانی گذارش نمود۔

بالطف ساعدت ید بیضا نمی رسد   پیشِ لبت سخن بہ مسیحائے رسد

اواخر عمر در دار الخلافہ شاہ جہان آباد پا در گوشۂ قناعت شکست و بہ تزوج و تاہل پرداخت۔

ولادت او در سنہ خمسین و الف (۱۰۵۰) واقع شد۔ عمری دراز یافت و در عشرۂ ثالث بعد مآتہ و الف (۱۱۰۰) بخلوت کدۂ خموشان شتافت

جامِ کلامش بگردش می آید[1]

زمین و آسمان در میکشی فرمانبرت گردد   سرت چون گردد از مستی جہان گرد سرت گردد

نظرے بر گلِ شبنم زدہ افتاد مرا   آمد از زخم نمک سود جگر یاد مرا

کار چون با ناقص افتد دست بردار از کمال   ہمزبانِ لال را ناچار باید گشت لال

تعزیر ہم بقدر بزرگی مقرر است   از اسپ تازیانۂ انسان کلان تر است

ز دست و پا زدنِ بسملِ تو دانستم   کہ بعد کشتہ شدن ہم تلاشہا باقی است

در عدم ہم ز عشق شورے ہست   گل گریبان دریدہ می آید

از خوشۂ انگور عیان شد کہ درین باغ   شیرازۂ جمعیتِ دلہا رگِ تاک است

ہموار زکس نہ بیند آزار   نتوان کفِ دست خود گزیدن

(۷۸) طاہر۔ التفات خان نقد اصفاہانی

نام اصلی او میرزا محمد طاہر است از سلسلۂ میرزایان دفترِ سلاطین صفویہ بود۔ مشارٌ الیہ و برادرش میرزا محمد علی در عہد خلد مکان از صفاہان

[1] دیوان سرخوش در کلکتہ بقالب طبع در آمدہ۔

به دکن رسیدند- و با مخلص خان ربطی بهم رسانیده بتوجه او ملازمت پادشاه حاصل کردند- و بمنصبی کامیاب گشتند

نخستین بخطاب التفات خان و دومین بخطاب ملتفت خان مورد التفات گردید-

التفات خان درعصر خلدمکان فوجدار بیر از مضافات اورنگ آباد بود- و درعهد شاه عالم فوجدار کودرا از توابع گجرات احمد آباد شد و در زمان محمد فرخ سیر به فوجداری ماندو و مندسور از ملحقات صوبۀ مالوا می پرداخت-

چون امیرالامرا سید حسین علی خان بدکن رسید- خود را بخدمت امیرالامرا رسانید- و مشمول الطاف گردید-

آخر صحبت برهم برخورد ناگزیر متوجه دارالخلافه شاهجهان آباد گشت و در نواحی کهرکون رسیده در سنه تسع وعشرین و مائه والف (۱۱۲۹) بردست قطاع الطریق رشتۀ حیاتش انقطاع یافت-

ذکی الطبع بود و نثر مستعدانه می نوشت- و بمثابۀ قدرت داشت که سه کاتب درحضور او با اسباب کتابت می نشستند- هرسه را عبارت خود می فرمود- و فقرۀ لاحق برائی هرکدام بے تأمل می گفت و ربط کلام از دست نمی داد- و باوصف آن خود هم دران حالت مشغول کتابت می بود-

از التفات خان است ؎

مکن گویا بعرضِ مدعا یارب زبانم را	به بند از موی چینی تار قانونِ فغانم را
شهید بیکسم پوشیده ام بعد از فنایِ خود	برنگِ مردۀ فیروزه نیلی در عزائے خود
شهرتِ حسنِ تو شد از کشتۀ دیدار تو	از نسیم بالِ بلبل بشگفد گلزار تو

(۷۹) غبار- میرزا ابوتراب

پسر التفات خان- خوش ذهن بود- و شعر خوب می گفت-

جعفر عاشق تخلص در ہجو غبار قصیدۂ پرداخت۔ غبار باین رباعی جواب ادا کرد

گویند کہ ہجو کرد ما را جعفر   شیرین ولطیف ہچو شیر وشکر

صد شکر کہ آنچہ عیب ما بود غبار   امروز برای دیگرے گشتہ ہنر

(۸۰) واضح میرزا مبارک اللہ مخاطب بہ ارادت خان

از دودمانِ امارت است۔ جدش میر محمد باقر از نجباء بلدۂ ساوہ و دامادی او بمیرزا جعفر آصف خان علاوہ بود۔ در عہد جہانگیری بمنصب میر بخشیگری دم مباہات می زد۔ و در زمانِ جلوسِ شاہ جہان بوالا پایۂ وزارت مترقی گشت و بفرصت قلیل بہ ایالت دکن و خطاب خان اعظم فوز عظیم اندوخت۔ وتبفریق بہ صوبہ داری گجرات وبنگالہ وکشمیر و الہ آباد مامور گردید۔ وہیچ وقت بیکار نماند۔ آخر پادشاہ اورا مجاز کرد کہ حکومتِ ہر صوبہ کہ خواہد برای خود اختیار کند۔ او فوجداری دار الخیور جونپور برگزید و در ایام حکومت آنجا موافق سنہ ثمان وخمسین و الف (۱۰۵۸) مرحلۂ آخرت پیمود و دختر او باشاہ شجاع منسوب بود۔

وسلطان زین الدین بن شاہ شجاع از بطن آن عفیفہ متولد شد۔ پسر خوردش میر اسحٰق ارادت خان در عصر خلد مکان بعد از فتح دارا شکوہ بحکومت صوبۂ اودھ مامور گشت و در ہمان سال ازین دارِ ملال درگزشت

پسر او میرزا مبارک اللہ واضح از درگاہ خلد مکان بخطاب موروثی ارادت خان[1] مامور گردید۔ و در سنہ مائۃ والف (۱۱۰۰) بفوجداری چاکنہ و در سنہ ثمان ومائۃ والف (۱۱۰۸) بفوجداری نواحی اورنگ آباد و بعد از آن بقلعہ داری گلبرگہ منصوب گشت۔

[1] مآثر الامرا جلد صفحہ ۲۰۳ تا ۲۰۶ مطبوعہ کلکتہ ۱۸۸۸ء تذکرۂ ارادت خان۔

و در عصر شاه عالم به منصب چهار هزاری امتیاز یافت - و در عهد محمد فرخ سیر
سنه ثمان و عشرین و مآته و الف (۱۱۲۸) و دیعت حیات سپرد-
دیوان واضح بنظر در آمد- چند غزل بخط واضح بر هوامش این نسخه ثبت
بود- قصائد و غزلیات و رباعیات و مثنوی متعدد دارد-
این چند گل ازان چمن چیده شد

عارف از و پُر است ولی او نمے شود ۔ آئینه رونما شود و رو نمے شود
زمقراضِ فنا نور است شمعِ زندگانی را ۔ بود آبِ درم شمشیر صندل سرگرانی را
چه اُلفت است بزلفِ تو بیقراران را ۔ بلی سیاه پسند است سوگواران را
موجم و وحشت کند محروم از ساحل مرا ۔ در طپیدن رفت از کف دامنِ قاتل مرا
در عالمِ دل باختنِ خویش رواج است ۔ عمریست که دیرانهٔ ما وقفِ خراج است
بجیبِ صبح ز خورشید گلفشانیها ست ۔ بجام پیریِ ما بادهٔ جوانیهاست
براهِ او چه در بازیم نی دینے نه دُنیائے ۔ دلے داریم و اندوہے سری داریم و سودائے
واضح به هیچ راه دلم وا نمے شود ۔ این قفل زنگ بست شکستن کلید اوست
بر مرادِ دلِ خود بال زدن نقصان است ۔ وقت آن خوش که مرا در قفس انداخته است
دست فرسود نگه طلعتِ خورشید نشد ۔ حسن بے ساخته از فیض نگهبان دارد
گرچه آزادم ولی جانم فدائے دیگریست ۔ گرد سر گرداند و صیادے مرا سر داده است
رشک فرمائے دلم نیست بجز عیش حباب ۔ یافت یک پیرهن هستی و آن هم کفن است
بیخود شدم آفت بیناے ادب بود ۔ ساقی کرم افزود که در نشه کمی کرد
رفتنیهاے جهان قابلِ دل بستن نیست ۔ این قدر بس که دمی خاطرِ خود شاد کنند
گلهٔ صاف به از عفو غبار آلود است ۔ هست دوزخ گنهی که بمدارا بخشند
بهار وقف صبا- گل بکام گلچین باد ۔ که ما به کنج قفس طرح آشیان کردیم

بکاغذ اخگری بیچیده ام یعنی دلِ خود را　　　مباد اگریه بر حالم کنی ای نامه بر رحمے

رباعی

در گنجفهٔ دهر شهانِ عالم　　　در صنفِ رعیت اند نے بیش و نہ کم
حکمے دارند زان جهاندار شدند　　　چون حکم نماند گشت بازی برہم

(۸۱) بیدل ۔ میرزا عبدالقادر عظیم آبادی

عمدۂ سخن طرازان ۔ و شهرۂ سحر پردازان است ۔ در اقسام نظم پایۂ بلند و در اسالیب نثر رتبہ ارجمند دارد ۔ طبع درّاکش چه قدر معانی تازه بهم رسانده ۔ و چه ثمرهای نورس که از نهال قلم افشانده ۔ خلاصۂ کلامش شراب میخانۂ هوشیاران ۔ و طلاے دستمایۂ کامل عیاران است ۔ از آغاز شعور تا دمِ آخر چشم بر سیمای معنی دوخته ۔ و چراغ عجیبے بر مزار خود افروخته ۔

از نژاد قوم برلاس است ۔ در بلدۂ عظیم آباد پٹنه از نهانخانۂ عدم بشهرستان وجود خرامید و در هندوستان نشو و نما یافت

در مبدءِ حال نوکر شاهزاده محمد اعظم بن خلد مکان بود ۔ و بمنصبے امتیاز داشت یکے از مقربان تعریف میرزا بسمع شاهزاده رسانید ۔ شاهزاده فرمود ۔ قصیدهٔ در مدح ما انشا کند تا رُتبۂ استعدادش دریافته باضافۂ منصب و تقرب سرافراز فرمائیم این خبر بمیرزا رسانیدند فی الفور دل از نوکری برداشت ۔ هرچند یاران مقیّد شدند که قصیده در مدح شاهزاده توان گفت ۔ سر انکار باز زد و نوکری را ترک داده در دار الخلافه شاه جهان آباد گوشهٔ اِنزوا گرفت و بقیه زندگانی بعنوان فقر و توکل بسر آورد ۔

حق تعالیٰ او را اعتبار و اشتهار ارزانی فرمود ۔ امرا و ارکان سلطنت همه

آرزوی ملاقات داشتند و اعزاز و اکرام فوق الحد بجامی آوردند سیما نواب شکراللہ خان کہ خود باجمیع اہل بیت محو اعتقاد میرزا بود و میرزا نیز مخلص خاص این خاندان است۔

نواب شکراللہ خان از سادات خواف است و داماد عاقل خان رازی و از پیشگاہ خلد مکان بحکومت سہرند و سہارنپور و میوات سرفرازی داشت آخر در میوات سنہ ثمان و مأتہ والف (۱۱۰۸) از منصب حیات مستعفی گشت۔ میر لطف اللہ شکراللہ خان پسر اوست کہ بخطاب پدر مخاطب گردید و خلف دیگرش میر عنایت اللہ شاکر خان۔ و دیگرے میر کرم اللہ عاقل خان۔

نواب نظام الملک آصف جاہ طاب ثراہ در شعر خود را شاگرد میرزا (بیدل) می گرفت۔ در منشآت میرزا چند رقعہ کہ بنام چین قلیج خان است عبارت از نواب آصف جاہ باشد کہ خطاب قدیم اوست۔ ہرگاہ میرزا بدولت خانۂ نواب می رفت استقبال و مشایعت میکرد۔ و بر مسند خود می نشاند۔

و میرزا را با امیر الامرا سید حسین علی خان نیز ربط تام بود در ایامی کہ امیر الامرا بنظم ممالک دکن می پرداخت۔ میرزا این دو بیت از شاہجہان آباد بہ امیر الامرا نوشت ؎

ای نشۂ پیمانۂ قدرت بچہ کاری　　ہستی اثری یا پئے تاراج خماری

می در قدحی گل بسری جام بدستی　　رنگ چمنی موج گلی جوش بہاری

لیکن بعد برہم زدن محمد فرخ سیر تاریخ طبع زاد میرزا کہ ع

"سادات بوی نمک حرامی کردند"

شہرت گرفت۔ میرزا متوہم شدہ از دہلی حرکت جانب لاہور کرد۔ عبدالصمد خان ناظم لاہور بتعظیم و تکریم تمام پیش آمد و خدمات شایستہ بتقدیم رسانید۔

و چون دولتِ سادات عنقریب برهم خورد۔ میرزا در همان ایام به شاهجهان آباد معاودت نمود۔ و سیوم ماه صفر سنه ثلث و ثلثین و مآته و الف (۱۱۳۳) رخت بعالم باقی کشید۔ و در صحن خانۂ خود مدفون گردید۔

میرزا معنی آفرین بے نظیر است اما عبارت بطور خود دارد و بطور جمهور نیز فراوان جواهر سخن در رشتۂ نطق کشید۔ اگر کلیاتش را انتخاب زنند مجموعۂ لطیف مقبول حاصل می شود و خطِ نسخ بر نسخۂ سحرِ سامری می کشد۔ چنانچه درین عدالت گاه شهود عدل حاضر است۔

و از بس قوّت طبع گاہے بادپای فکر تندمی تازد و بطور مُلّا ظهوری ترشیزی دریک زمین مکرر طرح غزل می اندازد۔

و میرزا را بحر کامل مرغوب اُفتاده و درین بحر شنائی کرده میر عطاء اللّٰه صاحب رسالۂ عروض گوید بعضے متاخرین شعراء عجم بر کامل مثمن شعر گفته اند۔ خالی از عذوبتی نیست چنانچه خواجه کمال الدّین سلمان ساوجی فرماید ؎

بصنوبرِ قدِ دلکشش اگر ای صبا گذرے کنی | بهوای جانِ حزینِ من دلِ خسته را خبرے کنی

و از مطالع میرزا بیدل است ؎

توکریم مطلق و من گدا۔ چه کنی جز این که نخوانیم | درے دیگرم بنما که من بکجا روم چو برانیم

دیوان غزل میرزا بنظر در آمد۔ این چند گوهر از ان محیط بر آورده شد ؎

مستِ عرفان را شراب دیگرے درکار نیست | جز طوافِ خویش دور ساغرے درکار نیست

ادب چه چاره کند شوق چون فضول اُفتد | بجای عذر دل آورده ام قبول اُفتد

دیدۂ انتظار را دامِ اُمید کرده ام | ای قدمت بچشم من خانه سفید کرده ام

آخر ز فقر بر سرِ دُنیا زدیم پا | خلقی بجاۂ تکیه زد و ما زدیم پا

کافرم گر مخمل و سنجاب می باید مرا | سایۂ بیدی کفیل خواب مے باید مرا

بی نقش چین نه حُسن فرنگ آفریدن است | بهزادی تو دست ز دنیا کشیدن است
تنم زبندِ لباسِ تکلف آزاد است | برهنگی ببرم خلعتِ خدا داد است
اُلفتِ تن باعثِ فکرِ پریشانِ دل است | دانه صاحب ریشه از آمیزشِ آب و گل است
کسے از التفاتِ چشمِ خوبان کام بر دارد | که بر هر استخوان صد زخم چون بادام بردارد
من نمی گویم زیان کن یا بفکرِ سود باش | ای ز فرصت بیخبر در هر چه باشی زود باش
شکوهِ فقر ملکِ بے نیازی کرد تسلیم | باقبالی که دل برخاست از دُنیا به تعظیم
باز بیتابانه ایجادِ نواسے مے کنم | مطلب دیگر نئے دانم دُعاے مے کنم
من درین بحر نه کشتی نه کدو مے آرم | چون حباب از برِ خود جامه فرو مے آرم
درین حدیقه نهٔ قدردانِ حیرانی | بشوخیِ مژه ترسم ورق به گردانی
جمع گشتن دلِ ما را به تسلّی نرساند | از گهر کیست برد شیوهٔ غلطانی را
چه وجود و چه عدم بست و کشادِ مژه است | چون شرر هر دو جهان را بنگاهے دریاب
سرگرانی لازمِ هستی بود بیدل که صبح | تا نفس باقی است صندل بر جبین مالیده است
گر تامل قفسِ بیضهٔ طاؤس شود | در شبستانِ عدم نیز چراغانی هست
دل سخت گره شد بخم ابروے نازش | در طاقِ تغافل همه نقاشِے چین است
صاف معنی کرد مستغنی ز دردِ صورتم | چون بطِ می باطنِ من عالمِ آبِ من است
بهستیِ تو اُمید است نیستی ما را | که گفته اند اگر هیچ نیست الله است
بهر طرف گذری سیرِ نرگستان کن | بقدرِ نقشِ قدم چشمِ دوستان باز است
تا نفس باقیست ظالم نیست بیفکرِ فساد | گوشه گیرِ فتنه می باشد کمان را تا دم است
قلندرانه حدیث است زاهد مغرور | تو غرهٔ به بهشتی که جائے ریدن نیست
کینه در طبعِ ملائم نکند نشو و نما | فارغ از جوشِ غبار است زمینی که نم است
حُسن بے منتِ تامُّل نگذشت از دلِ ما | صفحهٔ حیرتِ آئینه عجب خوش قلم است

مشقِ ستم زطینتِ ظالم نمے رود	زورِ کمان دمے کہ نماند کبادہ است
کس نرفتے بعدم ہستی اگر جامی داشت	خلقے از تنگیِ این خانہ بصحرا زدہ است
کاش ہجران دادِ من میداد گر وصلی نبود	شمع تصویریم کہ از من سوختن ہم ننگ داشت
گر برآمد از صدف گوہر اسیرِ رشتہ است	خانہ غربت دلِ آگاہ را دامِ بلا است
بی خمیدن از زمین نتوان گہر برداشتن	آنچہ بردارد دولت زین خاکدان قدِّ دوتاست
نہ دام دانم و نی دانہ این قدر دانم	کہ دل بہرچہ کشد التفات صیّاد است
در نیامِ ہر نفس تیغِ دو دم خوابیدہ است	چون سحر در قطعِ ہستی خنجرے در کار نیست
آن قدر سعی بہ آبادی ما لازم نیست	خانۂ چشم بہ امدادِ نگاہی برپاست
گویند بہشت است وہمہ راحتِ جاوید	جائیکہ بداغی نہ طپد دل چہ مقام است
چون سایہ باش یک قلم آئینۂ نیاز	آن را کہ سجدہ جزو بدن نیست بندہ نیست
تا خموشی نگزینی حق و باطل باقی است	رشتۂ را کہ گرہ جمع نسازد دو سر است
مردہ ہم فکر قیامت دارد	آرمیدن چہ قدر دشوار است
بگذر از اندیشۂ یوسف کہ در کنعانِ ما	یا نسیمِ پیرہن یا جلوۂ پیراہن است
ہیچ کس از معنیِ مکتوبِ شوق آگاہ نیست	ورنہ جائے نامہ پیشِ یار ما را خواندن است
ہر کہ رفت از خود بداغِ تازہ ام ممتاز کرد	آتشِ این کاروانہا جملہ بر جانِ من است
پیشکارانِ عجوزِ دہر یکسر غالب اند	آنکہ از مردان بمردی باج میگیرد زن است
آبرو با عرضِ مطلب جمع نتوان ساختن	دستِ حاجت تا بلندی کرد استغنا نشست
بیدل نتوان بردنم از خطِّ جبینم	نقاش عرق ریز حیا نقش مرا بست
خواریِ دیوان دہر عزّتِ ما بیش کرد	فرد چو باطل شود سَرورقِ دفتر است
تماش فہم نداریم ورنہ خوبان را	اُتو ہی پیرہنِ ناز چینِ پیشانی است
زین ندامت خانہ بیرون رفتنت دشوار نیست	ہر قدر دستی کہ می سائی بہم پا می شود

برنگِ آب سیر برگ برگِ این چمن کردم — گلِ داغ است بیدل آنکه بوئے از وفا دارد

داغم که چرا پیکرِ من سایه نه گردید — تا در قدمِ سروِ خرامانِ تو باشد

چو عمر گر نشوی هم عنان خود داری — قدم بهر چه گذاری رکاب می گردد

بر که نالم بیدل از بیدادِ چرخ — خوابِ من آواز این دو لاب بُرد

در مجلسے که عزّت موقوفِ خود فروشی است — دیگر کسے چه باشد گر میرزا نباشد

چو برگردد مزاج از احتیاطِ خود مشو غافل — سلامت سخت می لرزد بران سنگے که مینا شد

بدماغِ دعوی عشق سرِ بوالهوس بلند است — مگر از دکانِ قصاب جگرے خریده باشد

ز دل حقیقت ردّ و قبول پرسیدم — بخنده گفت برو یا بیا که می پرسد

اگر مردی درِ تخفیفِ اسباب تعلّق زن — کز انگشتِ دگر انگشتِ تر یک بند کم دارد

کج ادایانه به ارباب مطالب سر کن — راستی بر دلِ این قوم سنان می باشد

دهر لبریزِ مکافات است اما کو تمیز — کم کسے اینجا بحالِ خود ترحم می کند

برقی ز دور دارد هنگامهٔ تجلّی — ای بیخودان به بینید دل جلوه گر نباشد

هر چند کار فرداست امروز مفت خود گیر — شاید دماغ طاقت وقتِ دگر نباشد

چشمت بغلط سوی من انداخت نگاهی — تیری که ازین شست خطا شد چه بجا شد

نموده اند ز دستِ نوازشِ فلکم — دمی که گاه غضب بر زمین پلنگ زند

سایه از جلوهٔ خورشید چه اظهار کند — رفتم از خویش ندانم بچه آئین آمد

ای ساغرِ بنخاله ازین تشنه سلامی — خوش خیمه بران چشمهٔ کوثر زدهٔ باز

وضعِ فقیریِ ما ناساز هیچکس نیست — ویرانه ایم امّا بسیار خوش هوائیم

چندانکه زخود می روم آن جلوه به پیش است — رنگے نشکستم که برنگے نرسیدم

نشّهٔ تحقیق ما را شعلهٔ جوّاله کرد — گرد خود گشتیم چندانی که خود را سوختیم

کم ظرفیم از غفلتِ خویش است وگرنه — دریاست می ریخته از جامِ حبابم

ز محرومیِ دیدار میر سید | آئینہ نفہمید کہ من با کہ دو چارم
طپیدم نالہ کردم - آب گشتم خاک گردیدم | تکلف بیش ازین نتوان بعرضِ مدعا کردن
چہ پردازم بعرضِ مطلبِ خود سخت حیرانم | تو ہم آخر زبانِ حیرتِ آئینہ می دانی

رباعی

ہر صبح کہ درہائے فلک باز کنند | مردم قانون جستجو ساز کنند
قوال فلک بدست گیرد دفِ مہر | دنیا طلبان پا زدن آغاز کنند

مخفی نماند کہ تاریخی کہ میرزا بیدل برای سادات گفتہ و در ترجمۂ او برزبان قلم گزشتہ - محرک شد کہ درین محل شمۂ از احوال دو امیر کبیر از ساداتِ بارہہ و اسبابے کہ باعث عزل پادشاہ شد بمعرض بیان در آید - و این جملہ معترضہ نقاب از صورت حال وا نماید - و اسم نواب آصف جاہ ہم در ترجمۂ میرزا ذکر یافت بہ این تقریب حالات نواب آصف جاہ و نواب نظام الدولہ شہید خلف الصدق او نیز می طرازم - و او ہم کلک را مطلق العنان می سازم -

(۸۲) سیّد عبداللہ خان

مخاطب بہ قطب الملک وزیر اعظم محمد فرخ سیر پادشاہ بود و برادرش سید حسین علی خان بمنصب امیر الامرائی تارک مباہات بآسمان می سود -

اینہا از اعاظم سادات بارہہ اند و اکابر شرفاء ہند - نسب سادات بارہہ بہ سید ابو الفرح واسطی راجع می شود کہ سلسلۂ نسبش در دفترِ اوّل تحت ترجمہ سیّد محمد صغری بلگرامی نوّر اللہ ضریحہٗ نگارش یافت -

ہر دو برادر فرقدین فلک سیادت و نیرین سپہر امارت بودند متحلی باکثر شمائل

ؔ مآثر الامرا جلد سوم صفحہ ۱۳۰ تا ۱۴۰ مطبوعہ کلکتہ ۱۸۹۱ء -

سنیه وخصائل رضیه خصوص سخاوت وشجاعت که ازین دو صفتِ والاآثار غرابظهور رساندند- ونقشهائی که طراز صفحهٔ دولت باشد برلوح روزگار نشاندند- و از مبادیِ ایام عروج تا منتهے بخوبی ونیکنامی بسر بردند- واز آبیاری عدل و احسان عرصهٔ هند را رشک فردوس برین ساختند- لیکن در اواخر دولت راه غلط پیمودند وتا روز قیامت داغ بدنامی برخود بردند- امانزد ارباب انصاف منشأ عزل پادشاه محض پاس آبرو وحفظ جان عزیز بود که اینها مدة العمر جانفشانیها نمودند- ولوازم دولتخواهیها بتقدیم رسانیدند- پادشاه چشم ازحقوق پوشیده درصدد قلع وقمع اُفتاده وتا زنده بود همین خیال درسر داشت- آخراین رای سقیم باعث زوال سلطنت شد ودولت پادشاه وسادات هردو برهم خورد-

قاضی شهاب الدّین ملک العلما قدس سرهٗ درمناقب السّادات میفرمائد که:-

"امارتِ صحت سیادت خلق محمدی است وسخاوت هاشمی وشجاعت حیدری باید"

"که سید صحیح النسب ازین ملکات بهرهٔ وافی داشته باشد- واحیانا بحکم نفس اماره"

"اگر مرتکب عصیانے شود- آخر کار سببے رومی دهد که باعث نجات اُخروی می گردد-"

مصداق این کلام درین هردو برادر مشاهده اُفتاد که مظلوم ازین عالم رفتند وغازهٔ شهادت بررو مالیدند- نام اصلی **قطب الملک حسن علی** است ونام اصلی امیر الامرا **حسین علی**- شهادت اول به زهر واقع شد- وشهادتِ ثانی بخنجر-

حسن علی خان برادر کلان درعهد **خلد مکان** بخطاب خانی وفوجداری ندربار وسلطان پور ازتوابع **بگلانه** سرفرازی یافت وبعد ازان بحراست **اورنگ آباد** سربلند گردید-

وچون شهزاده **محمد معز الدّین** بن **شاه عالم** ازپیشگاه **خلد مکان** بصوبه داری **ملتان** مامور شد **حسن علی خان** بهمراهے رکاب شهزاده دستوری یافت- صحبت

او باشاہزادہ کوک نشد۔ و آزردہ خاطر بہ لاہور برگشت۔ در آن وقت میر عبد الجلیل بلگرامی بخدمت بھکر و سیوستان قیام داشت۔ چون حسن علی خان از نواحی بھکر قصد لاہور کرد۔ میر سلوکہای پسندیدہ بعمل آورد۔ ابتدای ربط باسادات این است وقتیکہ خلد مکان علم بملک جاودانی زد۔ و رایات شاہ عالم از پشاور بہ لاہور خرامید۔ حسن علی خان را بمنصب سہ ہزاری وعطای نقارہ و بخشیگری فوج جدید سرافراز ساخت۔

و در جنگ محمد اعظم شاہ بہراولی فوج محمد معز الدین کہ ہراول مجموع عساکر شاہ عالمی بود مقرر گردید۔ وقتیکہ جنگ ترازو شد۔ حسن علی خان و حسین علی خان و نور الدین علی خان برادر سیوم برسم تہور پیشگان ہند خود را از فیل انداختند و باجمعیت سادات بارہہ پای جلادت افشردہ بجنگ کوتہ یراق پیوستند نور الدین علی خان نقد زندگانی در باخت و دیگر برادران زخمہای نمایان برداشتند و سرخ روئی فتح و ظفر حاصل کردند۔ حسن علی خان بمنصب چہار ہزاری و صوبہ داری اجمیر مباہی گشت۔ و بعد ازان بصوبہ داری الہ آباد امتیاز پذیرفت

چون نوبت سلطنت بہ محمد معز الدین رسید۔ حکومت الہ آباد از عزل او بنام راجی خان مقرر شد و سید عبد الغفار از احفاد سید صدر جہاں صدر الصدور پہانوی بہ نیابت راجی خان متوجہ الہ آباد شد۔ سید حسن علی خان فوجے بتقابل برآورد و در سواد الہ آباد جنگ افتاد۔ سید عبد الغفار بعد غالب شدن منکوب گردید۔ عنان عطف ساخت۔ محمد معز الدین باقتضای غفلت و عیاشی دست از تدارک برداشتہ در استمالت سید حسن علی خان افتاد و بہ ارسال فرمان بحالی الہ آباد و اضافۂ منصب سرافراز نمود

اما برادرش سید حسین علی خان ناظم عظیم آباد پتنہ کہ بمزید شجاعت و وقار و متانت

نامور روزگار بود با محمد فرخ سیر پیمان رفاقت موکد ساخت- چنانچه در ترجمهٔ او نگارش می رود- و به حسن علی خان برادر کلان نیز ترغیب رفاقت نمود حسین علی خان بچاپلوسی محمد معز الدین که از وقت صوبه داری ملتان کم التفاتی او می دانست اعتبار نه کرده از تهِ دل به محمد فرخ سیر گروید و درخواست قدوم اله آباد نمود-

محمد فرخ سیر در چنین هنگام اتفاق این دو برادر بها در صاحب فوج از امارات اقبال خود دانسته از بلدهٔ پٹنه به اله آباد رسید و با حسن علی خان مشافهة بتجدید عهد پرداخته امیدوار مزید عنایات ساخت و به هراولی فوج مقرر فرمود- و عازم پیش گشت-

عز الدین پسر کلان محمد معز الدین به اتالیقی خواجه حسین مخاطب به خان دوران از دار الخلافه شاهجهان آباد بتقابل محمد فرخ سیر مرخص گردید- و در حوالی کهجوه از توابع اله آباد رسیده انتظار حریف می کشید- بمجرد تقارب فوج محمد فرخ سیر- عز الدین بے استعمال ادوات حرب نیم شبی راه گریز گرفت-

فوج محمد فرخ سیر که در کمال عسرت و بے سامانی بود از غارت بنگاه عز الدین تقویتے کمال بهم رسانید و روانه پیشتر شده در نواحی اکبر آباد خرامش نمود-

محمد معز الدین نیز از دار الخلافه کوچ کرده به اکبر آباد آمد- و در فکر عبور دریای جمن (جون) بود که حسن علی خان پیش قدمی نموده از متصل سرای روز بهانی چهار کروهی اکبر آباد دریای جمن (جون) را عبور کرد و در عقب او محمد فرخ سیر نیز از دریا گزشت- اکثر مردم محمد فرخ سیر از عسرت و کم مایگی رو به پراگندگی آورده بودند- معدودے همراه رکاب رسیدند- سیزدهم ذی الحجه سنه ثلث و عشرین و مائة والف (۱۱۲۳) تلاقی فریقین دست داد- نسیم فیروزی بر الویه محمد فرخ سیر وزید- و محمد معز الدین بتغییر وضع راه دهلی گرفت-

درین کارزار از هر دو برادر تردداتِ نمایان بظهور رسید۔ سید حسین علی خان برادر خورد زخمهای کاری بر داشته در میدان افتاد۔ بعد جلوه افروزی شاهد فتح حسن علی خان برادر کلان بر جناح استعجال روانه دار الخلافه گشت۔ و پادشاه نیز به تفاوت یک هفته سایۀ وصول بر ساحتِ دهلی انداخت حسن علی خان بمنصب هفت هزاری هفت هزار سوار و خطاب سید عبدالله خان قطب الملک بهادر یار وفادار ظفر جنگ و تفویض وزارت اعلیٰ بلند پایه گشت۔

چون عروج رُتبه این هر دو برادر از حد گذشت۔ ناتوان بینان در صدد شکست اُفتادند۔ و به تسویلات واهی مزاج پادشاه را شورانیدند۔ نوبت بجائے رسید که هر دو برادر خانه نشین گشتند۔ و به ترتیب مورچال و استعداد اسباب پرخاش پرداختند والدۀ پادشاه که با هر دو برادر اظهار دوستی می نمود و از قدیم واسطۀ اصلاح بود۔ بخانۀ قطب الملک آمده مجدداً عهد و پیمان استوار ساخت۔ هر دو برادر بملازمت رسیده شکوهای محبت آمیز در میان آمد۔ و چند روز زمانه به آرامش گرائید۔

غرض گویان مزاج پادشاه را برهم زدند۔ هر روز صحبت بے مزه تر می گشت۔ و مادۀ نفاق که خانه برانداز کهنه دولتهاست می افزود۔ تا آنکه امیر الامرا بصوبه داری دکن مرخص گشت۔ و قطبُ الملک بعیش و عشرت مشغول گشته عنان وزارت بدست راجه رتن چند سپرد۔ اعتقاد خان کشمیری همراز و دمساز پادشاه گردید و کنگاش قلع و قمع سادات اعلان گرفت۔ قطب الملک به امیر الامرا نوشت که کار از دست رفته است پیش از انکه چشم زخمی به آبرو و جان برسد۔ خود را باید رسانید۔ امیر الامرا باکمال تسلّط و جبروت از دکن روانه شده سواد دهلی را معسکر ساخت و پادشاه را پیغام کرد که تا که بند و بست قلعه به اختیار ما نباشد در ملازمت وسواس دارم۔ پادشاه خدمات قلعه را به متوسلان امیر الامرا سپرد۔ بعد استحکام قلعه امیر الامرا

بملازمت پادشاه رسید۔

وہشتم ربیع الآخر به ارادۂ ملاقات ثانی فوجہا آراسته داخل شہر شد ودرحویلی شایسته خان فرود آمد۔ قطب الملک ومہاراجه اجیت سنگھ درقلعه رفته بدستور روز اول به بندوبست قلعه پرداختند وکلید دروازه بدست آوردند۔ آن روز وشب بہمین منوال گذشت۔ مردم شہر واقف نشدند که شب درقلعه چه واقع شد۔ چون صبح دمید۔ قتل قطب الملک شہرت داده افواج پادشاہی ازہرجانب مرتب شده بر سرامیرالامرا خواستند ہجوم آرند امیرالامرا به قطب الملک گفته فرستاد که چه جائے توقف است زود ازمیان باید برداشت۔

لاعلاج قطب الملک نہم ربیع الآخر سنه احدی وثلثین ومآته والف (۱۱۳۱) پادشاه رامقید ساخت ورفیع الدرجات بن رفیع الشان بن شاه عالم راازحبس برآورده برتخت نشاند وصدای نقارۂ جلوس او آشوبی راکه درشہر برپاشُده بود فرونشاند۔

رفیع الدرجات درحالتِ حبس بمرض تپ دق مبتلابود۔ چون سلطنت میسرشد لوازم احتیاط مزاج ازدست داد وبعد ۳ ماه وچند روز روزگار او سپری گشت ومطابق وصیت او برادرکلانش رفیع الدوله رابرسریرسلطنت جادادند۔ وبه شاه جہان ثانی ملقب ساختند۔ بعد ایامے نیکوسیر درقلعه آگره خروج کرد۔ امیرالامرا باپادشاه بسرعت خودرا رسانده قلعه را مفتوح ساخت۔ ناگاه فتنۂ دیگر گل کرد۔ جَی سنگھ سوائی طبل مخالفت کوفت۔ قطب الملک دررکاب شاه جہان ثانی برای دفع جَی سنگھ به فتح پورسیکری شتافت وباجَی سنگھ صورت مصالحه درمیان آمد شاه جہان ثانی نیز بعد ۳ ماه وچند روز بمرض اسہال درگذشت۔

ناگزیر روشن اختر بن جہان شاه بن شاه عالم راازدارالخلافه طلبیده

پانزدہم ذی القعدہ سنہ احدی وثلثین ومأتہ والف (۱۱۳۱) بر اورنگ فرمانروائی اجلاس دادند۔ وبہ محمد شاہ ملقب ساختند۔

سبحان اللہ ہرچند سادات خود دعویٰ سلطنت نہ کردند واولاد تیموریہ را برتخت نشاندند اما حرکتے کہ با محمد فرخ سیر کردند مبارک نیامد۔ دمی بہ آسایش نگذرانیدند ونفسے بہ طمانیت نہ کشیدند۔ دریاہائے فتنہ از ہر چہار طرف بتلاطم درآمد واسباب زوال دولت آمادہ گشت۔

خبر رسید کہ غرۂ رجب سنہ اثنتین وثلثین ومأتہ والف (۱۱۳۲) نواب نظام الملک ناظم مالوا از دریای نربدا گذشتہ قلعہ آسیر وشہر برہان پور را متصرف گشت۔ امیر الامرا سید دلاور خان بخشی خود را با فوج سنگین جانب نواب نظام الملک فرستاد۔ دلاور خان بعد محاربہ بقتل رسید۔ سید عالم علیخان نائب صوبہ داری دکن کہ نوجوان تہور منش بود کارزار نمودہ مردانہ نقد ہستی باخت۔ امیر الامرا با پادشاہ قصد دکن کرد وقطب الملک با چندے از امرا نوزدہم ذی القعدہ از چہار کروہی اکبرآباد فتحپور رویہ رخصت دار الخلافہ دہلی شد وہنوز نرسیدہ بود کہ ہفتم ذی الحجہ خبر کشتہ شدن امیر الامرا طاقت ربا گشت

قطب الملک برادر صغیر اعیانی خود سید نجم الدین علی خان را کہ بحراست دہلی قیام داشت نوشت کہ یکے از شاہزادہا را برآوردہ برتخت نشاند۔ پانزدہم ذی الحجہ سنہ اثنتین وثلثین ومأتہ والف (۱۱۳۲) سلطان ابراہیم بن رفیع الشان بن شاہ عالم را برتخت دہلی اجلاس دادند۔ بہ تفاوت دو روز قطب الملک نیز رسید وبہ استمالت امراء قدیم وجدید پرداخت۔ وفوج علی العموم نگاہ داشت وآنچہ در ایام وزارت اندوختہ بود از نقد وجنس کہ احصاء آن جز علم الٰہی مقدور کسے نیست ہمہ را صرف سپاہ ویاران ودوستان کرد وگفت اگر زندہ ایم باز بہم

می رسانیم و اگر خواہش حق بنوعی دیگر است چرا در دست غیر اُفتد۔

ہفدہم ماہ مذکور بعزم مقابلہ از دار الخلافہ بر آمد۔ سیزدہم محرم سنہ ثلث و ثلثین و مآتہ والف (۱۱۳۳) بموضع حسن پور رسید۔ چہاردہم جنگ واقع شد۔ توپخانۂ محمد شاہی باہتمام حیدر قلی خان میر آتش بہیم در کار بود و مردم بارہہ سینہ را سپر ساختہ در مقابل توپخانہ مکرر حملہا نمودند از برگشتگی ایام فائدہ نہ بخشید۔ چون شب شد از بارش گولہای توپ و زنبورک و شتر نال کہ آنے فرصت نمی داد فوج قطب الملک پراگندہ گشت و تا دمیدن صبح معدودے ہمراہ قطب الملک ماندند۔

ہمین کہ آفتاب از دریچۂ مشرق سر بر آورد۔ فوج محمد شاہی یورش کرد و جنگے صعب واقع شد۔ بسیارے از سادات بسمل شدند۔ و سیّد نجم الدین علی خان زخمہاے کاری برداشت۔ قطب الملک خود را از فیل انداخت۔ زخم تیر بر پیشانی و زخم شمشیر بر دست رسید۔ حیدر قلی خان۔ با جمعی بر سر وقت قطب الملک رسیدہ او را بر فیل خود گرفت۔ و نزد پادشاہ آورد۔ پادشاہ جان بخشی نمودہ حوالۂ حیدر قلی خان فرمود۔ قطب الملک در قید پادشاہی روزی بشب و شبے بروز سیاہ می آورد آخر مسمومش کردند۔ اول مرتبہ خدمتگار او زہر مہرہ را سائیدہ خوراند۔ باستفراغ بسیار سمیت دفع شد۔ روز دویم باز خواجہ سرای پادشاہی حب زہر ہلاہل آورد۔ قطب الملک تجدید وضو کردہ مستقبل قبلہ نشست و گفت الٰہی تو میدانی کہ این شئ حرام را باختیار خود نمی خورم۔ ہمین کہ از حلق فرو رفت حالت متغیر گشت و جان بجہان آفرین سپرد۔

و این واقعہ سلخ ذی الحجہ سنہ خمس و ثلثین و مآتہ والف (۱۱۳۵) واقع شد قبرش در شاہجہان آباد زیارتگاہ خلائق است۔

از آثار اوست نہر پت پر گنج واقع شاہجہان آباد کہ از بی آبی حکم کربلا داشت قطب الملک در سنہ سبع و عشرین و مآتہ والف (۱۱۲۷) نہرے از اصل نہر

شاہجہانی بریدہ آوردہ و آن خطہ را بوفور آب احیا نمود- علامۂ مرحوم میر عبد الجلیل بلگرامی گوید

بحر جود و فیض قطب الملک عبد اللہ خان — نہر خیری کرد جاری آن وزیر محتشم
بہر آن عبد الجلیل واسطی تاریخ گفت — نہر قطب الملک مدّ بحر احسان و کرم
۱۱۲۷ھ

و نیز علامۂ مرحوم در مثنوی بمدح او می پردازد

ارسطو فطرتے آصف نشان است — یمین الدولہ عبد اللہ خان است
بدیوان چون نشیند نو بہار است — بمیدان چون در آید ذو الفقار است

(۸۳) امیر الامرا سید حسین علی خان[1]

برادر خورد قطب الملک است امّا در سخاوت و شجاعت و علو ہمت و تمکین دو قدم از برادر کلان فائق بود- و در عہد خلد مکان بہ حکومت رنتھنبور و آخرہا بہ فوجداری ہندول بیانہ می پرداخت

چون برادرش بعد رحلت خلد مکان در لاہور مشمول عواطف شاہ عالم گردید- سید حسین علی خان با فوجی شایستہ در حوالی دہلی دولت ملازمت دریافت و در جنگ محمد اعظم شاہ مصدر جلائل ترددات گشتہ نوعی کہ گزشت بہ منصب سہ ہزاری و عنایت نقارہ سربلند گردید- و بوساطت شاہزادہ عظیم الشّان بہ نیابت صوبہ داری عظیم آباد پتنہ رخصت یافت

در اواخر عہد خلد مکان صوبہ داری بنگالہ بہ سپہ دار خان مخاطب بہ اعز الدولہ خان جہان بہادر از تغیّر شاہزادہ عظیم الشان مقرر گشت- محمد فرخ سیر خلف عظیم الشان کہ بہ نیابت پدر در بنگالہ بود طلب حضور شدہ بہ پتنہ

[1] مآثر الامرا جلد اول صفحہ ۳۲۱ تا ۳۳۸ مطبوعہ کلکتہ ۱۸۸۸ء-

رسید چون مدتها بخودسری گزرانیده ونسبت به برادران دیگر نزد جد و پدر رُتبۂ نداشت رفتن حضور شاق وناگوار پنداشته بعد زعسرتِ اخراجات اوقات پرستی میکرد تا آنکه شاه عالم شنقار شد محمد فرخ سیر خطبه وسکّه بنام پدر نموده در فراہم آوردن مردم ہمّت گماشت- درین اثنا خبر گشته شدنِ عظیم الشان رسید- در ربیع الاوّل سنہ ثلث وعشرین ومآته والف (۱۱۲۳) خودسریر آرای سلطنت گشت-

وسید حسین علی خان ناظم پٹنه را به وعدهٔ عنایات مستمال ساخته رفیق گردانید وازین جهت سید حسن علی خان ناظم اله آباد نیز طریق رفاقت سپرد- در کمتر زمانی افواج کثیره مجتمع گشت امابنا بر قلت خزانه تارسیدن اکبر آباد دوازده ہزار سوار بیش نماند-

سید حسین علی خان روز جنگ به اتفاق حسین بیگ خان صف شکن نائب صوبه داری اُولیسه وزین الدین خان پسر بهادر خان رُہیله مقابل ذوالفقار خان بن اسد خان وزیر که توپ وضرب زن بسیار پیش روچیده ایستاده بود اسپان تاخته درزنجیرۂ توپخانه درآمد- چون عرصۂ وغا بر خود تنگ دید بآئین دلاوران کشور ہند پیاده گشته زخمهائے کاری برداشته برزمین اُفتاد- وآن دوسردار با رفقاء بسیار مردانه نقد زندگانی نثار نمودند-

بعد فتح سید حسین علی خان بخطاب امیر الامرا بهادر فیروز جنگ ومنصب ہفت ہزاری ہفت ہزار سوار وخدمت والاے میر بخشیگری کوس بلند زنبگی نواخت

ودر سال دوم جلوس به افواج سنگین به تنبیه اجیت سنگھ مرزبان سرزمین مارواڑ که لوای تمرد افراخته بود- مامور گردید وتا میرٹھ ہر جا تعلقۂ او بود لکدکوب تاراج ساخت- راجه از صولت فوج منصور جانب بیکانیر بدرزد ودرمکانهای استوار خزید-

درین بیاق آنچه از اجرای حکم امیر الامرا نقل می کنند این است که:-

"چون دیہات اجیت سنگھ و جی سنگھ سوائی باہم مخلوط اند و رعایای تعلقہ اولین از
"ہراس رو بفرار می آوردند- و تباراجیان حکم بود کہ مواضع خالی را یغما کردہ آتش زنند
"و مکانہای آباد را مزاحمت نرسانند- رعایای اجیت سنگھ این را دیدہ بوساطت
"رعایای جی سنگھ امان خواستہ می آمدند- ہمان وقت سزاولان تعین می شدند کہ تباراجیان
"گویند کہ آتش فرو نشانند و آنچہ گرفتہ اند مسترد سازند اصلا درین حکم تخلف نمی شد-
"بعضی ثقات از مردم دیہ استفسار کردند باتفاق می گفتند کہ غیر از سوختن نقصانے
"بما نرسید-

وضبط و فتق امیر الامرا ہمیشہ برین منوال بود-

افواج او از راہ باریکے مابین دو زراعت مے گزشت کسی را قدرت نبود کہ از
جادہ تفاوت کند- دست بزراعت رسانیدن معلوم-

القصہ اجیت سنگھ چون خرابی خود و ملک مشاہدہ کرد وکلاء معتبر فرستادہ بتقدیم
پیشکش و ارسال پسر کلان خویش ابی سنگھ نام و تزویج دختر خود بہ پادشاہ کہ در
عرف این دیار دولہ گویند مستدعی عفو جرائم گردید- امیر الامرا بمصالحہ پرداخت و
ابی سنگھ را ہمراہ گرفتہ خود را بحضور رسانید و فوجی برای دولہ گزاشت و بعد
رسیدن دولہ طوی پادشاہ منعقد گشت-

گویند اینچنین طوی عظیم الشان از شاہان پیشین کم جلوہ ظہور نمود- علامۂ مرحوم
میر عبد الجلیل بلگرامی مثنوی رنگینے درین طوی بنظم آوردہ و داد سخنوری دادہ-

بعد ازین پادشاہ امیر الامرا را بہ صوبہ داری دکن مقرر فرمود- چون میر
جملہ سمرقندی ہر روز مزاج پادشاہ را از سادات منحرف می ساخت- قرار یافت
کہ اول میر جملہ بصوبہ داری پتنہ راہگرا گردد بعد ازان امیر الامرا رخصت دکن

شود- میر جمله روانه پتنه شد و امیر الامرا در سنه سبع وعشرین و مائة والف (۱۱۲۷) متوجه دکن گردید-

وقت رخصت مواجهتهٔ عرض کرد که اگر در غیبت من میر جمله بحضور رسید- یا به قطب الملک نوعی دیگر سلوک شد در عرض بیست روز مرا رسیده دانند- پادشاه از قباحت نافهمی بوساطت خان دوران مخفی به داؤد خان ناظم برهان پور تحریض مخالفت نمود-

داؤد خان با آنکه سادات در ابتدای سلطنت محمد فرخ سیر واسطهٔ جان بخشی او شده بودند و بتازگی امیر الامرا نیابت صوبه داری برهان پور از پادشاه بنام او گرفت- و او از گجرات احمد آباد به بُرهان پور آمده بحکومت آنجا می پرداخت چشم از حقوق سادات پوشیده ارادهٔ مخالفت مصمم ساخت-

چون امیر الامرا نربدا را عبور کرد ظاهر شد که داؤد خان سررشتهٔ موافقت گسسته خیال ملاقات هم در سر ندارد- امیر الامرا در فکر اصلاح اُفتاد و بپیغام کرد که درصورتِ توافق ملازمت لازم و در شکل تخالف روانهٔ دار الخلافه باید شد از ما مزاحمتے نیست-

داؤد خان پائی جهالت افشرده کار به پرخاش رسانید- ناگزیر یازدهم رمضان سنه سبع وعشرین و مائة والف (۱۱۲۷) عرصهٔ مبارزت در سواد برهان پور آراسته گشت و جنگے عظیم رو نمود- داؤد خان بزخم تفنگ نقد هستی باخت- بعد طلوع نیر فتح امیر الامرا به اورنگ آباد رسید و بر مسند ریاست تمکن ورزید-

وعنقریب کهندو دبهاریه سیناپتی راجه ساهو در صوبه خاندیس سر به فساد برداشت امیر الامرا ذو الفقار بیگ بخشی خود را به تنبیه او تعین فرمود- و در پرگنه بهانیر دو چار گشته بجنگ درپیوست- ذو الفقار بیگ جرعهٔ شهادت چشید-

وباقی فوج بیغما در آمد- سیف الدّین علی خان برادر اصغر امیر الامرا و راجه محکم سنگھ بمالش غنیم مامور شدند و تا بندر سورت عنان باز نه کشیدند- و محکم سنگھ تا قلعه ستاره مسکن راجه ساهو دقیقه از نهب و تالان فرونگذاشت-

چون پادشاه به اغوای دولت براندازان- و سرداران دکن خصوص راجهٔ ساهو درباب مخالفت امیر الامرا- بایما و صراحت کوتاهی نمی کرد و در دهلی با قطب الملک هرروز صحبتی تازه و نزاعے نو برمے انگیخت وصدای بگیر و بکش هروقت بگوشها مے رسید- قطب الملک همیشه امیر الامرا را به آمدن دهلی ترغیب می کرد

لاعلاج امیر الامرا از دشمن خانه بدشمن بیگانه ساخته درسنه تسع وعشرین و مأته والف (۱۱۲۹) با راجه ساهو بتوسط سنکراجی ملهار و محمد انور خان برهان پوری که تاحین تحریر در قید حیات است وفقیر را با او صحبتهای مستوفی اتفاق اُفتاد- صلح کرد و بشرط عدم تاخت و تاراج ملک و عدم تعرض طرق وشوارع- و نگاه داشتن پانزده هزار سوار در رکاب ناظم دکن- اسناد چوتھ و سردیسمکی شش صوبهٔ دکن بمهر خود با تنخواه کوکن وغیره ملکے که راج قدیمش می نامند حواله نمود-

مخفی نماند که در اواخر عهد خلد مکان قرار یافته که با غنیم صلح درمیان آید- باین شرط که سرصد از محصول ملکی نه روپیه بصیغهٔ سردیسمکی حصهٔ غنیم مقرر شود پادشاه میر ملنگ را با اسناد سردیسمکی نزد غنیم فرستاد که عهد و پیمان محکم سازد و سرداران غنیم را بملازمت پادشاهی بیارد- آخر رائی پادشاه برگشت و میر ملنگ را که هنوز اسناد حوالهٔ غنیم نه کرده بود بحضور طلبید- و در عهد شاه عالم سرصد ده روپیه سردیسمکی به غنیم مقرر شد و سند پادشاهی حواله گردید- و در ایام حکومت داؤد خان چوتھ یعنی چهارم حصّه از حاصل مُلک، سوای سردیسمکی به غنیم قرار یافت و جاری وساری

گشت اماسند بعمل نیامده بود۔ امیر الامرا بطورے کہ گذشت سند چوتھ حوالہ نمود۔ آخر نحوست این تزبیع سخت سرایت کرد و رفتہ رفتہ غنیم شریک غالب شد و قوّت عجیبے بہم رسانند

امیرالامرا بعد مصالحہ عازم دارالخلافہ شد و غرہ محرم سنہ احدی وثلثین و مأتہ والف (۱۱۳۱) بافوج **دکن** بشوکت وصولت تمام از خجستہ بنیاد کوچ کرد و **معین الدین** نام مجہول الحالے را پسر شاہزادہ **محمد اکبر** بن **خلد مکان** قرار دادہ ہمراہ گرفت وبہ پادشاہ نوشت کہ در تعلقہ راجہ ساہو سر کشیدہ بود اورا دستگیر ساختم واحتیاط لازم دانستہ خود بحضور می آرم۔

اواخر شہر ربیع الاول در حوالی **دہلی** جانب لات **فیروز شاہ** مخیم ساخت و خلاف ضابطۂ حضور نوبت نواختہ داخل خیمہ شد۔ و مکرر ببانگِ بلند گفت کہ من از نوکری پادشاہی بر آمدم۔

وبعد ازان کہ بند و بست قلعہ را باختیار خود کرد پنجم شہر ربیع الآخر ملازمت پادشاہ نمود و گذارشِ گلہا کرد۔ وباز ہشتم ماہ مذکور بشہرت سپردن شاہزادۂ جلی سوار شدہ در حویلی **شایستہ خان** داخل گشت و **قطب الملک** باراجہ **اجیت سنگھ** بہ بندوبست قلعہ شتافتہ ہیچکس را درانجا نگذاشت و پادشاہ را مقید ساخت طوریکہ در ذکر **قطب الملک** گذارش یافت۔

آخر این حرکت مبارک نیامد و در اندک فرصت **نیکو سیر** بن **محمد اکبر** بن **خلد مکان** کہ در قلعہ **اکبرآباد** مقید بود باتفاق احشام آنجا علم خروج بر افراشت امیرالامرا برجناح استعجال رسیدہ بہ محاصرہ سہ ماہ و چند روز قلعہ را مفتوح ساخت۔ وبموکب **شاہ جہان ثانی** کہ برای تنبیہ راجہ جی سنگھ سوائی تا **فتحپور سیکری** رسیدہ بود ملحق گردید و صلح درمیان آمد۔

درین ضمن چھبیله رام قوم ناگر ناظم اله آباد دم از مخالفت زد- امیر الامرا و قطب الملک با پادشاه از فتح پور به آگره آمدند- و تا فرونشستن فتنۀ اله آباد توقفِ آگره ضرور افتاد-

چھبیله رام فوت شد و گردهر بهادر برادرزادۀ چھبیله رام بنیاد مخالفتے که عمش گذاشته بود بر پا داشت- حیدر قلی خان و محمد خان بنگش با فوجی تعین شدند و بتعویض و تفویض صوبه داری اوده با گردهر بهادر صلح واقع شد

درین اثنا نیرنگی فلک شعبدۀ دیگر وانمود- نواب نظام الملک ناظم مالوا رائحۀ مخالفت از امیر الامرا استشمام نموده گام سرعت بدکن بر گرفت- و بعد قتل سید دلاور خان و سید عالم علی خان قسمی که تحریر می شود ملک دکن را بتصرف در آورد

امیر الامرا با پنجاه هزار سوار به عزیمت دکن نهم ذی القعده سنه اثنتین وثلثین ومائة والف (۱۱۳۲) از اکبر آباد کوچ نمود-

سبحان الله این دو برادر سیما امیر الامرا شجاعت و سخاوت و کرم و حلم و مواسات فطری داشتند و کافۀ انام را مشمول انواع احسان ساختند و هرگز مجوز ستم و بیداد بر متنفسے نشدند اما مقلب القلوب نوعی دلها را صرف کرد که دستگرفتهای سادات از سادات برگشتند و هر چند می دانستند که زوالِ دولتِ ایشان باعث خانه خرابی ماست- می گفتند الهی این کشتی غرق شود ما هم فرو رویم از بیگانگان چه توان گفت-

بعد برهم خوردن دولت سادات مردم دو فرقه شدند جمعی به نیکی یاد می کردند و گروهی به بدی- و در مجالس فیما بین فریقین طرفه مناقشها بر پا می شد-

میرزا بیدل تاریخ عزل محمد فرخ سیر چنین بنظم آورده ؎

دیدی کہ چہ باشاہ گرامی کردند　　صد جور و جفا زراہِ خامی کردند

تاریخ چو از خرد بجستم فرمود　　سادات بوی نمک حرامی کردند
۳۱　۱۱۵

و میر عظمت اللہ بیخبر بلگرامی در جواب چنین انشاء کرد ؎

با شاہِ سقیم آنچہ شاید کردند　　از دستِ حکیم ہر چہ آید کردند

بقراطِ خرد نسخۂ تاریخ نوشت　　سادات دو اش آنچہ باید کردند
۳۱　۱۱۵

القصہ اعتماد الدولہ محمد امین خان بنا بر قرابت قریبہ کہ با نواب نظام الملک داشت درفکر غدر اُفتاد۔ و میر حیدر کاشغری را بران داشت کہ قابو یافتہ بقطع رشتۂ حیات امیر الامرا اقدام نماید۔

میر حیدر مسطور از ترکان دوغلات است۔ و جد کلانش میر حیدر[۱] صاحب تاریخ رشیدی ہموارہ ملتزم رکاب بابری و ہمایونی بود۔ چندے بہ فرمان روائی کشمیر ہم رسید۔ و از جہت میر شمشیری اینہارا میر می گویند۔

ششم ذی الحجہ سنہ اثنتین وثلثین ومائۃ والف (۱۱۳۲) در منزل نورہ سی و پنج کردہ عرفی از فتح پور سیکری مخیم عساکر شد۔ امیر الامرا بعد داخل شدنِ پادشاہ در محل سرا پالکی سوارہ بخانۂ خود برگشت ہمین کہ متصل کالال باری یعنی احاطۂ چوبین کہ گرد خیام پادشاہی نصب کنند رسید۔ میر حیدر کہ روشناس وراہ حرف داشت فردِ احوال خود بدست امیر الامرا داد و شروع بضعیف نالی نمود۔ چون امیر الامرا مشغول خواندن شد بچستی خنجر آبداری بہ پہلوے امیر الامرا رسانید و کار تمام کرد نور اللہ خان از اقرباء امیر الامرا پیادہ ہمراہ می رفت بضرب شمشیر میر حیدر را از پا درآورد۔ و دیگر رفقاء امیر الامرا دست و پای زدند بجای نرسید قابو طلبان سر امیر الامرا را جدا کردہ نزد پادشاہ بردند

[۱] مآثر الامرا جلد اول صفحہ ۳۲۴ مطبوعہ کلکتہ۔

وپس ازین هنگامه لاش اورا بحکم پادشاهی تکفین نموده و نماز جنازه خوانده به اجمیر نقل کردند و درجوار پدرش سید عبد اللہ خان مدفون ساختند۔

پیش از وقوع این سانحه مرد صالحے در رویا دید که سید الشهداء امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنه به امیر الامرا خطاب کرد که بَلَغَ وَعْدُکَ وَغَلَبَ عَدُوُّکَ
۱۱۳۲ھ ۱۱۳۲ھ
بعد شهادت امیر الامرا چون حساب کردند هر یک فقرہ تاریخ بود با صنعت تقلیب

حق این است که در قریب العهد کم امیری باین خوبی در عرصهٔ ظهور آمد نسخهٔ جامع اخلاق حمیده بود۔ وفور طعام وصلاے عام سرکار او مشهور است۔ مردم اورنگ آباد بالاتفاق نقل می کنند که در عهد امیر الامرا اکثر مردم در خانهٔ خود طعام نمی پختند۔ طباخان سرکار امیر الامرا طعام حصهٔ خود می فروختند و قاب پلاؤ مکلّف بچند پل سیاه می دادند۔

اجراء بلغورخانها از غله پخته و خام و احداث مجلس یازدهم و دوازدهم هر ماه در بلاد عظیمه هند و دکن از اعمال خیر اوست۔ و تا امروز جاری است درین مجالس بامشائخ و فقراء بتواضع و انکسار سلوک می نمود و آفتابه در دستِ خود گرفته بر دستِ مهمانان آب می ریخت۔

و پیش از وصول دکن زر مهم سازی نمی گرفت۔ بعد رسیدن دکن متصدیان باظهار قلت مداخل و کثرت مخارج مزاجش برین آوردند۔ معهذا چون حیدر قلی خان حاکم بندر سورت اموال مُلّا عبد الغفور ملک التجار بندر مذکور که زیاده بر یک کرور روپیه بود ضبط نمود۔ مُلّا عبد الحیّ پسر متوفی بطریق استغاثه بحضور رسید و پانزده لکه روپیه بشرط معافی اموال نیاز امیر الامرا نوشته داد۔ روزے صبح مُلّا عبد الحیّ را طلبیده اموال با نیاز معاف کرد و به عطای خلعت نواخته رخصت وطن فرمود و گفت امشب مرا بر سر مال این مرد با نفس خود مجادله شد۔ آخر بر نفس طامع غالب آمدم۔

وقتیکه امیرالامرا از دکن بدارالخلافه معاودت نمود- می خواست که امین الدوله وقائع خوان حضور پادشاهی را بنابر تقصیری که از امین الدّوله در غیبت امیرالامرا صادر شده بود معاتب سازد- روزے که امین الدّوله بملازمت امیرالامرا رسید وازدر درآمد میر عبدالجلیل بلگرامی حاضر بود میر بعرض نواب رسانید که رسول الله صلے الله علیه وسلّم در حق انصار وذریت انصار دعا کرده ودر مراعات ایشان وصیتها نموده وفرموده تَجَاوَزُوا عَنْ مُسِیْئِهِمْ یعنی درگذرید از گنهگار ایشان نواب از اولاد رسول اند صلی الله علیه وآلہ وسلّم وامین الدّوله از اولادِ انصار رضی الله عنهم باقتداء جد بزرگوار تقصیر مشارٌ علیه عفو شود- امیرالامرا فی الفور از حالت غضب فرود آمد و امین الدّوله را مشمول مهربانیها ساخت

میر عبدالجلیل دران وقت با امین الدّوله آشنا نبود امّا می دانست که از اولاد انصار است چون میر طریقهٔ محدثین داشت وهمواره در مراعات سنن نبوی می کوشید شفاعت انصار برخود لازم دید-

امیرالامرا خوش ذهن بود وشعر خوب می فهمید- ودر فن تاریخ دانی متفرد می زیست وارباب کمال را فراوان دوست می داشت وبعد نماز صبح اذن بود که صاحب کمالان درآیند وتا یکپاس روز با اینها صحبت می داشت وتاکید بود که دران وقت دیوانیان ومتصدیان حاضر نشوند-

میر عبدالجلیل مرحوم تعریف خوش فهمی امیرالامرا بسیار می کرد ودر مرثیهٔ امیرالامرا قصیدهٔ غرّا بنظم آورده واز فرط محبتے که با امیرالامرا داشت بکمال دا سوختگی حرف زده قصیده این است ے

آثار کربلاست عیان از جبین هند | زد جوش خون آلِ نبی از زمین هند
شد ماتم حسین علی تازه در جهان | سادات گشته اند مصیبت نشین هند

نیلی است زین معامله پیراهنِ عرب — وز خونِ گریه سُرخ شداست آستینِ هند

گیتی چرا سیاه نه گردد ز دودِ غم — خاموش شد چراغ نشاط آفرینِ هند

هند این چنین مصیبتِ عظمیٰ ندیده است — دیدیم داستانِ شهور و سنینِ هند

از داغ دل ز دند چراغانِ اشک جوش — این است نوبهار گُلِ آتشینِ هند

ماهی در آب می طپد و مرغ در هوا — از شیونِ عظیمِ امیرِ مهینِ هند

فرزندِ مصطفےٰ خَلَفُ الصّدقِ مرتضیٰ — کز روی فخر بود بدا تش یمینِ هند

رستم نشان حسین علی خان شهید شد — از خنجرے که بود نهان در کمینِ هند

آن صفدری که از قلمِ تیغ بارها — تحریر کرده نسخهٔ فتحِ مبینِ هند

تیغش بروز معرکهٔ خصم تیره بخت — چون برق می شگافت صفِ آهنینِ هند

دریا دلے که بود ز ابرِ عنایتش — شادابی بهارِ بهشتِ برینِ هند

از بهر هر فلک زده عالیجناب او — در تر کتاز حادثه حصنِ حصینِ هند

منقاد او شدند ازان سرکشانِ دهر — کز داغ ضبط کرد نشان بر سُرینِ هند

هند از شهادتش تنِ بے رُوح گشته است — یعنی که بود او نَفَسِ واپسینِ هند

عالم چو قبر در نظرِ خلق شد سیاه — اُفتاد تا ز خاتمِ دهر آن نگینِ هند

گردون ز اختران همه تن اشک گشته است — در اعتناءِ ماتمِ رُکنِ رکینِ هند

دل چاک چاک گشت و جگر داغ داغ شد — زین غم که گشت زهر از و انگبینِ هند

اِنْسَرَّجَعَ المَلائِکُ وَاسْتَعْبَرَ الْفَلَک — فِیْ هٰذِهِ الْمُصِیْبَةِ سُحْقًا لِّدِیْنِ هند

از دستِ ابن ملجم ثانی شهید شد — گوئی ز کوفه است گُلِ ماتمینِ هند

تا کربلا و تا نجف و تا مدینه رفت — سیلابِ خون دیده و آه و اَنینِ هند

ای دوستانِ آلِ محبّانِ اهلِ بیت — غمگین شوید بهر حسینِ حزینِ هند

تا حقِ اهلِ بیت رسالت ادا شود — بر رَغمِ این جماعهٔ منصوبه بینِ هند

از کلکِ من بمرثیۂ سیّدِ شہید	این چند بیت ریخت چو دُرِّ ثمینِ ہند
رضوانِ حق چو سبزہ قرینِ ضریح او	تا ہست حُسن سبزہ بہ گیتی قرینِ ہند
سالِ شہادتش قلمِ واسطی نوشت	قتلِ حُسین کرد یزیدِ لعینِ ہند

۱۱۳۲ھ

(۸۴) آصف - نوّاب نظام الملک آصفجاہ طاب ثراہ

جد[1] مادری او سعد اللہ خان وزیر اعظم صاحبقران شاہ جہان پادشاہ است و جد پدری او عابد خان کہ پدرش عالم شیخ از عظماء اکابر سمرقند و از احفاد شیخ شہابُ الدّین سہروردی بود۔

عابد خان در عہد شاہ جہانی واردِ ہندوستان گردید و بدولت روشناسی پادشاہ و خدمت گزینی شاہزادہ اورنگ زیب شرف اندوز گشت - و چون سلطان اورنگزیب را با برادران محاربہ بپیش آمد درین معرکہ ملتزم رکاب بود۔ و بعد از سریر آرائی بمنصب چہار ہزاری اختصاص یافت و در سال چہارم جلوسی بخدمت صدارت کل و بعد ازان بمنصب پنج ہزاری و خطاب قلیج خان افتخار اندوخت و بعد عزل صدارت شانزدہم جمادی الآخرہ سنہ اثنتین و تسعین و الف (۱۰۹۲) کرت ثانی قامت بہ خلعت صدارت آراست و در محاصرہ قلعہ گلکندہ حیدر آباد بسیت و چہارم ربیع الاول سنہ ثمان و تسعین و الف (۱۰۹۸) بزخم گولۂ توپ نقد جان نثار کرد۔

میر شہابُ الدّین خلف عابد خان بمراتب علیا صعود نمود و بمنصب ہفت ہزاری ہفت ہزار سوار و خطاب غازی الدین خان بہادر فیروز جنگ بلند آوازہ گشت و در فتح بیجاپور از بس تردداتِ نمایان بظہور رسانید۔ بضم فقرہ ”فرزند ارجمند“ برالقاب سابق نوازشِ تازہ یافت - و در عہد شاہ عالم بصوبہ داری گجرات

[1] مآثر الامرا جلد سوم صفحہ ۸۷۵ مطبوعہ کلکتہ۔

مامور گشت۔ ودر ایام حکومت گجرات سنہ اثنتین وعشرین و مائنہ والف (۱۱۲۲) بعالم باقی شتافت

نواب نظام الملک آصف جاہ خلف نواب غازی الدین خان نام اصلی او میر قمرالدین است۔ وسال میلاد او سنہ اثنتین وثمانین و الف (۱۰۸۲)

درریعان شباب مطرح انظار خلد مکان بود و بمنصب چہار ہزاری وخطاب چین قلیچ خان سرافراز۔ و در تسخیر قلعہ واکنکیرہ مصدر ترددات نمایان گردیدہ باضافہ ہزاری بمنصب پنج ہزاری عروج نمود۔ و بعد رحلت خلد مکان در تنازع شاہزادہا سر رشتہء احتیاط بدست آوردہ ملتزم ہیچ طرف نہ گردید

وچون شاہ عالم سریر سلطنت آراست بخطاب خان دوران بہادر وصوبہ داری اودھ با فوجداری لکھنؤ کہ دران وقت فوجدار آنجا از حضور مقرر مے شد ممتاز گردید۔ علامہ مرحوم میر عبدالجلیل بلگرامی تاریخ خطاب او ہمین "خاندوران بہادر" یافت۔ ۱۱۲۴ھ

نواب نظام الملک بہ کمتر فرصت بنا بر گرمی بازار امراء جدید و کساد امراء قدیم از نوکری استعفا کردہ بہ دارالخلافہ شاہ جہان آباد آمد ولباس درویشانہ پوشیدہ خانہ نشین گشت

بعد رحلت شاہ عالم چون نوبت سلطنت چند روزہ بہ محمد معز الدین رسید بہ عنایت اصل منصب وخطاب سابق نواخت۔ فقراء بے قید ہندوستان بر نواب نظام الملک طعنہ مے زدند کہ از خرقہء درویشی بر آمدہ بہ لباس دنیا درآمد۔ طرفہ کہ این جماعت دریوزہ گری ست ازان وقت با نواب نظام الملک سوال نہ کردند غیرت این طائفہ ہم تماشا باید کرد۔

القصہ چون محمد فرخ سیر بر تخت خلافت بر آمد بخطاب نظام الملک بہادر

فتح جنگ و منصب هفت هزاری مباهی ساخت و بنظم دکن مامور فرمود۔

و چون ایالت دکن به امیر الامرا سید حسین علی خان قرار گرفت و نواب به پایهٔ سریر خلافت شتافت حکومت مراد آباد تفویض یافت۔

و چون امیر الامرا از دکن به دار الخلافه معاودت نمود و محمد فرخ سیر را عزل کرده پادشاه نو را بر تخت نشاند حکومتِ مالوا به نظام الملک مقرر ساخت نواب نظام الملک به مالوا آمد۔ و بوی نفاق از امراء پای تخت استشمام نموده در سال دوم محمد شاهی مطابق سنه اثنتین و ثلثین و مائة و الف (۱۱۳۲) متوجّه دکن گردید۔

و غرهٔ رجب عبور دریای نربدا نموده قلعه آسیر را از طالب خان و شهر برهان پور را از محمد انور خان برهان پوری به صلح به دست آورد۔ امیر الامرا لشکر جرارے به سرداری سید دلاور خان به تعاقب فرستاد۔ نواب به طریق رجع القهقری بمقابله شتافته۔ در موضع حسن پور سرکار هندیه سیزدهم شعبان سال مذکور تلاقی فریقین دست داد۔ سیّد دلاور خان بقتل رسید۔ و نواب قرین فتح و نصرت به دار السرور برهانپور عود فرمود۔ و هنوز زخم جراحت رسیدگان التیام نیافته بود که سید عالم علی خان برادرزادهٔ امیر الامرا نائب دکن تبدارک کمر بست۔ و از خجستهٔ بنیاد اورنگ آباد جلوریز جانب برهان پور شتافت و ششم شوال سال مسطور در نواحی بالاپور از توابع صوبهٔ برار جنگے صعب روداد۔ سید عالم علی خان از فرط تهوری پاسے جلادت افشرده خون خود را بے محابا ریخت و نواب مظفر و منصور داخل اورنگ آباد گردید۔

امیر الامرا به استماع این خبر قطب الملک برادر کلان خود را بضبط و ربط هندوستان از اکبر آباد جانب دار الخلافه مرخص ساخت۔ و خود با پادشاه عام

دکن گردید- چون قلم تقدیر بزوال دولت سادات بارہ رفتہ بود اعتماد الدّولہ محمد امین خان شخصے رامقرر کرد تا امیر الامرا را در عین سواری پالکی بہ خنجر دغا کشت و این حادثہ ششم ذی الحجّہ سال مذکور در منزل تورہ واقع شد- قطب الملک بوصول این خبر وحشت افزا یکے از شاہزادہا را از قلعہ دار الخلافہ برآوردہ بہ سلطنت برداشت و فوجی فراہم آوردہ بہ مقابلہ شتافت- و بعد محاربہ دستگیر گردید-

چون نواب نظام الملک بہ نظم ممالک دکن اشتغال داشت وزارت بر محمد امین خان قرار گرفت-

محمد امین خان پسر خواجہ بہاء الدین است کہ برادر نواب عابد خان مذکور وقاضی بلدہ سمرقند بود- محمد امین خان از عہد محمد فرخ سیر بخشیگری دوم باستقلال داشت- و بطوریکہ تحریر یافت بپایۂ وزارت اعلی مرتقی گشت اما بعد وزارت اجل فرصت نہ داد- و در ایام معدود در گزشت-

نواب نظام الملک خود را از دکن بہ دار الخلافہ رسانیدہ خلعت وزارت پوشید و خواست کہ قواعد خلد مکان را کہ متروک شدہ بود بتازگی رواج دہد امراء خلیع العذار این را مخل مقاصد خود پنداشتہ مزاج پادشاہ را از نواب نوعے منحرف ساختند

درہمان ایام مطابق سنہ خمس وثلثین ومائۃ والف (۱۱۳۵) آثار بغی از ناصیۂ حال حیدر قلی خان ناظم گجرات ہویدا گشت نواب بتادیب او مقرر گردید و بہ این تقریب امرا نواب را از حضور برآوردند- چون نواب بمنزل جہابوہ قریب گجرات رسید حیدر قلی خان کہ بارادۂ جنگ مسافتے طے کردہ بود تاب مقاومت در خود ندیدہ خود را دیوانہ قرار داد-

نواب بہ دار الخلافہ عطف عنان نمود و در جلدوی این خدمت صوبہ داری مالوا

و گجرات ضمیمۂ حکومت دکن و وزارت مقرر گردید اما از نفاق اُمرا غبار خاطرها افزونی گرفت و در سنہ ست وثلثین و مائتہ والف (۱۱۳۶) حکومت تمام ممالک دکن از تغیر نواب مبارز خان کہ از سالہا ناظم حیدرآباد بود مفوض گشت۔ و ملال پنہانی بدرجۂ اعلان رسید۔ نواب مخالفت ہوای دارالخلافہ بامزاج خود و موافقت ہوای مرادآباد کہ پیشتر بحکومت آنجا پرداختہ بود بہانہ ساختہ از پادشاہ رخصت مرادآباد گرفت۔ و چند منزل طے کردہ جلو عزم جانب دکن صرف ساخت و پاشنہ کوب خودرا بہ دکن رسانید۔ مبارز خان بہ مقابلہ پیش آمد در سواد شکرکھیرہ شصت کروہ از اورنگ آباد فریقین بہم رسیدند۔ ببست وسیوم محرم سنہ سبع وثلثین و مائتہ والف (۱۱۳۷) جنگے عظیم واقع شد۔ مبارز خان تقتل رسید۔ و ممالک مجموع بنواب مسلم گشت۔

بعد ازین پادشاہ بہ استمالت نواب کوشید۔ وہمیشہ بارسال فرامین عنایت و بذل انعامات مخصوص می ساخت۔ و درین ایام نواب بخطاب آصف جاہ بلند آوازہ گردید۔ و در سنہ خمسین و مائتہ والف (۱۱۵۰) پادشاہ بمبالغہ تمام نواب را طلب حضور نمود۔ نواب خلف الصدق خود نواب نظام الدولہ ناصر جنگ بہادر را نائب دکن مقرر ساختہ خود بہ دارالخلافہ شتافت و شرف ملازمت پادشاہ دریافت۔ فضل علی خان تاریخ قدوم چنین در سلک نظم کشید ؎

صد شکر کہ ذات دین پناہی آمد   رونق دہِ ملک پادشاہی آمد
تاریخ رسیدنش بگوشم ہاتف   گفت آیتِ رحمتِ الٰہی آمد
۱۱۵۰ھ

نواب ہزار روپیہ نقد و اسپ باساز نقرہ در وجہ صلہ عنایت نمود

و بعد دو ماہ از وصول دہلی پادشاہ نواب را برای تنبیہ مرہٹہ دکن رخصت فرمود۔ نواب چون بہ اکبرآباد رسید۔ از بعض وجوہ شارع متعارف جنوبی گذاشتہ

سمت شرقی روان گردید۔ و بر سرِ اتاوہ و مکن پور مرور نمودہ زیر کالپی دریاے جمن را عبور فرمود۔ و از انجا رو بہ جنوب کرد۔ و بملک مالوا درآمد

فقیر درہمین ایام عازم حرمین شریفین زادہما اللہ کرامۃً شد و سیوم رجب سال مذکور از بلگرام برآمد و از قنوج راہ اکبرآباد گرفت۔ موکبِ نواب از قرب قنوج متوجہ کالپی شد امّا سرِ نہضت نواب بہ آن سمت معلوم نبود۔ بعد ازان کہ فقیر سہ منزل طی کرد خبر رسید کہ نواب از دریای جمن گذشتہ رو بہ دکن آورد۔ بمجرد وصول این خبر انبساط عجیبے دست داد کہ از غیب بدرقۂ راہ بہم رسید۔ و طریق اکبرآباد گذاشتہ عنان بجانب کالپی منعطف ساختم و نہم رجب ببیست کروہ جنوبی کالپی وصول بموکب آصفجاہی اتفاق اُفتاد

نواب بعد طی منازل بشہر بھوپال از توابع صوبۂ مالوا رسید و فوج مرہتہ از دکن استقبال کرد۔ در ماہ رمضان سال مسطور جنگہای صعب در سواد بھوپال واقع شد۔ چون آمد آمد نادرشاہ گرم بود۔ نواب مصالحہ را اصلاح وقت دیدہ بہ دار الخلافہ رجعت نمود۔

چون نادرشاہ استیلا یافت و گذشت آنچہ گذشت نواب را نسبت بہ سائر امرا فراوان رعایت و مدارا می کرد۔ چون امیر الامرا خان دوران در جنگ نادرشاہ جانفشانی نمود پیش از استیلاء نادرشاہ منصب امیر الامرائی ضمیمۂ مراتب دیگر بہ نواب مقرر گشت و بعد رفتن نادرشاہ بحال ماند۔

و در سنہ ثلث وخمسین ومائۃ والف (۱۱۵۳) نواب از پادشاہ رخصت دکن گرفت۔ و قطع مسافت نمودہ پرتو قدوم بر سواد برہان پور افگند۔ مغویان نواب نظام الدولہ ناصر جنگ را برین آوردند کہ سدِّ راہ باید شد۔ اکثر سرداران و افواج دکن نخست عہد اتفاق بستند آخر بہ نظر نمک خوارگی نواب آصف جاہ

درافدام حرب تقاعد نمودند۔ نواب نظام الدّوله زنگ فوج مشاهده کرده در روضۀ
شاه برهان الدین غریب گوشۂ عزلت گرفت ۔چون رایات آصفجاه بعد تنظیم و
تنسیقِ ملک ونصب حکام جدید اوائل موسم برشکال قریب به اورنگ آباد رسید
نواب نظام الدّوله به اندیشۂ آنکه مبادا آویزشی رود بدا از روضه بقلعه ملهیر رفت
نواب آصفجاه موافق قاعدۂ مستمر در موسم براشکال افواج را باوطان وچراگاه
رخصت فرمود۔ وجریده در اورنگ آباد نشست ۔چون شیطان لعین راه زن
بنی آدم است تا بحدیکه نتائج انبیا را بزور تسویلات ازراه می برد۔ و بمعارضه
تَاللّٰهِ اِنَّكَ لَفِیْ ضَلَالِكَ الْقَدِیْمِ گستاخ می سازد۔ نواب نظام الدّوله بتحریک
واقعه طلبان اراده اورنگ آباد مصمّم ساخت ۔ وقریب هفت هزار سوار فراهم
آورده بایلغار قریب اورنگ آباد رسید۔ نواب آصفجاه باهر قدر مردم که حاضر بودند
وتوپخانه درسواد شهر جانب عیدگاه بمدافعه قیام نمود۔ بیستم جمادی الاولی سنه
اربع وخمسین ومأته والف (۱۱۵۴) وقت شام جنگ قائم شد ازکثرت توپخانه
آصف جاهی وظلمت شام وتنگی وقت ۔فوج طرف ثانی ازهم پاشید نواب نظام الدّوله
فیل را تاخته بامعدودی خودرا قریب فیل نواب آصفجاه رسانید۔ وزخمی شده در
دست پدر والا گهر اُفتاد۔

نواب آصفجاه درسنه ست وخمسین ومأته والف (۱۱۵۶) کهعزم بتسخیر ملک
کرناتک بربست۔ وبعد وصول آن دیار اوّل قلعه ترچناپلی راکه دردست مرهته
بود محاصره کرده مفتوح ساخت ۔ وبعد ازان ملک ارکات راازقوم نوایت که
ازمدتے آن الکه را درتصرف داشتند انتزاع نمود وحکومت آنجا به انورالدین خان
شهامت جنگ گوپاموی ازجانب خود مقرر فرموده درسنه سبع وخمسین ومأته والف
(۱۱۵۷) به خجسته بنیاد مراجعت کرد

و در سنہ تسع وخمسین و مأتہ والف (۱۱۵۹) قلعہ بالکندہ از توابع حیدر آباد کہ در دست بعض امراء دکنی بود بعد محاصرہ در فرصت کمی مفتوح ساخت

و در سنہ احدی وستین و مأتہ والف (۱۱۶۱) خبر آمد آمد احمد خان ابدالی از جانب کابل بہ شاہجہان آباد گرم شد۔ نواب بہ اقتضاء مصلحت ملکی از اورنگ آباد بسمت برہان پور نہضت فرمود۔ فقیر بہ تکلیف نواب نظام الدولہ حاضر این سفر بود در برہان پور خبر رسید کہ احمد شاہ ظفر یافت و احمد خان ابدالی شکست خوردہ راہ کابل گرفت۔

نواب آصفجاہ را درین ایام مرضی شدید عارض شد۔ بہمان حالت بیست وہفتم جمادی الاولی خیمہ جانب اورنگ آباد برآورد۔ واز استیلاء مرض در سواد شہر برہان پور زیر خیمہ وقفہ کرد و بیماری روز بروز قوت مے گرفت تا آنکہ چہارم جمادی الآخرہ وقت عصر سنہ احدی وستین و مأتہ والف (۱۱۶۱) رایت بملک جاودانی برافراخت۔

وقت برداشتن نعش غریوی از خلق برخاست کہ زمین وزمان در لرزہ در آمد۔ امراء عظام جنازہ اش رادوش بدوش بہ میدانے رسانیدند۔ ونماز اداکردہ بہ روضۂ شاہ برہان الدین غریب قدس سرّہٗ روانہ ساختند۔ و پایانِ مرقد شیخ مائل قبلہ بخاک سپردند "متوجہ بہشت" تاریخ رحلت اوست کہ راقم الحروف یافتہ۔
۱۱۶۱ھ
برو اقفان اسرار سلف ہویدا است کہ در طبقۂ سلاطین تیموریہ وطبقات پیشین امیرے بہ این اقتدار چشم روزگار کم مشاہدہ کرد۔ قریب سی سال بایالت ممالک دکن پرداخت وقلمروے کہ زیر فرمان چندین سلاطین ذوی الاقتدار بود تنہا در تصرف داشت وفتوحاتے کہ کارنامۂ روزگار باشد بجلوہ آورد۔

مستحقین را بہ خیرات ومبرات فراوان نواخت۔ از دفترِ صدارت تحقیق نمودہ

شد که سه لکه روپیه بدستخط او سوای انعامات بادشاهی در صوبجات دکن بطریق یومیه و درماهه به ارباب استحقاق می رسید - وسوای این قریب یک لکه روپیه بمردم حج رو وغیرهم رعایت می فرمود -

سادات وعلما ومشائخ دیار عرب و ماوراالنهر وخراسان وعراق عجم و هندوستان آوازۀ قدردانی استماع یافته رو به دکن آوردند - و درخور قسمت حظے از احسان عام اندوختند -

فقیر را با نواب آصفجاه صحبتهای مستوفی دست داد - در صحبتِ اوّل اتفاقاً هندوئے به ارادۀ اسلام حاضر شد و شرف اسلام دریافت - عرض بیگی بعرض رسانید که اُمیدوارِ نام است - فرمود نامی باید گذاشت که مُشعرِ دینِ اسلام باشد فقیر گفتم مثلاً دین محمد - فرمود دیروز هندوئے مسلمان شد نام او دین محمد گذاشته شد - گفتم دین محمد هرقدر زیاده شود بهتر اَللّٰهُمَّ انْصُرْ مَنْ نَصَرَ دِیْنَ مُحَمَّدٍ بسیار منبسط گشت وهمین نام مقرر نمود

نواب طبع موزونے داشت و دیوانے ضخیم از نتائج طبعش فراهم آمده - وقتے که بتقریب وزارت از دکن به شاهجهان آباد تشریف آورد - فقیر در شاهجهان آباد بودم - زادۀ طبع خود که ؎

کی سوی چمن میرود آن دستِ حنائی　　امروز که آئینۀ گلزار بدست است

برای اتمام غزل در مجمع شعرا انداخت - نواب امین الدوله وقائع خوانِ حضورِ معلی - علامۀ مرحوم میر عبد الجلیل را تکلیف کرد - میر قصیده درین زمین طرح کرد که مطلعش این است ؎

تا حُسن ترا مشعلِ انوار بدست است　　مه راهمه شب کاسه گدا وار بدست است

نواب امین الدوله قصیده را به نواب آصف جاه رسانید - محظوظ شد و تکلیف

ملاقات فرمود میر قصیدهٔ دیگر در مدح نواب آصف جاه پرداخته شبے بموافقت نواب امین الدّوله نزد نواب آصف جاه رفت۔ نواب اعزاز واکرام فراوان بعمل آورد وبرابر خود بفاصله جا داد۔ وچون نسخهٔ قصیده از نظر گذشت شمع را نزدیک طلبیدہ اشاره بانشاد قصیده کرد۔ هریک بیت را بفهم در آورده بتوجّه تمام اصغا نمود وجواهر تحسین افشاند۔ بعد استماع قصیده صلهٔ نقد وخلعت واسپ تکلیف فرمود۔ علامهٔ مرحوم موافق ضابطهٔ قدیم خود نپذیرفتند۔ قصیده این است ؎

بهار آمد و واکرد غنچه بند قبا — گره ز خاطرِ بلبل کشود فیضِ صبا
زبسکه سبزهٔ وگل در چمن هجوم آورد — نسیم کرد بصد حیله جایِ خود را وا
گرفت قهوه بکف در پیالهٔ یاقوت — برای شاهدِ نو روز لالهٔ حمرا
ببین به لاله وتحریک غنچه در هر برگ — چو طوطیٔ که ز منقار واکند پرها
شکنج طرهٔ سنبل کمند صیدِ نظر — نگاه دیدهٔ نرگس فسون هوش ربا
دمید نغمه ز منقار بلبل خوشگو — چو گلبنے که از و بشگفد گلِ رعنا
فزود حسن چمن از سحاب گوهر بار — چنانچه شانِ وزارت ز عمدة الوزرا
نظام ملت وملک افتخار اہلِ کرم — قوامِ دین ودول آفتاب مجد وعلا
بود بحسن وزارت به از نظام الملک — که نقش ثانیِ بهتر کشد نگار آرا
مشابه کفِ او بحر چون تواند شد — که نقص جزر بود مد بحر را بقفا
حباب نیست که بحر از تشبهِ کفِ او — کلاه فخر بیند اخت از خوشی بهوا
رسن ز موج زده بر میان بکف کشتی — کز و سوال کند چون قلندرِ دریا
زبیم کثرتِ جودش محیط ناله کند — گواه اوست برین بیم رعشهٔ اعضا
گرفت خنصرِ یمنی خرد ز دانشِ او — چنانکه خلق ز جودش اصابع یُسریٰ
رسیده است بجای تقدس ذاتش — که چون ملک بود از جنسِ انس مستثنےٰ!

چو او ندیده امیری مهذب الاخلاق   بعینکِ مه و مهر این سپهر پشت دوتا
مثال رُوحِ مصور بود بپاکی ذات   نشانِ عقلِ مجسم بود به فهم و ذکا
چکد ز سنبل و گل شیشه شیشه عنبر و عطر   چو گرم جوشیِ خلقش شود چمن پیرا
صفای آینهٔ رای او بود چندان   که می نماید از و آنچه رو دهد فردا
کرم ز دستِ گهربار او بود ممنون   ظفر به تیغ چمن کار او بود شیدا
تعجب است ز شمشیر آتش افروزی   که جائی تیغ کف است و کف است بحرِ عطا
گره گره نبود نیزهٔ عدو شکنش   که بند گشته درو جا بجا دلِ اعدا
گهِ نبرد بود همچو ابر صاعقه بار   کمان چو قوس قزح تیر چون شهاب رسا
هزار شکر کزو مسندِ وزارت یافت   همان که یافت تنِ عاذر از دم عیسیٰ
برسم جشن طرب چید بزم رنگینی   که از تصورِ آن خامه گشت شاخِ حنا
ترانه سنج ز مرغوله ساخت چوگانے   رُبود گویِ دلِ سامعان بحُسنِ ادا
سپهر شد همه تن دیدهٔ تماشائی   پےِ نظارهٔ این محفلِ نشاط افزا
بوقورلتا دو توتوک دن چوچوک توشوق چیقدی   توتوکچی تولود توتوک بولدی نیشکر موندا
توشوق نسیم دن آچیلدی کوپ کوکل پندوک   قیوز تقتلغ بولسون بلند قلدی نوا
محیط مدحتِ او را کرانه پیدا نیست   بزورقِ قلمی چون توان نمود شنا
شعار من نبود شعر بس کنم زین حرف   کز اهلِ فضلم و خوب است ز اهلِ فضل دعا
اَقُولُ وَفَّقَكَ اللهُ دَائِمًا بِالْخَیْرِ   لِاِنْتِظَامِ اُمُوْرِ الْاَنَامِ فِی الدُّنْیَا
اَدَامَ قَدْرَکَ فِی الْجَاهِ مَاسَمَا الْاَفْلَاکُ   وَشَدَّ اَزْرَکَ بِالْعِزِّ مَارَسَتْ رَضْوٰی
فَاَنْتَ خَیْرُ ظَهِیْرٍ لِمَنْ رَمَاهُ الدَّهْرُ   وَاَنْتَ خَیْرُ نَصِیْرٍ لِزُمْرَةِ الضُّعَفَا
قَدِ اسْتَجَابَ دُعَائِیْ اِلٰهُنَا الْمُتَعَالُ   بِمُرْسَلٍ عَرَبِیٍّ وَّ اٰلِهِ النُّجَبَا
ز فضل گر گزرم تیغ و نیزه می گیرم   که بر جلادتِ من شاهد اند این دو گوا

زذوالفقار چو برہان قاطعی دارم | بروز معرکہ فیصل نمایم این دعوی

قلم نوشت برای وزارتش تاریخ | وزیرِ کشورِ ہند آصف دوام ابقا
۱۱۶۴ھ

ہزار و یکصد و ستّی و چہار نصِّ نشاط | دوگونہ جوہرِ تاریخ ازو شود پیدا
۱۱۶۴ھ

نَظَمْتُ فِی الْعَرَبِیِّ الفَصِیْحِ تَارِیْخًا | عَلَیَّ وَزَارَتُہٗ سَابِقُ الرَّبِیْعِ لَنَا
۱۱۶۴ھ

اسیس دے کے کہی ہندوی موں یون سنیت | رہے جگت موں اچل باس یہ وزیر سدا
۱۱۶۴ھ

خرد بخامۂ عبدالجلیل کرد ارشاد | کہ ختم کن بدعا این قصیدۂ غرا

ملائک از پیِ آمین این دعا شدہ اند | برنگ نرگس و گل چشم و گوش فوق سما

ہمیشہ ہر دو زہم شاد و کامران باشند | وی از وزارت و ازوی وزارت اعلیٰ[1]

(۸۵) آفتاب۔ نواب نظام الدولہ بہادر ناصر جنگ شہید رحمہ اللہ تعالیٰ[2]

امیرے بود دین پرور۔ عدالت گستر۔ غیور صاحب عزم۔ صف آرای بزم و رزم دراجرای احکام شریعت غراجہد وافی می نمود۔ و درفریاد رسی عاجز نالان بیدست و پا توجہ تام می فرمود۔ در فصاحت تقریر و ادراک لطائف سخن کوس یکتائی می نواخت و بذکر سوانح سالفہ سلاطین اولوالعزم گوش مستمعان را لبریز دُر می ساخت

پایۂ مشق سخن را بہ تتبع میرزا صائب بجائے رسانیدہ بود کہ موشگافان دقائق معانی و رموز یابان لطائف سخندانی نمیتوانستند راہی بفرق تحقیق و تقلید کشود

از مبادی سنِّ شعور بمقتضای علو ہمت و فرط شجاعت ہوای تسخیر ممالک عظیمہ در سر داشت۔ نواب آصف جاہ در سنہ خمسین و مأتہ والف (۱۱۵۰) حسب الطلب محمد شاہ پادشاہ بہ دار الخلافہ دہلی شتافت۔ درتق و فتق صوبجات دکن بر سبیل

---

[1] نتائج الافکار صفحہ ۵ مطبوعہ مدراس سنہ ۱۸۴۳ء۔

[2] مآثر الامرا جلد سوم صفحہ ۸۴۸ مطبوعہ کلکتہ۔

نیابت به پسرِ والاگہر تفویض نمود- نواب نظام الدّوله در تنظیم و تنسیق امور مملکت و امنیت بلاد و امصار و رفاه و فلاح عامۂ خلائق تدابیر صائبه و مساعی جمیله بظهور آورد - و به بذل انعامات و عطای مناصب و خطابات و جاگیرات وضیع و شریف منتسبانِ دولت عظمیٰ را موردِ نوازش ساخت و غنیم مرہٹہ را که در دکن تسلّط بہم رسانیده و صوبۂ مالوا را بتصرّف در آورده و تا حوالی دہلی زبر و زبر ساخته گوشمال واقعی داد و عرصۂ دکن را از ترکتاز حوادث محفوظ و مصئون داشت

و چون نواب آصفجاه از دار الخلافه دہلی الویه توجّه به دکن برافراخت مغویان نواب نظام الدوله را بر سرِ مخالفت آوردند- و محاربه بوقوع آمد نوعی که- (در ترجمۂ نظام الملک) گذارش یافت

و در سنه خمس و خمسین و مأته و الف (۱۱۵۵) نواب آصفجاه فرزند گرامی را از عتاب بر آورد و در سنه ثمان و خمسین و مآته و الف (۱۱۵۸) در حیدر آباد او را موردِ نوازش فرمود و صوبه داری اورنگ آباد تفویض نموده رخصتِ آن بلده ساخت -

و در سنه تسع و خمسین و مأته و الف (۱۱۵۹) نواب آصفجاه از حیدر آباد به دہارور رسیده پسر را از اورنگ آباد نزد خود طلبید- نواب نظام الدّوله خود را بحضور رسانید-

نواب شهید ابتداءً در همین سفر فقیر را تکلیف رفاقت نمود و در اسفارے که پیش می آید با خود داشت و به اختیار مفارقت رضا نداد-

القصّه پدر و پسر بنا بر مصلحت ملکی جانب واکنکیرا خرامش نمودند- از انجا نواب آصفجاه پسر را بطرف میسور رخصت فرمود که از راجۂ میسور پیشکش بدست آورد- و خود به اورنگ آباد مراجعت نمود- نواب شهید بعد وصول سرینگ پتن

که دارالاقامهٔ راجهٔ میسوراست تحصیل پیشکش نموده خود را پیش پدر به اورنگ آباد رسانید- وعنقریب پدر و پسر جانب دارالسرور برهان پور خرامیدند- نواب آصفجاه در دارالسرور متوجّه دارالسرور شد و نواب نظام الدّوله مسند ایالت دکن را زیب و زینت بخشید- و از برهان پور بصوبه اورنگ آباد که مقرِ خلافت دکن است متوجه گشت و ایام برشکال را در انجا بسر بُرد-

درین اثنا احمد شاه فرمان روای هندوستان بجهت اصلاح امور سلطنت که بسبب نزاع ونفاق اعیان حضور منجر بفساد عظیم شده بود- شقهٔ طلب به خط خاص نوشت

نواب باوصف موانع ومفاسد دکن و وسواس بغی هدایت محی الدین خان دخترزادهٔ نواب آصفجاه که از عهد آصفجاه به حکومت رایچور و ادونی مے پرداخت محض به امتثال حکم ظل الهی واصلاح کارهای پادشاهی با فوج گران و توپخانهٔ فراوان عازم هندوستان شد- وتا دریای نربدا جلوریز خود را رسانید درین ضمن شقهٔ دستخط خاص پادشاه ناسخ عزیمت حضور ورود نمود واخبار سرکشی وبے اعتدالی هدایت محی الدّین خان نیز بسبیل تواتر رسید لهٰذا مراجعت به اورنگ آباد نموده موسم برشکال درینجا گزرانید-

درین فرصت حسین دوست خان عرف چندا از رؤساء نوایت ارکات به هدایت محی الدین خان پیوسته اورا به گرفتنِ ارکات تحریض نموده- هدایت محی الدین خان رو به ارکات آورد و درانجا جم غفیرے از فرنگیان فرانسیس ساکن بندر پهلچری بوساطت چندا بافواج هدایت محی الدین خان ملحق شدند- و به اتفاق برسر انورالدین خان شهامت جنگ گوپاموی که ازوقت نواب آصفجاه ناظم ارکات بود رفتند- شانزدهم شعبان سنه اثنتین وستین ومائة و

والف (۱۱۶۲) معرکۂ قتال آراسته شد بحسب تقدیر شهامت جنگ درجۂ شهادت یافت

نواب نظام الدوله بمجرد ظهور این سانحه درصدد گرد آوری افواج - و اجتماع سرداران نامی دکن و افزونی مصالح حرب گشته باهفتاد هزار سوار جرّار و توپخانه بیشمار و یک لکه پیاده بعزم تنبیه باغیان لوای عزیمت افراخت - وتا بندر پهلچری که پانصد کروه جریبی از خجسته بنیاد مسافت دارد - پاشنه کوب رسیده صف آرای میدان نبرد گردید - بیست و ششم ربیع الآخر سنه ثلث وستین ومائة والف (۱۱۶۳) تا سه پاس کامل آتش خانۂ فرنگ سرگرم اشتعال بود - آخر کار بیست و هفتم منه فرنگیان از رعب و مهابت محمدیان رو به هزیمت آوردند و هدایت محی الدین خان زنده بگیر آمد نواب به حکم لَا تَثْرِیبَ عَلَیْکُمُ الْیَوْمَ هدایت محی الدین خان را زنده نگاه داشت و مصاحبان ولشکریان او را قاطبۃً از جان و مال امان بخشید دولت خواهان هرچند در پیشگاه نواب بدلائل قاطعه ثابت کردند که بقای هدایت محی الدین خان موجب هیجان مادۂ فتنه است اورا ازمیان باید برداشت - نواب ترحم را کار فرموده هرگز بقتل راضی نشد و محفوظ نگاه داشته مردم را برای تقدیم لوازم خدمت تعین ساخت - ناانصافان قدر این نعمت غیر مترقب نشناختند و بفحوای کُلٌّ یَعْمَلُ عَلٰی شَاکِلَتِهٖ احسان جان بخشی برطاق نسیان گذاشته پنهان کمر بدخواهی چست بستند - و فرنگیان با وصف شکست فاحش هنوز مصدر انواع شورش وخیره سری گردیدند

و (نواب) بضرورت قلع ریشۂ فساد - توقف دران سرزمین واجب دانسته متوجه ارکات شد - و فوجی بمدافعۂ آن گروه باطل پژوه تعین نمود - از نیرنگی قضا و قدر چشم زخمی بفوج اسلام رسید و قلعه نصرت کده چینجی که پای تخت الکه کرناتک است بتصرف فرانسیس رفت - نواب از کمال غیرت وحمیت دین متین و مراعات رسم و آئین

ملک داری که تدارک ہر امرے باید فوراً بظہور رسیدہ عبرت افزای متمردان گردد۔ باوصف شدت برشکال و مشاہدۂ طوفان نوح۔ وصعوبت عبور و مرور۔ وانقطاع رسد غلہ۔ خود بدولت متوجہ تنبیہ کفرہ فجرہ گشت۔ و یازدہم شوال سنہ ثلث وستین و مأتہ و الف (۱۱۶۳) از ارکات کوچ فرمود۔ وہفدہم ماہ مذکور بہ اشارۂ درویشی از جمیع منہیات توبہ کرد و تا نفس واپسین بر حالت توبہ ماند۔

ازانجا کہ فلکِ شعبدہ باز در ہر جزو زمان نقشے تازہ برروی کار می آرد۔ سرداران افاغنہ کرناتک کہ درین بساق ملازم رکاب بودند۔ باوصف شمول عنایات وانواع رعایات وحقوق پرورش مطلقاً پاس نمک خوارگی ولی نعمت نداشتہ۔ واز قہر و غضب منتقم حقیقی نیندیشیدہ بہ طمع ملک و مال باطناً بافرنگیانِ بے دین متفق ویکدل شدند۔ وجمعے ازکافر نعمتان دیگر را ہم ضمیمۂ اِدبار خود ساختند۔ وجواسیس خود فرستادہ فرنگیان را کہ زیر قلعہ چنجی اجتماعی داشتند بقصد شبخون طلبیدند۔ شب ہفدہم محرّم بحساب بنجم سنہ اربع وستین و مأتہ والف (۱۱۶۴) آخر شب رسیدہ یکایک جنگ انداختند

اگر افاغنہ تبقویت نصاری نمی پرداختند آن جماعہ کہ شرذمۂ قلیل بودند قدرت نداشتند کہ رو بہ لشکرِ اسلام آرند

ہرچند بعضی دولت خواہان پیش ازین بہ نواب رسانیدند کہ افاغنہ بر سرِ غدر اند ازکمال صفائی طینت اعتبار نہ کرد کہ من باایشان چہ بد کردہ ام تا بجدی کہ در وقت جنگ فیل را جانب افاغنہ راند کہ بہ اتفاق اینہا فرنگیان را باید برداشت ہمین کہ فیل نواب قریب فیل ہمت خان سردار افاغنہ رسید۔ نواب تواضعاً پیش از مجرای او دست بسر گزاشت۔ ازان طرف آداب مجرا بعمل نیامد۔ چون صبح ہنوز خوب ندمیدہ بود نواب گمان کرد کہ مرا نشناختہ اند۔ اندکی خود را در عماری بلند ساخت

درہمان فرصت ہمت خان وشخصی کہ درخواصی او نشستہ بود تفنگہا معاً سر دادند ہر دو تیر و تفنگ بہ سینۂ نواب رسید و کار آخر شد۔ افاغنہ سرِ نواب را بریدہ بر نوک نیزہ کردند و سلوکے کہ اُمت در ماہ محرّم با امام الشہداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ کردہ بودند نوکران نواب با نواب کردند اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔

مردم لشکر آخر روز سر را با تن ملحق ساختند۔ و تابوت را روانۂ خجستہ بنیاد نمودند و پائین مرقد شاہ بُرہان الدین غریب نزد نواب آصفجاہ زیر خاک سپردند۔ شہادت نواب قریب قلعہ جنجی بفاصلہ بیست کروہ از پھلچری واقع شد۔ راقم الحروف گوید ؎

نواب عدل گستر عالی جناب رفت	فرصت نداد تیغ حوادث شتاب رفت
در ہفدہم ز ماہ محرّم شہید شد	تاریخ گفت نوحہ گرے۔ آفتاب رفت

۱۱۶۴ھ

دران شب کہ آبستن صبح قیامت بود فقیر تمام شب نزد نواب حاضر بود۔ وقت دستار بستن آئینہ طلبید و بدستار بستن مشغول شد دران حال با عکس خود مکرر خطاب کرد کہ ای میر احمد! خدا حافظِ تُست نام اصلی او میر احمد است۔ وقت سوار شدن باوصف آنکہ وضو داشت تجدید وضو نمود و دوگانہ نماز ادا کرد و تسبیحہ گردانان و ادعیہ خوانان بر فیل سوار شد۔

ومعمول نواب بود کہ در محاربات از سر تا پا آہن می پوشید دران شب جز جامۂ یک تہی ہیچ نپوشید و بہمین حالت بمرتبہ علیای شہادت فائز گردید۔

حافظ محمد اسعد مکی رحمہ اللہ تعالیٰ فرمود کہ بخاطر من گزشت کہ شہادت نظام الدولہ عند اللہ چہ طور باشد۔ روز ہفتم از شہادت بعد فراغ از نماز صبح مستقبل قبلہ نشستہ بودم کہ بیخودی دست داد۔ بَیْنَ النَّوْمِ وَ الْیَقْظَۃِ مشاہدہ می کنم کہ دو شخص بلباس عرب یکے در یمین من است و دیگرے در یسار۔ شخص یمین بہ شخص یسار گفت

كَيْفَ شَهَادَةُ نِظَامِ الدَّوْلَةِ او جواب داد اَنَّهُ لَشَهِيْدٌ وَ اللّٰهِ لَعَنَ قَاتِلَهُ
۱۱۶۴

چون بافاتحه آمدم شبه که درخاطر راه یافته بود رفع شد- وصحت شهادت بیقین پیوست- باز بخاطر گذشت که تاریخی برای شهادت این امیر فکر باید کرد- با خود گفتم این عبارت را حساب باید کرد شاید به تغییر و تبدیل تاریخ شود- چون حساب کردم عبارت بی زیادت و نقصان تاریخ بر آمد-

حافظ محمد اسعد مذکور رحمه الله تعالیٰ مولد او مکّه معظّمه است نزد شیخ تاج الدّین مکّی و دیگر علماء حرمین شریفین تلمذ کرد و در منقولات خصوص حدیث و فقه بے نظیر زمانه بود- و در استقامت دین و سلوکِ جادۂ شریعت جدّ و جهد تمام داشت- فقیر را اوّل در طائف باو ملاقات دست داد و بعد ورود هند باهم صحبتها اتفاق اُفتاد   محمد اسعد مکی

ذات بابرکات بود روز جنگ افاغنه که شرح آن عنقریب می آید هفدهم شهر ربیع الاول روز یکشنبه وقت ظهر سنه اربع وستین ومائة والف (۱۱۶۴) به زخم چند تیر شربتِ شهادت چشید-

مدفنِ او میدانِ جنگ سرزمین لکریت پلی بفاصله یک فرسخ از موضع رائے چونتی و یک فرسخ از دره کمارکالوه که دره ایست مشهور در نواحی کرپه راقم الحروف گوید

مَضٰی حِبْرُنَا اَسْعَدُ الْاَتْقِيَا ۝ اَلَا لَا يُرٰی مِثْلُهٗ وَاحِدٌ
لَقَدْ اَلْهَمَ اللّٰهُ تَارِيْخَهٗ ۝ قَضٰی نُخْبَةُ عَالِمٍ مَّاجِدٌ
۱۱۶۴

نواب نظام الدّوله نوبتے در ارکات بشکار آهوئے که موافق ضابطه قراولان رام کرده بودند تشریف فرمود آهو را زیر خیمه قریب مسند آورده نشاندند نواب باحُضّار مجلس خطاب کرد که این را شکار باید کرد یا آزاد باید ساخت چون

خاطر مائلِ شکار بود موافق مرضی بعرض رسانیدند که شکار باید کرد آخر نواب از فقیر پُرسید چه باید کرد گفتم نقلے بیاد آمده - اگر حکم شود التماس کنم - فرمود چیست گُفتم پادشاہے بقتل اسیری حکم کرد - ضابطه است که هرگاه شخصی را می خواهند بقتل رسانند استفسار مے کنند که اگر آرزوئے داشته باشی ظاهر کن - اگر امری ظاهر می کند بعمل می آرند - چون اسیر را پرسیدند گفت همین آرزو دارم که یک مرتبه در مجلس سلطانی باریاب شوم مردم بعرض پادشاه رسانیدند درجۂ قبول یافت - و اسیر را در بارگاه حاضر ساختند - و استفسار کردند که عرضی داری گفت بخیر - وقتیکه پادشاه از مجلس برخاست اسیر بعرض رسانید که گنهگار واجب القتلم امّا حق صحبتے بر پادشاه عالم ثابت کرده ام پادشاه ازین حُسن ادا مسرور شد و او را امان داد حالا این آهو هم حق صحبت ثابت کرده است - پیشتر هرچه مرضی مبارک باشد

نواب لب به تبسّم شیرین کرد و آهو را هم نام فقیر یعنی آزاد ساخت میرزا جلال اسیر حرف بامزه می گوید؎

مزۂ کباب آهو نمکِ خلاصی او اگر از مِی مروت قدحے چشیده باشی

شبے در اورنگ آباد نواب سادات عرب را دعوت کرد - و دورِ قهوه درمیان آمد نواب قهوه را بسیار دوست می داشت - یکے از ساداتِ مدینه منوّره خالی ذهن با نواب گفت اَلْقَهْوَةُ مُحَرَّمَةٌ عِنْدَ بَعْضِ الْعُلَمَاءِ نواب با فقیر خطاب کرد که مولانا چه میفرمایند گفتم - غرض مولانا این است که قهوه نزد بعضے علما معظم است و محرم از مادۂ احترام است نواب ساکت شد و سید هم فهمید - و بعد برخاستِ مجلس ادائے شکر کرد که کلام مرا عجب توجیهے فوراً بخاطر رسانید -

روزے درعرض راه فیل سواری نواب و فیل سواری فقیر برابر می رفت و باهم حرف داشتیم - حدیث جبل احد مذکور شد که هٰذَا جَبَلٌ یُحِبُّنَا وَ نُحِبُّهٗ فقیر

آن را نظم کردم و اخلاص نواب را باخود باقتباس حدیث شریف ادا ساختم ؎

هُوَ نَاصِرُ الْاِسْلَامِ سُلْطَانُ الْوَرٰی   اَبْقَاهُ فِی الْعَیْشِ الْمُخَلَّدِ رَبُّهٗ

حَازَ الْمَنَاقِبَ وَالْمَآثِرَ کُلَّهَا   جَبَلُ الْوَقَارِ یُحِبُّنَا وَ نُحِبُّهٗ

فقیر سوای این قطعه عربی که بطریق اخلاص برزبان گذشت رباعی که در استعانت سفرحج نسبت به نواب آصفجاه نظم شد لب بمدح دولتمندے نکشوده - رباعی این است ؎

ای حامی دین محیط جود و احسان   حق داد ترا خطاب آصف شایان

او تخت بدرگاهِ سلیمان آورد   تو آلِ نبی را به درِ کعبه رسان

نواب شهید ذکاء طبع و سرعتِ اندیشه بدرجهٔ کمال داشت - و در لمحهٔ غزل طولانی آبدار به نظم می آورد - روزے از علومزاج خود حرف زد که هرگاه غزلی در زمینِ اُستاد فکر کرده مے شود دل می خواهد که قوافی تازه بهم رسد - گفتم قافیه اجیر مشترک است اشتراک قوافی هیچ مضایقه ندارد - بسیار شگفته شد -

دیوان ضخیمی دارد - بعد شهادتِ او شخصے دیوان او را کشود سرِ صفحه این مطلع برآمد ؎

گر ترا خواهشِ قتل است بیا بسم الله   دم شمشیر تو و گردنِ ما بسم الله

و بیاد دارم که شبے غزلے مشق کرد و هرگاه در خانهٔ فکر می نشست اشعار آبدار مسلسل می تراوید - چون این بیت از طبعش سرزد ذوقی کرد که ؎

از پنجهٔ اجل نه هراسیم هیچ گاه   ماناف خود به تیغ شهادت بریده ایم

این چند بیت ازو در خزانهٔ حافظ موجود بود ؎

کدام گل به چمن گوشهٔ نقاب شکست   که شبنم آینه بر روے آفتاب شکست

ای دل ز زلفِ یار مددمیتوان گرفت   سر رشتهٔ ز عمر ابدمے توان گرفت

گر بیخودی بمیکده فالِ سفر زند | از چشمِ مستِ یار بلد مے توان گرفت

ای شوخ ہوائی مفگن تیر رنگہ را | این ناوکِ بیداد بکارِ جگرے کن

مرنجان خاطرم جانان مزاج نازکی دارم | تو گر از حُسن مغروری من از عشقِ تو مغرورم

از گلِ گوشۂ دستار نخود مے لرزد | قدِ او تازہ نہالی است کہ من مے دانم

بعد شہادت نواب **نظام الدولہ** - افاغنہ و نصاری **ہدایت محی الدین خان** را بسرداری برداشتند - و افاغنہ در جلدوی این حرکت قلاع و ملک بسیاری از ہدایت محی الدین خان نوشتہ گرفتند - **ہدایت محی الدین خان** با افاغنہ بپھلچری رفت - و کپتان یعنی حاکم آنجا را ملاقات کرد و جمعے از سپاہ نصاری ہمراہ گرفتہ عازم **حیدر آباد** شد - و بر سر **ارکات** عبور نمودہ در ملک افاغنہ در آمد - قضا و قدر اسباب انتقام نواب **نظام الدولہ** آمادہ ساخت - و در دل ہدایت محی الدین خان و افاغنہ غبار نفاق بر انگیخت - روزی کہ در سرزمین **لکریت** پلی مخیم شد ناخوشی طرفین باعلان رسید - و عائد پرخاش شد - از یک طرف **ہدایت محی الدین خان** و نصاری و از طرف دیگر افاغنہ مستعد شدہ صف آرای قتال گردیدند **ہمّت خان** و دیگر سرداران افاغنہ بقتل رسیدند - و کار ہدایت محی الدین خان نیز بزخم تیرے کہ در حدقۂ چشم رسید آخر شد - اعیان لشکر نواب **صلابت جنگ بن آصفجاہ** را سردار ساختند - و سر ہمت خان و دیگر سرداران افاغنہ را بر نوک نیزہ کردہ و شادیانہ نواختہ داخل خیام گردیدند -

داین سانحہ ہفدہم ربیع الاول سنہ اربع وستین ومائتہ والف (۱۱۶۴) واقع شد - خون نواب شہید طرفہ گیرا افتاد کسانیکہ با نواب شہید بہ دغا پیش آمدند - ہمہ بہ سزا رسیدند - و بعد شصت روز این ہمہ قاتلان در آنِ واحد مقتول گردیدند

دیدی کہ خونِ ناحقِ پروانہ شمع را | چندان امان نداد کہ شب را سحر کند

از اتفاقات آنکه روزیکه این جنگ واقع شد یعنی ہفدہم ربیع الاول فرصت دفن مقتولان نشد۔ ہژدہم آنہا را از معرکہ برداشتہ درصحرای لق ودق مسکن وحوش وسباع روزانہ دفن ساختند وتابوت نظام الدولہ درہمین تاریخ ہژدہم بروضۂ مقدسہ۔ وبعد شام درجوار اولیاء اللہ مدفون گردید۔

سبحان اللہ نواب اوّل قاتلان خود را زیر زمین فرستاد وبعد ازان خود درکنار زمین آسود فَاعْتَبِرُوْا یَآ اُولِی الْاَبْصَار

وہر جا در اثناء راہ تابوت اور اگزاشتہ اند۔ مردم مکانے ترتیب دادہ زیارت می کنند ونیازہا می گزرانند۔ ازینجاست کہ برای انتقال او تاریخ دیگر "حسن خاتمہ" برخاطر فقیر القاشد ودر رشتۂ نظم منسلک گردید کہ ؎

نواب آفتاب جہانتاب معدلت — محشور با جناب حسین ابن فاطمہ
تاریخ خواستم زبرای شہادتش — ارشاد کرد پیر خرد۔ حسن خاتمہ ۶۴ ۱۱

از جملہ سرداران افاغنہ کہ با نواب شہید طریق دغا پیمودند عبدالمجید خان است کہ جدش عبدالکریم خان میانہ از عمدہ امراء سلاطین بیجاپور بود۔ واولاداو تاحال بہ حکومت بنکاپور وغیرہ از توابع کرناٹک می پردازند۔ عبدالمجید خان پسر خود بہلول خان را بہ اتالیقی نصیب یاور خان درر کاب نواب فرستاد امّا باطنا پسر خود ودیگر سرداران افاغنہ را براہ غدر دلالت می کرد ومنصوبۂ شطرنج دغا غائبانہ می باخت۔

وہمت خان کہ نواب را بہ شہادت رسانید پسر الف خان بن ابراہیم خان بن خضر خان پنی است۔ خضر خان مدار کار عبدالکریم میانہ مذکور بود۔ وداؤد خان پنی کہ با امیر الامرا حسین علی خان بے وفائی کرد وجنگیدہ گشتہ شد پسر خضر خان است چون صوبہ داری دکن درعہد شاہ عالم بہ ذوالفقار خان پسر اسد خان وزیر تفویض یافت و

نیابت به داؤد خان پنی مرحمت شد- داؤد خان برادر خود ابراهیم خان را نیابت حیدرآباد مقرر کرد- و چون حیدر قلی خان در اوائل عصر محمد فرخ سیر دیوان دکن شد ابراهیم خان را به فوجداری کرنول مامور ساخت - ازان وقت کرنول در دست اولاد ابراهیم خان است-

درجنگ انتقام همت خان و دیوان او امانت الله خان که تخم این همه فساد کشتهٔ او بود و بهلول خان و نصیب یاور خان و دیگر بدخواهان از طرفین بیاسا رسیدند- و چون لشکر برسر کرنول آمد شهر را غارت کرد و اهل و عیال همت خان همه به اسیری در آمدند- و از شامتِ عملی که ازان بے همت صادر شد جان و مال و آبرو همه بر باد رفت - حالتِ دُنیا خود این است مآل عُقبیٰ چه خواهد بود- وَسَيَعْلَمُ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْٓا اَيَّ مُنْقَلَبٍ يَّنْقَلِبُوْنَ-

و حسین دوست خان عرف چندا هم به تیغ انتقام مذبوح شد و سرش بنوک نیزه رسیده - تفسیر این مقال آنکه محمد علی خان پسر انور الدین خان گوپاموی بعد شهادت پدر قلعه ترچناپلی را قائم کرد - چون طرهٔ پرچم رایات نواب نظام الدّوله عرصهٔ ارکاٹ را معطر ساخت محمد علی خان آمده دولت ملازمت دریافت و بخطاب پدر مخاطب گشت- و بعد شهادت نواب نظام الدّوله پناه به قلعه ترچناپلی برد- درین وقت ریاست ارکاٹ به چندا که در پهلچری نشسته بود عائد شد- و همان جماعهٔ نصارای فرانسیس که بر نواب نظام الدّوله شبخون آورده بودند همراه گرفته بافوجی دیگر بر سر ترچناپلی رفت- انور الدین خان[1] فوج خود و فرنگیان انگریز سا کن دیوناپٹن را با خود متفق ساخته بمقابله برآمد- چندی آتش حرب شعله خیز بود- آخر انور الدین خان غالب آمد و چندا زنده دستگیر شد و غرهٔ شعبان سنه خمس و ستین

[1] مراد ازین محمد علی خان پسر انور الدین خان است که بعد وفات پدر بخطاب پدر مخاطب گشته-

ومأته والف (۱۱۶۵) چندا را مذبوح ساختند وسرش را بر نوک نیزه کرده تشهیر نمودند وہمچنین سرداران فرانسیس با قوم خود ہزار ویکصد فرنگی سفید پوست ولایت زاسوای فرقہ کاروی زندہ دستگیر شدند

وبعد شہادت نواب نظام الدولہ جماعتی کہ شبخون آوردند۔ ہیچ کس روی آسایش ندید و مآلِ کار باین حالت کشید اِنَّ فِیْ ذٰلِکَ لَذِکْرٰی لِمَنْ کَانَ لَهٗ قَلْبٌ اَوْ اَلْقَی السَّمْعَ وَ هُوَ شَهِیْدٌ۔

(۸۶) نصرت[1] - دلاور خان

نام اصلی او محمد نعیم است وطن اسلافش سیالکوٹ از توابع لاہور۔

میر عبد العزیز پدر دلاور خان نوکر شاہزادہ داراشکوہ بود۔ بعد برہم خوردن داراشکوہ و آرایش یافتن اورنگ دارائی بہ خلد مکان درسلک نوکران خلد مکانی انخراط یافت ورفتہ رفتہ بمنصب دوہزاری وخطاب دلاور خان امتیاز پذیرفت

میر محمد منعم با دختر عنایت اللہ خان کشمیری کہ از امراء عالمگیری است ازدواج یافت۔ ودرعہد شاہ عالم بخطاب پدر مخاطب گشت۔

دچون صوبہ داری دکن دربدایت جلوس محمد فرخ سیر بہ نواب نظام الملک مقرر گردید دلاور خان در رفاقت اورخت بہ دیار دکن کشید۔

دچون امیر الامرا سید حسین علی خان رایت حکومت دکن افراخت دلاور خان را فوجداری رایچور از توابع بیجاپور تفویض نمود

وبعد زوال دولتِ سادات بارہہ واستقرار نواب نظام الملک در ممالک

[1] مآثر الامرا جلد دوم صفحہ ۶۹ ونتائج الافکار صفحہ ۴۳۴

دکن با نواب بسر می بُرد و بمزید قربت و احترام اختصاص داشت۔

و در سنہ تسع و ثلثین و مأتہ والف (۱۱۳۹) بہ سرابُستان بقا خرامید و برطبق وصیت در پای قبر مرشد خود مدفون گردید۔

شاہ ابر

نام مرشدِ او شاہ ابراہیم است۔ قبر شریفش درون حصار روضۂ شاہ بُرہان الدین غریب قریب دیوار حصار واقع شدہ۔ محوطۂ مختصرے و مسجد سنگینے دارد۔

دلاور خان اقسام شعر خوب می گوید و مضامین مرغوب می بندد۔ دیوانش مرتب است این یواقیت ازان معدن استخراج می شود ؎

بسکہ می دارد حیا در پردہ محبوبِ مرا — دیدۂ بیگانہ داند مہر مکتوبِ مرا

مژگان بہم نیاید دلدار بی نقاب است — کی خواب میتوان کرد در خانہ آفتاب است

بی ابروی تو از نظرم نور مے رود — این تیر بے کمان چہ قدر دور می رود

بہ محفلے کہ بیک درد صد دوا بخشند — چہ می شود دلِ مارا اگر بما بخشند

نیست ممکن کہ بروی تو دمے خواب مرا — می زند دست بہ پہلو دلِ بیتاب مرا

بچشم پوشیدہ توان کرد سفر — چہ قدر راہِ فنا ہموار است

شیشۂ ساعت بود آئینۂ دنیا و دین — گر یکی آباد گردد دیگرے ویران شود

بر زمینی کہ او بناز نشست — خاک بر سر گر آسمان نشود

بہ عقبی رسیدیم از ترکِ دنیا — نشد آنچہ از دست از پشتِ پا شد

روز بد یاری نمی آید ز یاران دیدہ ام — سایہ ہم در زیر پا گم می شود وقتِ زوال

(۸۷) قبول میرزا عبد الغنی کشمیری

فاضل ممتاز بود۔ و سخن سنج معنی نواز۔ شاگرد رشید میرزا داراب جویاے

کشمیری است در شاهجهان آباد بسر می برد۔ و در سنہ تسع وثلثین ومأتہ والف (۱۱۳۹) بیمانۂ ہستی او لبریز گردید۔ مورخی تاریخ وفاتش ازین مصراع برآورد کہ؎

"گنج معنی بود کرد افلاک در زیر زمین"
۱۱۳۹ھ

شعلۂ آوازش چنین می بالد؎

بہر حالت کہ می بینی زعیب سرکشی پاکم — چو لایِ بادہ گر در عالم آیم ہمان خاکم
نہان کرد است صیادِ من از راہِ فسون سازی — چو تخمِ عشق پیچان دامہا در دانۂ خالی

(۸۸) گرامی۔ میرزا گرامی کشمیری

خلف وشاگرد میرزا عبد الغنی قبول کشمیری۔ رعنا طرز خوش مقالان است۔ و کلاہ گوشہ شکن نازک خیالان۔ در شاہجہان آباد قلندرانہ می گزرانید۔ و بہ کہنہ شراب تازہ گوئی دماغہا را می رسانید۔

وفاتش در سنہ ست وخمسین ومأتہ والف (۱۱۵۶) واقع شد۔ تاریخ گوئے سال وفاتش درین مصراع ضبط می کند؎

"رندے عجبے ازین جہان رفت"
۱۱۵۶ھ

طوطی ناطقہ را چنین در گویائی می آورد؎

خونِ عشاق بران گردنِ سیمین باشد — چون بیاضی کہ پر از معنیِ رنگین باشد
ہمچو آن شمعی کہ روشن می کند صد شمع را — سوختم تا در غمِ او عالمے را سوختم

(۸۹) گلشن۔ شیخ سعد اللہ دہلوی قدس سرہ

از فقراء شعر است۔ منشأ خیالاتِ رنگین ومصدر اشاراتِ دلنشین۔ از وحشت کدۂ دنیا رم۔ و در تجرد و توکل ثبات قدم داشت۔

ومرید شاہ گل متخلص بہ وحدت بن شیخ محمد سعید بن شیخ احمد مجدد سرہندی بود قَدَّسَ اللّٰہُ اَسْرَارَہُمْ باین مناسبت گلشن تخلص می کرد۔

نسبتش بہ زبیر بن العوام صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ مے پیوندد و اسلام خان کہ بہ وزارت بعض سلاطین گجرات احمد آباد رسیدہ از اجدادِ اوست

بعد انقراض سلاطین گجرات واستیلای اکبر بادشاہ یکی از اسلاف او از گجرات بہ دارالسرور برہان پور نقل کرد۔ شیخ سعد اللہ از برہان پور برآمدہ رحل اقامت بہ دارالخلافہ شاہجہان آباد افگند۔ و بہ ارادہ سیاحت ہم بر خاست ووطن اجدادیعنی احمد آباد و دیگر بلاد را سیر کردہ بہ شاہ جہان آباد برگشت و در ہمین مصر بیست ویکم جمادی الاولی سنہ احدی واربعین ومأتہ والف (۱۱۴۱) متوجہ روضۂ رضوان شد۔

دیوان سیر ضخامت دارد و شاہدِ سخن را باین رعنائی برکرسی می نشاند؎

بچشم خویش نگر سحر سامری این است　　نظر بہ آئنہ کن شیشہ و پری این است

گشتم شہیدِ تیغ تغافل کشیدنت　　جانم ز دست بُرد غزالانہ دیدنت

(۹۰) یکتا - احمد یار خان

از نژاد قوم برلاس است - اسلاف او در قصبہ خوشاب از اعمال لاہور توطن داشتہ اند- پدرش الہ یار خان بہ صوبہ داری لاہور وتتہ و ملتان رسید وآخر سالہا بہ فوجداری غزنین قناعت کرد۔

احمد یار خان در اواخر عہد خلد مکان صوبہ دار تتہ شد -یکتای اماثل بود و مستجمع فنون فضائل- خطوط در نہایت جودت مے نگاشت - وتصویر در کمال تحفگی می کشید- واقتشام شعر بقدرت می گفت -

در سنہ تسعہ عشر و مأتہ و الف (۱۱۱۹) وارد بھکر شد۔ و با علامۂ مرحوم میر عبدالجلیل بلگرامی صحبت معتقدانہ داشت۔ و نسخۂ کلام اللہ بخط نسخ از تحریر خود بطریق یادگار تسلیم نمود۔ و امروز موجود است۔

نگارندۂ اوراق وقت معاودت از سفر سندھ بہ ملتان رسیدہ استماع یافت کہ احمد یار خان بیست و سیوم جمادی الاولی سنہ سبع و اربعین و مأتہ و الف (۱۱۴۷) در قصبۂ خوشاب خلوت نشین تراب گردید۔ و بہ استدعاے مہربانے قطعہ تاریخی در سلک نظم کشیدم و یک عدد زیادہ را بحسنِ تعمیہ برآوردم ؎

خانِ والا رتبہ احمد یار خان — ذاتِ او آئینۂ خلقِ عظیم
در فنونِ فضل یکتایِ زمان — زادۂ افکار او دُرِّ یتیم
کرد از معمورۂ گیتی سفر — ماتمِ او ساخت دلہا را دو نیم
چونکہ یکتا[۱] رفت۔ شُد تاریخ او — جای احمد یار خان بزمِ نعیم

مثنوی متعدد دارد مثل "گلدستہ حسن" و "شہر آشوب" و غیر ذلک

وقتے محمد عاقل یکتا لاہوری با احمد یار خان مناقشہ کرد کہ یکتا تخلص از من است۔ تخلص مرا بمن وا باید گذاشت۔ احمد یار خان گفت یکتا نشدیم بلکہ دوتا شدیم و قرار داد کہ باہم غزلے طرح کنیم۔ ہر کہ خوب گوید تخلص از و باشد۔ خان مذکور زمانے و مکانے معین ساخت۔ و جمیع صاحب طبعان لاہور را فراہم آورد۔ و غزلی کہ طرح کردہ بود بر یاران عرض کرد و صدای آفرین و تحسین از ہر جانب بلند شد محمد عاقل مہر سکوت بر لب زد۔ ہر چند یاران تکلیف کردند۔ غزل خود را دون یافتہ بر زبان نیاورد۔ احمد یار خان محضری درست کرد و بہ مہر و دستخط حضار سخن سنج مزین گردانید۔

---

[۱] ای ہرگاہ از مصرع تاریخ یک عدد کم نمودہ شد تاریخ مطلوب بیرون آمد۔

آفرین لاهوری این بیت دستخط کرده

بریں معنی گواہیم آفرین ما | کہ احمد یار خان یکتاست یکتا

و دیگرے این مصراع ثبت نمودہ

"گوہرِ یکتاست احمد یار خانؔ"[1]

این چند بیت ازان غزل طرحے است

تاخطش طرح جہانگیری کاؤسی رنجیت | لشکر زنگ چو رومی بسرِ روسی رنجیت

بامیدیکہ شود جلوہ گر آن سرو روان | خاک شد جبہہ و در راہ قدمبوسی رنجیت

سرمہ آلود نگاہی کہ بیادم آمد | کہ سرشک شفقی از مژہ ام طوسی رنجیت

بر درِ بتکدہ از نالۂ زارم ناقوس | ہمہ تن اشک شد و در برِ ناقوسی رنجیت

شمع از اشکِ رخش بوقلمون سوخت بہ بزم | جای اشکش ہمہ خاکستر طاؤسی رنجیت

از بسکہ سراپا زغم عشق تو داغم | چون کاغذِ آتش زدہ یک شہر چراغم

چہ پرسی از سر و سامانِ من عمریست چون کاکل | سبہ بختم پریشان روزگارم خانہ بردوشم

(۹۱) شہرت۔ شیخ حسین شیرازی

ازشعراء راسنت اندیشہ۔ و اطباء حذاقت پیشہ است۔ اصلش عرب بود۔ درایران نشوونما یافتہ۔ آخرسرے بہ ہند کشید۔ و در سرکار محمد اعظم شاہ بن خلد مکان بعنوان طبابت نوکر شد۔ و در عہد شاہ عالم بہادر از و احترام بسر می بُرد

و در زمان محمد فرخ سیر بخطاب حکیم الممالک سربلندی یافت۔ و در عصر محمد شاہ احرام بیت اللہ بست و بعد ادای مناسک بدرگاہ خلافت معاودت نمود۔ و بمنصب چہار ہزاری سرافتخار بفلک چہارم رسانید۔

[1] نتائج الافکار صفحہ ۱۷۴ مطبوعہ مدراس سنہ ۱۸۴۳ء۔

وفاتش در شاہجہان آباد ماہ ذی الحجہ سنہ تسع و اربعین و مائۃ و الف (۱۱۴۹)
اتفاق افتاد۔ محرر سطور گوید ؎

بے نظیرِ زمانہ شیخ حسین | گوی معنی ز نکتہ سنجان برد
ہاتفے از براے رحلتِ او | سال تاریخ گفت۔ شہرت مرد ۱۱۴۹ھ

منتخبے از دیوانش بنظر رسید و ازانجا بتحریر در آمد ؎

کی برای مطلبے دل را منور ساختیم | مالوجہ اللہ این آئینہ را پرداختیم
نہ من شہرت نمادارم و نی نام سے خواہم | فلک گرو اگزارد یکنفس آرام میخواہم
نالہ پنداشت کہ در سینۂ ما جا تنگ است | رفت و برگشت سراسیمہ کہ دنیا تنگ است
ای گل سر کوی تو جدا از وطنم کرد | من خار تو بودم کہ برون از چمنم کرد
صبح شو نادر فروغت روز عالم بگذرد | یکنفس دم را غنیمت دان کہ این ہم بگذرد
مرا ز لفت ز دام آزاد خواہد کرد سے دانم | ولی بعد از رہائی یاد خواہد کرد می دانم
مفلسی می آورد از یاد دستی حاتمے | ہر کجا دیدیم آخر کرد بسیاری کمی
خوابِ گرانِ مردم بیدار کرد ما را | بد مستیِ عزیزان ہشیار کرد ما را
در خرابیہای دل ہرگز ندارم مہلتے | در شکستِ نقدِ قلبِ خود ندارم فرصتے
پس از عمری کہ کردم ہمچو قمری خدمت سروے | براتی دارم و بر عالمِ بالاست تنخواہش
غیر در بزمم شکستم نکند پا قائم | زانکہ من خاصیتِ ریزۂ مینا دارم
بر یکیدگر زیادتی از بسکہ می کنند | این قوم نیستند ز ابنِ زیاد کم
بہ قاتل ہم توان بخشید خونِ خویش گر مردی | نۂ کم از حنا ظالم کسی را دستگیری کن
می رسند از بسکہ پیش از من بعیبِ کار من | دوستر می دارم از خود دشمنانِ خویش را
قطرۂ من گرچہ گوہر شد ز سعیِ روزگار | کار آسان سخت شد از منتِ یاران مرا
اہل دولت غلط است اینکہ ہمہ بی دردانند | ہر کرا دیدم ازین طائفہ آزاری داشت

ای کہ می گوئی کہ از صحبت گریزانی چرا	در بساطم عمرِ ضائع کردنی کم مانده است

بغیرِ ظلم توقع مدارا از ظالم	کہ نخل شعلہ اگر بار می دہد شرر است

کدام واسطہ پروانہ را بہ شمع رساند	برای مردم گم گشتہ خضرِ راہ کہ دید

(۹۲) ثابت میر محمد افضل الہ آبادی

از احفاد میر ضیاء الدین حسین مخاطب بہ اسلام خان خوستی سفیدونی متخلص بہ والا است کہ از امراء درگاہ خلد مکان بود۔

میر محمد افضل ثابت آسمان والا فطرتی۔ و سیّارہ سپہر بلند فکرتی است۔ پایۂ فضیلت درسی محکم داشت۔ و در شعر گوئی و شعر فہمی و محاورہ دانی فرس اُستاد بے نظیر و مسلم صاحب کمالان شہر دہلی می زیست۔ چندگاہ در اُردوی پادشاہی بتلاش منصب و جاگیر سلسلہ طالع جنبانید آخر پای سعی در دامن قناعت کشید و در دارالخلافہ شاہ جہان آباد منقطعانہ بسرمے بُرد

و دوازدہم شہر ربیع الاول سنہ خمسین و مآتہ والف (۱۱۵۰) رخت زندگانی بربست۔ و در شاہ جہان آباد مدفون گردید۔

جمیع اقسام شعر استادانہ می گوید بخصوص در قصیدہ شانی بلند دارد۔ دیوانش حاوی انواع سخن است۔ در وقت تحریر۔ نسخۂ بدخطی بدست اُفتاد۔ و بہ مشقت تمام این ابیات حاصل شدہ

تا تماشای دہانت کرد حیران غنچہ را	شاخِ گل دستیست در زیرِ زنخدان غنچہ را

مرد ہر دم قطعِ اسباب معیشت مے کند	ہر چہ می اُفتد بدستِ تیغ قسمت مے کند

قسم بمصحفِ گل عندلیبِ باغ تو ام	بمرگِ شمع کہ پروانۂ چراغ تو ام

بند د رقیب پیش تو بر خود نیاز را	چون نا مقیدے کہ گزارد نماز را

صد بار گر توانی مانند نبض جستن | صورت نمی پذیرد از دستِ خلق رستن
صیّاد بی مروّت شوقِ طپیدنم گشت | تا چند پا شکستن بر بال رشته بستن
بخانهٔ نه نشستم بغیرِ خانهٔ خویش | شدم برنگ نگین سنگ آستانهٔ خویش
غنی در آتشِ سوزان همیشه چون حمّام | عذاب می کشد از پهلوی خزانهٔ خویش
شمع افروخته را کس نفروشد ثابت | داغم و گرمیِ بازار ندارم چه کنم
این تیر خاکیِ نگهِ شرمگینِ او | می جوید از مزار شهیدان نشانِ ما
چون ماهیِ تصویر که در آب بیفتد | در جلوهٔ معشوق شود کم اثرِ ما
همچو گردی که بلند از اثرِ قافله شد | داد بر باد فنا رفتنِ یاران مارا
خواب دیدیم که آئینه معارض بتو شد | می کند صورتِ این واقعه حیرانِ مارا
شبنم من خوردهٔ گل را نه بند د در کمر | آبرو غافل ز فکرِ سیم و زر دارد مرا
یافتم از سلام مردمِ هند | سرسری بود آشنا یہا
چشم بیمار ترا حاجتِ تعویذی نیست | هیکلِ ناخنِ شیر است صفِ مژگانت
نذر این یاران کنی گر خوردهٔ جانِ عزیز | خورده گیران برنمی دارند دست از کار خویش
چو نرگس سر نخواهم داشت چشم از قامتِ سبزان | بود تا در سوادِ گلشنِ هندوستان جایم
هست چون سبحه بهم ربط عزیزانِ جهان | نه یکی ماند ازین سلسله بر جانه صدی
عکسِ رُخِ تو آینه را رونے دہد | تسکین خاطرش بچہ صورت کند کسی

رباعی

در مملکتِ قدس شهنشاه حسین | بر اوج سپهر کبریا ماه حسین
برخاست کمر بسته پے دعوے حق | انگشتِ شهادت ید اللّٰہ حسین

(۹۳) رائج - میر محمد علی سیالکوتی

از سادات سیالکوت من اعمال لاهور است مردی آزاد مشرب خوش خلق

خوش صحبت بود- و در شہر خود قلندرانہ مے گذرانید- و ہنگامۂ سخنوری گرم می داشت عمرے دراز یافت- گویند در منتہای عشرہ خامسہ بعد مائتہ و الف (۱۱۰۰) مرحلۂ زندگانی طے کرد-

فقیر در سنہ سبع و اربعین و مائتہ و الف (۱۱۴۷) از سفر سندھ معاودت نمود- و عبور بر سرِ لاہور اُفتاد- دران ایام عزیزی از سیالکوٹ از صحبت او آمد و خبر قدوم فقیر شنیدہ رسم زیارت بجا آورد- و برخی از اشعار میرزہ آورد و فقیر ساخت ازان جملہ است ؎

روز وصل از بیمِ ہجرانِ توام گریان گزشت — آہ عید آمد پس از عمری و در باران گزشت
چہ سان آموخت بیرحمانہ بر فتراک سر بستن — ز طفلی آن شکار افگن نمی داند کمر بستن
اگر باحق نیازی ہست حاجت نیست تعمیری — ستون و سقف درویشان ہمیں دستِ دعا باشد

(۹۴) آفرین - فقیر اللہ لاہوری

در محلہ بخارای لاہور سکونت داشت- راقم الحروف وقتے کہ از ہند جانب سندھ رفت بیست و نہم محرم سنہ ثلث و اربعین و مائتہ و الف (۱۱۴۳) در لاہور با او برخورد- بسیار خوش خلق متواضع بود- دران ایام قصۂ ہیر و رانجھا نظم می کرد پیش فقیر داستانے خواند- این بیت از قسمیہ بیاد ماند ؎

بعریان یتیمی تمنا نورد — کہ عید آمد و جامہ گلگون نکرد

و چون از بلاد سندھ عطف عنان نمودم و ہفتم رجب سنہ سبع و اربعین و مائتہ و الف (۱۱۴۷) واردِ لاہور شدم و تا دوازدہم ماہ مذکور در انجا اقامت اتفاق افتاد- ملاقات مشارٌ الیہ بمرات واقع شد- مسودۂ اول تذکرۂ "ید بیضا" تالیف فقیر کہ نقش ناتمام بود خواہ نخواہ گرفت- و از منظومات خود مثنوی "انبان

معرفت". بخط خودش بطریق یادگار تسلیم فقیر نمود۔ عنوانش این است ؎

ای مُغنّی بہ وضوے تجرید — صبح شد صُبح نمازِ توحید

صبح یعنی کہ ظہورش ہمہ جاست — شش جہت سجدہ چو خورشید رواست

دیوان آفرین مشتمل بر قصائد و غزلیات و دیگر جنس شعر بنظر در آمد۔ و این چند بیت فرا گرفتہ شد ؎

ستم بر زیردستان مرد سرکش را خطر دارد — فلک را شیوۂ عاجز کشی زیر و زبر دارد

شہِ سپاہ تغافل پیِ صف آرائی است — نقیب نالہ صدائی کہ اشک مجرائی است

ہنوز حسنِ تو نومشق جلوہ پیرائی است — ہنوز اولِ درسِ کتاب رعنائی است

ہنوز چشمۂ نوشِ تو بوی شیر دہد — ہنوز لعل لبت غافل از مسیحائی است

ہنوز سرو قدت گرچہ کرد آغوش است — ہنوز لعل تسکرخا در آشنین خائی است

ہنوز دامنِ حسنت ز صبح پاکتر است — ہنوز ماہ تو ایمن ز داغ رسوائی است

نہال مہر و وفا تا چہ بارے بندد — بہار حسن ترا آفرین تماشائی است

بقدرِ تاب و طاقت مگذر از تسکینِ محتاجان — نداری قوتِ دستِ کرم دستِ دعا بکشا

حسن را در اضطراب آرد شکوہِ عجزِ عشق — شمع می لرزد بخود از شوخیے پروانہا

گلِ آفت بود در ناتوانی خودنما بودن — عروجِ شاخِ نازک در بغل دارد تنزل را

داغِ دلِ افتادگان از غیب باشد رونُمے — شد کشف این معنی مرا از قرعۂ رمّالہا

ہست کارِ عاشقان بعد از فنا ہم جذب دوست — تشنگی بسیار دارد آنکہ ماہی خوردہ است

بزورِ ہزلِ زبردست من شود حاسد — چنانکہ طفل پدر را بخندہ زیر کند

تجردِ حجتِ قاطع بود صاحب کمالے را — قبای بیضہ بر تن می درد مرغی کہ کامل شد

مرد حق محکوم نادان گر شود بیقدر نیست — عزّتِ مصحف ز دست اندازِ طفلان کم نشد

ذلت بود نتیجۂ آمیزشِ خسیس + — بر گرد می زنند و نمد چوب مے خورد

بامیدِ محقق مے پرستم ہر مزدور را   ازین ویرانہا شاید رسم روزی بمعوری

(۹۵) روحی۔ سید جعفر رنبیر پوری

رنبیر براء مہملہ دراول وآخرونون وباء موحدہ ویای تحتانی بروزن زنجیر قصبہ ایست پانزدہ کروہی از لکھنؤ

سلسلۂ نسب سید جعفر بہ سید نعمت اللہ ولی مے پیوندد۔ وسید محمود حاجی الحرمین الشریفین کہ یکی از اجداد اوست سواد ہند را بہ پرتو قدوم خود روشن ساخت۔ ودر قصبۂ جالیسر از مضافات آگرہ متوطن گردید ویکی از احفاد سید محمود بتقریبی در موضع رنبیر پور وارد شد ورحل اقامت افگند

سید جعفر در عشیرۂ شیوخ عثمانی بلگرام کدخدا شد۔ سیدے پاک نژاد صوفی مشرب بود۔ ودر توحید مذاقی عالی داشت۔ مدتہا سید العارفین میر لطف اللہ بلگرامی قدس سرہٗ را خدمت کرد وفیضہا فراہم آورد۔ اکثر از رنبیر پور بدار السلام بلگرام کہ چہار منزل است برای ادراک صحبتِ سید العارفین قدس سرہٗ مے رسید وغنچہ ہای اسرار از بہشت محفل اقدس مے چید۔

ودر عہد شاہ عالم بہ شاہ جہان آباد تشریف بُرد۔ وچندی بسیر آن مصر جامع پرداخت وباصاحب طبعانِ آنجا سیما میرزا عبد القادر بیدل رحمہ اللہ تعالی صحبت داشت۔

درزاواخرعمر سالہا در بلدۂ لکھنؤ رخت بدار الامن انزوا وتوکل کشید۔ وعرض عمر را بطول مشق فنا خوش گزرانید۔ مردم بسیار باو گرویدہ بودند واز روی اعتقادِ صادق خدمت بجاے آوردند۔

فقیر وآن مرحوم باہم محبتِ مفرط داشتیم۔ ودوام مجلس صحبت مے آراستیم

ملاقات آخراین است که در تاریخ ہژدہم ذی الحجہ سنہ ثمان و اربعین و مأتہ و الف (۱۱۴۸) عبورِ فقیر بر لکھنؤ و نزول در تکیۂ ایشان اتفاق افتاد- آن روز درانجا مجمع صاحب طبعان بود مثل شیخ عبدالرضا متین اصفہانی و آقا عبدالعلی تحسین کشمیری و میرزا داؤد اکبرآبادی از آخر روز تا نیم شب صحبتی رنگین گزشت-

سید جعفر غرہ رمضان سنہ اربع وخمسین و مأتہ والف (۱۱۵۴) بحظائر قدس اُنس گرفت- ودر زنبیر پور مدفون گردید- کاتب الحروف گوید ؎

سیدِ نکتہ سنج حق آگاہ — کرد آہنگ بزم سبوحے
سال تاریخ او شود پیدا — وقت تکرار- جعفر روحے

۵ ۷ ۷
۲
۱۱ ۵ ۴

دیوانِ مختصری دارد این چند بیت از انجا بقلم می آید ؎

سیرِ نزولِ ذات بانسان رسید و ماند — چون وحیِ آسمان کہ بہ قرآن رسید و ماند
گُشت چشمِ تو ولی فتنۂ قامت باقی است — نیست آرام بمردن کہ قیامت باقی است
اسیرِ مفلسی می دارد استغنا ہنرور را — کند گردن کشی از دانہ کم قسمت کبوتر را
از عدم بیداری دل ہست رہ آوردِ ما — آب چشم خفتگان چون صبح باشد کردِ ما
چو ماہِ نو کمندِ جذبۂ حسن است ہر مویم — بسر خورشید غلطان آید از تحریک ابرویم
زفیضِ مفلسی قیمت فزاید اہل جوہر را — لباسِ غیرِ عریانی نہ زیبد لعل وگوہر را
عینکم شد دو جہان پردۂ یک راز نماند — سنگ گر سدِّ رہم گشت نگہ باز نماند
صاحبِ دل از شکوہِ حرف وصوتم محرم است — چون سویدا نقطۂ شعرِ سوادِ اعظم است
کے روسیاہ گردم از منتِ سوادے — حرفم زخود تراود چون خامۂ فرنگی
شگفتہ جبہہ کدام آفتاب مے آید — کہ خندہ چون سحر از گرد کاروان پیداست

(۹۶) اُمید۔ قزلباش خان ہمدانی

نام اصلی او میرزا محمد رضاست۔ در عنفوان جوانی از ہمدان به اصفهان آمد و با میرزا طاہر وحید نسبتِ تلمذ درست کرد

و در عهد خلد مکان به ہندوستان رسید و به عطای منصبی امتیاز پذیرفت و در عهد شاه عالم بخطاب قزلباش خان سرفراز گردید۔ و در زمان محمد معز الدین بتقریب خدمتے به دار السرور برہان پور آمد۔ و در ایام ایالت امیر الامرا سید حسین علی خان از خدمتے که در برہان پور داشت معزول شده به خجسته بنیاد رسید و به داروغگی احشام کرناتک مامور گردید۔ و بایں تقریب به ارکات رفت و بعد چندگاه رفاقت مبارزخان ناظم حیدرآباد اختیار کرد۔ و روز جنگ با مبارزخان حاضر بود۔ بعد کشته شدن مبارزخان در قید نواب آصف جاه اُفتاد۔ و غزلے طرح کرده بجناب نواب ارسال داشت۔ نواب شفقت فرمود۔ و به مزید عنایت و بحالی جاگیر مرہمے بر جراحت گذاشت۔ و حراست قلعه منی مرگ از توابع کرناتک که الماس از سواحل دریای کشنا برآورده در انجا درست مے سازند۔ تفویض فرمود۔

قزلباش خان بعد چندی رخصتِ حرمین شریفین گرفت۔ و بعد تحصیل زیارت مراجعت نمود۔ نواب آصف جاه بدستور سابق مورد الطاف ساخت۔ و چون نواب آصفجاه در سنه خمسین و مائته والف (۱۱۵۰) حضور طلب شد قزلباش خان در رکاب نواب به شاہجهان آباد رفت و در سفر بھوپال ملتزم رکاب نواب بود۔ درین سفر فقیر را با قزلباش خان مکرر برخورد اتفاق اُفتاد۔ خوش خلق رنگین صحبت بود و موسیقی ہندی با وصف والا بینا نزا بودن خوب می دانست و می گفت

و چون نواب آصف جاه از سفر بھوپال به دار الخلافه شاہجهان آباد

معاودت فرمود قزلباش خان همراه رفت وازان وقت در دارالخلافه بار اقامت کشاد
و در سنه تسع وخمسین و مائته والف (۱۱۵۹) در انجا جهان فانی را وداع نمود محرر
اوراق گوید

خان سخن گستر سحر آفرین — رخت سفر بست ازین خاکدان
سال وفاتش دلِ نالانِ من — یافته - جان داده قزلباش خان ۱۱۵۹

ازو منقول است که روزی پیش ذوالفقار خان بن اسد خان وزیر شکایتے از
دست روزگار کردم - ذوالفقار خان در جواب گفت دنیا را بامید خورده اند گفتم پس چرا
نواب صاحب بی من مے خورند -

این چند بیت از دیوانش نقل افتاد

زمانه بر سر جنگ است یا علی مددے — وگرچه وقت درنگ است یا علی مددے
روشن شو به پیش تو چون شمع سوز من — یکشب اگر تو هم بنشینی بروز من
خوشا وقتی که می بالید از جانان بر و دوشم — برنگِ ماهِ نو هر شام پر می گشت آغوشم
گشت رو گردان زبس آبادی از ویرانه ام — چون کمان حلقه بیرون شد درونِ خانه ام
خدا نا کرده اندوهت چرا نه دوستان باشد — شنیدم کلفتے داری نصیب دشمنان باشد
بدشمن دوست - بامن سرگرانی بارها گفتم — نمی خواهم چنین باشی تو میخواهی چنان باشد
بسا کشاد که در بستگی شود ظاهر — کلید روزیِ استاد قفل گر قفل است
سر گشتگی بطالعم هست — بر گرد سرت چرا نگردم

(۹۷) زائر - شیخ محمد فاخر

خلف الصدق شیخ محمد یحیی و دختر زادهٔ شیخ محمد افضل اله آبادی است قدس الله
اسرارهما نخست احوال این دو نیر اوج کمال بر ساحت قرطاس پر توے اندازد و سواد

کتاب را بہ لوامع انوار برکات معمور می سازد۔

شیخ محمد افضل الہ آبادی قدس سرہٗ سر حلقۂ خلفاء حضرت میر سید محمد کالپوی است قدس اللہ اسرارہما۔ مہر سپہر ولایت و کوکب دری اوج ہدایت بود و فضائل صوری و معنوی فراہم داشت نسبش بہ سیدنا عباس عم النبی صلی اللہ علیہ وسلم منتہی می شود و غیر بنی الخلفاست۔

ولادت او شب دہم ربیع الاول سنہ ثمان و ثلثین و الف (۱۰۳۸) دست داد و در آغاز حال بطور طلباء پورب در بعضے امصار تنقل و ترحل نمود و نزد قاضی محمد آصف کہ از متوطنان بعض قریات الہ آباد بود و قضاء بلدہ مذکور داشت۔ و از شاگردان ملّا عبد السّلام دیوہ است و مولانا نور الدین جعفر جونپوری و دیگر فضلا عصر تلمذ کرد۔ و در فضائل رسمی شانے عالی بہم رساند۔ و در عمر بیست و پنج سالگی بہ سعادت ارادت میر سید محمد کالپوی قدس سرہٗ فائز گشت و نعمت و برکت محمدیہ فراوان اندوخت و بہ اجازت و خلافت مستسعد گردید۔

اصل وطن او سید پور از توابع غازی پور است بہ اشارۂ پیر در الہ آباد رحل اقامت افگند۔ و بہ تلقین اصحاب و تعلیم آداب مشغول گشت حق تعالیٰ قبول خاص و عام عطا کرد و طالبان بسیار از فروغ التفاتش چراغ دل برافروختند۔

تصانیف عربی و فارسی وافر دارد از انجملہ حل مثنوی مولانا روم بین الجمہور مشہور است

روز جمعہ پانزدہم ذی الحجہ سنہ اربع و عشرین و مأتہ و الف (۱۱۲۴) بہ عالم علوی شتافت۔ مرقد منور در الہ آباد یُزَارُ وَ یُتَبَرَّکُ بِہٖ

شیخ محمد یحیی المعروف بہ شیخ خوب اللہ الہ آبادی برادر زادۂ حقیقی و داماد و سجادہ نشین شیخ محمد افضل است قدس اللہ اسرارہما بحر مواج علوم شریعت و طریقت

بود۔ د جواہر سیراب در دامن دریوزہ گران کوچہ طلب می ریخت

درسن دوازدہ سالگی نہال استعدادش بتربیت عم بزرگوار نشو ونما یافت۔ واز بحث حال کافیہ ابن حاجب حالش برگردید وتا انتہای تحصیل از خدمت شیخ استفادہ نمود۔ ومدتہا مدارج سلوک در نوردید۔ وبشرفہ کمال وتکمیل عروج فرمود وبخلافت و دامادی حضرت شیخ اختصاص یافت۔ وبعد ارتحال شیخ باستحقاق نائب مناب گشت وقبولی عظیم یافت وخارق عادات بسیار سرزد وکتب ورسائل کثیرہ تصنیف کرد ودر کشف مشکلات علوم ظاہر وباطن شانے بلند داشت مکتوبات ایشان در چہار مجلد برہانی است جلی بر علو فطرت وکمال تبحر۔

شب دوشنبہ یازدہم جمادی الاولی سنہ اربع واربعین ومائۃ والف (۱۱۴۴) درجوار رحمت آسود وآیۂ کریمہ "لَقَبْلَ مَا هُنِي" تاریخ است۔ مرقد مطہر در پہلوی قبر شیخ محمد افضل قدس اللہ اسرارہما

شیخ محمد فاخر مصداق فَعَزَّزْنَا بِثَالِثٍ زیب سجادۂ ابوین وفرع آسمان سای اصلین طیبین است۔ صاحب صفات رضیہ ومناقب سنیہ۔ اساس محکم مدارج علیا قیاس منتج ولایت کبری۔ میزان عدل نقلیات۔ برہان نقد عقلیات۔ تشرع بدرجۂ کمال داشت وہمیشہ ہمت بتعدیل قسطاس شریعت می گماشت۔ بسیار کشادہ دست شگفتہ پیشانی بود فتوح ذخیرہ نمے ساخت دیگانہ وبیگانہ را بہ احسان بیدریغ مے نواخت اکثر اوقات در سفر گذرانید۔ در جمیع اسفار جمعی کثیر از ابناء سبیل بہ اوے پیوستند۔ شیخ از ماکولات وملبوسات خبر ہمہ مے گرفت۔ و مادامی کہ عامہ رفقا را طعام بہم نمے رسید خود بہ اکل تنہا نمے پرداخت۔

از عنفوان شعور بخدمت والد ماجد وبرادر کلان خود شیخ محمد طاہر تلمذ نمود۔ و کتب تحصیلی مرتبا گذرانید وبر صدر استادی نشست ودر سفر حجاز میمنت طراز علم

حدیث از مولانا و استاذنا شیخ محمد حیات مدنی قدس سرہ سند نمود- جوہر فہم و ذکای او از بس عالی افتادہ بود و در مقدمات غامضہ علمی بسرعت تمام ترقی رسید-

جد امجدش شیخ محمد افضل او را در صغر سن مرید ساخت و تربیت حوالہ شیخ محمد یحیی کرد- مشارٌ الیہ در ظل پدر بزرگوار تربیتہا یافت و مجاز و مرخص گردید و بعد ارتحال والد ماجد جانشین گشت-

در حدود سنہ اربع و اربعین و مائۃ والف (۱۱۴۴) والد فقیر با نواب مبارز الملک سربلند خان تونی ناظم صوبہ الہ آباد وارد این شہر شد- و فرزندان و قبائل را از بلگرام دران مقام طلبید- و با اہل بیت فقیر و اہل بیت شیخ محمد افضل قدس سرہ اتحاد و انبساط بدرجۂ کمال شد- و چون محرر اوراق در سنہ سبع و اربعین و مائۃ والف (۱۱۴۷) از کشور سند معاودت نمود و در شاہجہان آباد خبر اقامت اہل بیت خود بہ الہ آباد شنیدہ راست از اکبر آباد بہ الہ آباد شتافت با اعزہ کرام دلبستگی تمام بہم رسید و ایام اقامت آن بلدہ بہ مجالست و موانست این اکابر بحظ وافر گذشت- والحال آن عہود حمی بیاد می آید و ناخن حسرتی بر دل می زند-

و عمدہ جہت جامع با این اعزہ اخوت طریقت است کہ سلسلۂ جانبین بحضرت سید محمد کالپوی قدس سرہٗ متصل می شود- و با شیخ محمد فاخر جہتی دیگر ضم شد کہ علم حدیث در مدینہ منورہ از یک استاد سند کردیم یعنی مولانا و مخدومنا شیخ محمد حیات السندی المدنی قدس سرہٗ

شیخ محمد فاخر در سنہ تسع و اربعین بعد مائۃ والف (۱۱۴۹) عازم حرمین شریفین شد و در سنہ خمسین و مائۃ والف (۱۱۵۰) باین سعادت فائز گشت-

و درہمین سال راقم الحروف احرام بیت اللہ بست و سفر دریا با نجام رسانید نوزدہم محرم سنہ احدی و خمسین و مائۃ والف (۱۱۵۱) بہ بندر جدہ نازل شد-

مشارٌ الیه در جده تشریف داشت و خبر مقدم فقیر از مردم جهازی که دو روز پیش از جهاز ما رسیده بود استماع یافته برلب دریا چشم در راه انتظار داشت۔ بمجرد نزول از کشتی هم آغوش ملاقات شدیم طرفه سروری دست داد و کلفتهای غربت بیکبار رخت سفر بربست از جده باتفاق بمکّه رسیدیم و دیدۂ نیاز بر آستان رب العزّت تعالیٰ شانہٗ مالیدیم۔

مشارٌ الیه (شیخ محمد فاخر) در اوائل سنہ احدی وخمسین ومأته والف (۱۱۵۱) بر جهازی که راقم الحروف رفته بود معاودت نمود و بوطن مالوف برگشت۔ و در سنہ اربع وخمسین ومأته والف (۱۱۵۴) کرت ثانی داعیۂ حرمین شریفین مصمم ساخت۔ و رخت کوچ از الہ آباد بربست

و درین سفر سید غلام حسن برادر اعیانی فقیر برفاقت شیخ ارادۂ حرمین شریفین کرد۔ بعد طی مراحل داخل بندر سورت شدند و بیست و چهارم محرم سنہ خمس و خمسین ومأته والف (۱۱۵۵) درکشتی نشستند ناگاه دران بحر پرشور جهازات قوم مرهتہ دکن که از چندی بندر بسی را از دست فرنگیان انتزاع نموده در دریا قطع طریق شعار ساخته اند نمودار شد۔ بیست و نهم محرم سنہ خمس وخمسین ومأته والف (۱۱۵۵) وقت صبح بضرب توپها آتش حرب اشتعال گرفت۔ هنگام نماز عصر گوله توپ تختهای بسیار مقابل یکدیگر سوراخ کرده به سید غلام حسن رسید۔ شیخ محمد فاخر مکتوبے بہ فقیر فرستاد در انجا می نویسد که:۔

"میر غلام حسن چون مرغ نیم بسمل درحرکت شدند گفتم میر صاحب شما شهید شدید کلمه بخوانید۔
" ما هم اگر قسمت است بشما ملحق مے شویم۔ لبهای شریف ایشان درحرکت بود۔ چون در اجل
" موعود۔ اندکی توقف دیدم باربار مقید مے شدم که کلمه بخوانید۔ اول سخن که از ایشان سرزد
" این بود که می خوانم و به این نهج مے خوانم لَا اِلٰهَ اِلَّا اللهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللهِ صَلَّی اللهُ

"علیہ وسلم گفتم خوانید ہمین بکارے آید - باز گفتند خوب شد آنچہ شد و پرسیدند امروز
"کدام روز است گفتم پنجشنبہ - متبسم شدند - غالباً بیاد حدیثے کہ در فضل موت روز جمعہ وشب
"آن وارد شدہ در تبسّم آمدند - والا کدام وقت تبسّم بود - باز گفتند من نماز عصر نخواندہ ام مرا
"تیمم سازید - بہ تیمم نماز عصر برپشت غلطیدہ خواندند و بدستور مغرب وعشا - تمام شب پیش
"ایشان نشستہ بودم کلمہ مے خواندند - درمیان حرفے ہم می گفتند - یک یک رفقا را طلبیدہ
"استغفا کردند و کلمہ خوانان شب را بآخر رسانیدند - ہرگز اثر جزع از ایشان ظاہر نشد
"می گفتند ہرگز اثر درد معلوم نے شود - مزاجی کہ سابق داشتم دارم این چگونہ زخم است
"کہ اثرے از شدت سکرات با این زخم جگر دوز نیست - وقت صبح کہ بہ نماز برخاستم ایشان
"را آشنا نیافتم - بعد از نماز دیدم انتقال رُوح شدہ است اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّآ اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ
"در عرشۂ کشتی غسل دادہ و تکفین نمودہ و نماز خواندہ بدریا سپردیم - باوجود آنکہ آب ساکن بود
"وہوا غیر متحرک - جثۂ ایشان چون تیر از جہاز دور تر رفت - تا بدن مبارک ایشان برجہاز
"بود وجہہ جہاز جانب مکّہ معظّمہ بود - بعد ازان علیم جہاز را تا بقبض گردید نرخمے شدن میر غلام حسن
"روز پنجشنبہ و انقطاع نفس روز جمعہ سلخ محرم سنہ خمس وخمسین ومأتہ والف (۱۱۵۵)
" انتہی المکتوب ملخصاً -

میرزا عنایت اللہ بیگ اندجانی متخلص بہ راجی این مصراع تاریخ یافت ؎

"شہید شد بہ رہِ کعبہ سید سندم"
۱۱۵۵

فقیر کلمات شرارے از آتشکدۂ دل بیرون مے دہد رباعی

تارِ نفسم گسستہ شورم بردند بازوی مرا شکستہ زورم بردند
داغ است دلم کہ رفت نورِ بصرم نارم بگذاشتند و نورم بردند

ظہور این سانحۂ شگرف عبرتے دست داد و برأی العین مشاہدہ اُفتاد کہ سببِ بخت
عالی کثرت اسباب کارے نتواند ساخت - و بے جنبش ابروی قضا صد ہزار ناوک

صبیدی نتوانند اخت - برادر شہید باسامان طریق و فراوان رفیق جادہ پیما شد و
بندہ تن تنہا بے زاد و راحلہ از وطن مالوف سر بہ صحرا زد نیرنگی قدرت تماشا باید کرد
کہ طوفان حوادث خاک او را بہ باد فنا داد - و بدرقہ عنایت سرمدی بندہ را در آغوش
امن و امان بہ منزل مقصود رسانید و بدستور باز آورد الحمد للہ والمنہ برادر شہید اگرچہ
بمنزل نارسیدہ غریق لجۂ فنا شد اما در حقیقت چست تر بمنزل رسید و شاہد مقصود بر وجہ
اتم در آغوش کشید بحکم وَمَنْ يَّخْرُجْ مِنْ بَيْتِهٖ مُهَاجِرًا اِلَى اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ
ثُمَّ يُدْرِكْهُ الْمَوْتُ فَقَدْ وَقَعَ اَجْرُهٗ عَلَى اللّٰهِ -

و حضرت لسان الغیب قدس سرہٗ فرماید ؎

دست از طلب ندارم تا کار من بر آید — یا تن رسد بجانان یا جان ز تن بر آید

و دیگرے سرآید ؎

بہر نحوی کہ باشد کام خود را از تو می گیرم — ترا یا دست من یا خون من در گردن است امشب

ازین دو صورت اول نصیب ما شد و ثانی نصیب شہید مرحوم - و او را رتبۂ دیگر عظیم تر
حاصل گشت یعنی سرخ روئی بجرعۂ شہادت کہ شرف این رتبہ حاجت بشرح ندارد

القصہ بعد شہادت سید غلام حسن کفار غالب آمدند و جہاز را با متاع و مسلمین
گرفتہ بہ بندر ربسی بردند و بحال شیخ محمد فاخر این قدر ترحم کردند کہ سوارے از
جانب خود دادہ از ربسی بسورت رسانیدند - و اشیاء اسباب ایشان را جز صندوق
کتب ہمہ را بتصرف آوردند - شیخ محمد فاخر بانتظار موسم جہاز در سورت توقف کرد و در
ماہ صفر سنہ ست و خمسین و مائۃ والف (۱۱۵۶) بر جہاز عازم جدہ نشست - قضا را
جہاز بہ تباہی شد - و بہ کنار بندر مخا رسید - شیخ چند ماہ در مخا اقامت کرد و در موسم
کشتی متوجہ مکہ معظمہ گردید - و بیست و دوم رمضان سنہ ست و خمسین و مائۃ والف
(۱۱۵۶) بحرم آمن واصل شد - و ہم درین سال حج روز جمعہ کہ آن را در عرف حج اکبر

مے گویند- دریافت - و در سنہ تسع وخمسین ومأتہ والف (۱۱۵۹) باز بہ ہندوستان عطف عنان نمود - و در جمادی الاولی سال مذکور از بندر سورت روانہ بیشتر گردید- برادر فضائل مرتبت میر محمد یوسف سلمہ اللہ تعالیٰ قلمی نمود کہ:-

"شیخ محمد فاخر در رجب سنہ تسع وخمسین ومآتہ والف (۱۱۵۹) بہ شاہ جہان آباد تشریف

"آوردند- فقیر را از ملاقات مسرتہا حاصل شد وبعض رؤیا کہ در ملاقات ایشان دیدہ بودم

"وبعید از عقل مے نمود- بقدرت حق سبحانہ وتعالیٰ صادق براٰمد- ومیرزا خان جانان

"مظہر از ملاقات ایشان بسیار محظوظ شدند و باہم صحبتہا گذشت- ششم رمضان سال مذکور

"نقل مکان بخانہ فقیر کردند- ہشتم منہ رخت کوچ بر بستند و در ہمین ماہ بہ اکبر آباد رسیدند

"وبیست وسیوم متوجہ الہ آباد شدند انتہی

شیخ یک سال در الہ آباد ماند و در ماہ شوال سنہ ستین ومآتہ والف (۱۱۶۰) از راہ بنگالہ عازم دریای محیط شد کہ از انجا در جہاز نشستہ سرے بحرمین کشد- و در عظیم آباد و مرشد آباد و دیگر امصار سرِ راہ حکام خدمتہا بتقدیم رسانیدند- از بندر ہوگلی بر جہاز نشست- قضارا مسافت چند روز قطع کردہ چوبے از جہاز شکست سہ ماہ جہاز در دریا بتباہی ماند آخر الامر بہ موضع چاتگام کہ منتہای دیار شرقی عمل پادشاہ ہند است از جہاز فرود آمد و بہ علت موسم برشکال سہ چہار ماہ در چاتگام گزرانید از راہی کہ رفتہ بود بہ الہ آباد برگشت- درین مرتبہ نیز حکام سرِ راہ نذر فراوان گذرانیدند- قریب دو ماہ در الہ آباد ماندہ قصدِ شاہ جہان آباد کرد وبیست وپنجم رمضان سنہ اثنتین وستین ومآتہ والف (۱۱۶۲) واصلِ آن شہر شد- وچندی بہ اقامت آنجا پرداخت و باز نطاق ہمت بزیارت حرمین شریفین بر بست- ومحض بہ ارادۂ ملاقات راقم الحروف اول قصد دکن کرد- وغرۂ شعبان سنہ اربع وستین ومآتہ والف (۱۱۶۴) از شاہجہان آباد روانہ شد وپنجم

ذی الحجہ سال مذکور بہ برہان پور رسید۔ فلک ناتوان بین فرصت نداد کہ بہ رویت یکدیگر کہنہ تمنا برآید۔ بعد عبور دریای نربدا بیماری سرسام اورا عارض شد۔ وپس از وصول برہان پور بیماری قوت گرفت ویازدہم ذی الحجہ روز یکشنبہ وقت اشراق سنہ اربع وستین ومأتہ والف (۱۱۶۴) جان عزیز را در راہ بیت اللہ فدا ساخت تاریخ تولد او کہ در سنہ عشرین ومأتہ والف (۱۱۲۰) واقع شد "خورشید" است وتاریخ انتقال "زوال خورشید" عمرش چہل وچہار سال۔

درحالت مرض وصیت کرد کہ از مشائخ برہان پور۔ شیخ عبد اللطیف قدس سرہ درکمال تشرع بودند وبرمرقد مبارک ایشان بدعتہای اہل زمان بہ عمل نمی آید مرا درجوار ایشان دفن سازند۔ موافق وصیت بعمل آوردند

واحسرتا کہ این چنین صاحب کمال در ایام شباب از این عالم رحلت کرد وداغ مفارقت بر دل یاران گذاشت۔ سپہر دوار اگر عمرہا چرخ زند مشکل کہ چنین ذات قدسی صفات بہم رساند۔

قول میرزا جانجانان است کہ:۔

"بسیارے از کبراء دین را مشاہدہ نمودم بعد از یازدہ صد سال یک شخص کہ عبارت از شیخ محمد فاخر است موافق کتاب وسنت دریافتم۔"

ونیز قول میرزا است کہ :۔

"بسا ارباب کمال را برخوردم آن قدر کہ نزد شیخ محمد فاخر ارزان شدم ہیچ جا اتفاق نیفتاد۔"

یعنی میرزا برخلاف وضع خود بہ ملاقات شیخ محمد فاخر اکثرے رسید

شیخ محمد فاخر صاحب دیوان است۔ این چند بیت از انجا فراگرفتہ شد ؎

بباغ عاشقی از میوہ وگل نیست سامانے	کنم بادام ونرگس را فدای چشم گریانی
آئینہ باصفای رخت روگرفتہ است	گل پیش آن دہن دہن بوگرفتہ است

دارم دلے کہ بردم تیغ ست راہ او | مژگانِ چشمِ یار بود سیر گاہ او
برمیان برزدہ دامان زکجاے آئی | مرحبا گر بشکارِ دلِ ما می آئی
حُبِّ دنیا می فریبد خاطرِ افسردہ را | گوشمالی می دہد روباہ شیرِ مُردہ را
مور را در خمِ زلفِ تو بہ بیند مارے | عینکِ داغِ دلم ازچہ کلان بین شدہ است
مرا از آمد و رفتِ نَفَس روشن شد این معنے | کہ اقبالِ جہان در دم زدن اِدبار می گردد
دنیا عزیز کردۂ دنیا طلب بود | از التفات شوی بود قدر زن بلند
کنند گور پرستان زیارتِ زاہد | کہ زیر گنبد دستار زندہ در گور است
بعد مردن نیز بارم نیست بر دوشِ کسے | ہمچو رنگِ گل عدم پیمایم از پرواز خویش
در گلستانی کہ ما رنگِ تماشا ریختیم | آسمان یکبال برہم خوردۂ طاؤس بود

رباعی

تا پیروِ چار یار اخیار نۂ | از چار اصول دین خبردار نۂ
در طبع تو این چہار عنصر باہم | تا ہست باعتدال۔ بیمار نۂ

رباعی

گر تن بہ بلاہای قضا نتوان داد | از کف سررشتہ رضا نتوان داد
درہرچہ نشد مگو چنین بایستے | تعلیم خدائی بخدا نتوان داد

(۹۸) افضلی۔ شیخ محمد ناصر

برادر اعیانی شیخ محمد فاخر زائر است۔ کسب کمالات از حاشیۂ محفل والد ماجد خود شیخ محمد یحیی و برادر کلان خود شیخ محمد طاہر قدس اللہ اسرارہما نمود۔ و از علوم صوری و معنوی بہرۂ وافر اندوخت۔

جد بزرگوارش شیخ محمد افضل اورا در خورد سالی مرید گرفت۔ و بہ دست

تربیت شیخ محمد یحییٰ حوالہ نمود۔ و بعد فوت پدر والاگہر بر مسند آباء کرام مربع نشست۔ و طریقۂ انیقۂ اسلاف را باہتمام تمام نگاہبانی فرمود۔

فیما بین فقیر و او اخلاص خاصے بود۔ حیف کہ در ریعان جوانی آن شجر سایہ افگن از پا افتاد و این حادثہ بیست و یکم جمادی الاولی روز چہار شنبہ وقت نماز مغرب سنہ ثلث و ستین و مائۃ و الف (۱۱۶۳) واقع شد و پائین روضہ منورۂ شیخ محمد افضل جد خودش مدفون گردید۔

مسود اوراق در تاریخ وفات مشارٌ الیہ و شیخ اسد اللہ غالب کہ ذکرش می آید۔ مے گوید ؎

افضلی شیخ کامل و غالب | آرمیدند در ریاضِ ارم
سال تاریخ گفت غمزدۂ | آہ رفتند ہر دو زین عالم

ذکاء ذہن بدرجۂ کمال داشت و شعر بسرعت تمام می گفت۔ صاحب دیوان است ؎

صفای خاطرِ روشندلان ہمین سخن است | چو صبح صافی آئینہ ام زدم زدن است
زاہد از خلوت نشینی فکر صید عام کرد | چون نگین در حلقہ خود را از برائے نام کرد
سخنور چون بمیرد شعر او مشہور تر گردد | کہ صافی تر کند گرو یتیمی آب گوہر را
لبِ گزیدۂ اغیار را چہ بوسہ زنم | عقیق کندۂ نام دگر چہ کار آید

(۹۹) غالب۔ شیخ اسد اللہ

دختر زادۂ شیخ محمدؒ افضل الہ آبادی است و برادر خالہ زادۂ شیخ محمدؒ ناصر افضلی اصلش از جونپور است۔ جد کلانش سجادہ نشین شیخ محمدؒ افضل جونپوری استاد علامۃ العصر ملا محمود جونپوری بود۔ غالب بانتساب افضلین تفاخر داشت۔ جوان صاحب استعداد شایستہ بود۔ ہمیشہ رگ خامۂ سخن ریز را بہ نشتر اندیشہ مے کشود۔

وتتیکه راقم الحروف از دیار سندھ بولایت ہند معاودت نمود۔ مقارن طلوع ہلال رمضان المبارک سنہ سبع واربعین ومأتہ والف (۱۱۴۷) داخل الہ آباد گردید۔ مشارٌ الیہ این رباعی گفتہ ضیافت طبع فرستاد ؎

چون کرد ورود سوی من یار سعید — فی الحال مہ نو بفلک گشت پدید
ازبسکہ فزود عشرت از آمدنش — ماہِ رمضان برای من شد مہِ عید

او اخر ایام زندگانی بہ دار الخلافہ شاہجہان آباد آمد و نہم ذی القعدہ سنہ ثلث وستین ومأتہ والف (۱۱۶۳) از لباس حیات مستعار عاری شد و دران شہر مدفون گردید۔

از افکار اوست ؎

دل دیوانۂ دارم کہ خاموشی است تقریرش — برنگِ زلف خوبان بی صدا اُفتادہ زنجیرش
گذر از کوچہایِ تنگ کو صاحب دماغان را — نمی آید برون از خامۂ نقاش تصویرش
سیر مہتاب دوچندان کند آرایشِ حسن — سایۂ زلف برخسارِ تو زلف دگر است
پی لبِ فکرِ آن دہان از یاد ابرو سے برم — تیغ قاتل رہرو ملک عدم را جادہ است
زبیماری نیفتد تا بہر جا سرمہ را نازم — عصای آبنوسی داد از دنبالہ چشمش را
روز محشر غبارِ تربتِ ما — دامن بو تراب مے خواہد

(۱۰۰) مخمور میر مرشد قلی خان

نام اصلی او میرزا لطف اللہ است پدرش حاجی شکراللہ تبریزی از ایران دیار وارد ہندوستان شد و در بندر سورت طرح توطن انداخت۔

مرشد قلی خان در بندر سورت سنہ خمس وتسعین والف (۱۰۹۵) متولد شد سال ولادت ازین مصرع مستفاد مے شود ؎

"بر سپهر سعادت آمد ماه"
۱۰۹۵ھ

بعد از انکه سنین عمرش بسر حد تمیز رسید در خدمت آقا حبیب اللہ اصفہانی که از فضلاء مقرری و از شاگردان رشید آقا حسین خوانساری بود و در بندر سورت سکونت داشت۔ بتحصیل علوم پرداخت و بقدر فضائلی اکتساب نمود

بعد فوت والد بر سبیل تجارت جانب بنگاله رفت نواب شجاع الدوله ناظم بنگاله جوہر قابلیت او دریافته صبیهٔ خود را در عقد ازدواج اودر آورد۔ و از حضور سلطانی بمنصب عمده و خطاب مرشد قلی خان سرافراز شد و سالها بصوبه داری ممالک اودلیسه فرق امتیاز افراخت

آخر از ورق گردانی روزگار و دغا سازی نوکران خود از دار الامارة بیجا شد وخود را در ظل نواب آصف جاه ناظم دکن کشید و مدتی با او بسر برد۔ انجام کار در حیدرآباد (دکن) رخت اقامت انداخت۔ و شانزدهم رمضان سنه اربع وستین ومأته والف (۱۱۶۴) مسافت زندگانی بپایان رسانید[۱]۔

درشعر زبان خوبی دارد۔ ومضامین تازه هم یابد۔ دیوان مخنوز بخط خودش بنظر در آمد داین چند شعر فرا گرفته شد ؎

کو ساغرِ مے تا دمے از ہوش خود افتم | مانند سبو دست در آغوش خود افتم

پشت فلک نجاک رساند غرور ما | کہسار را کند کمر سنگ زور ما

بسانِ شیشهٔ ساعت رفیقِ کار پیدا کن | بیک ساعت زمین وآسمان را زیر و بالا کن

باشد دو جهان قائم ازان ذات یگانه | برپا چو کمان است بیک تیر دو خانه

تعجب نیست بدطینت اگر حاجت روا گردد | که زخمِ کہنه را خاکسترِ عقرب دوا گردد

ز دونان کی بجو د در ماندگان را کار بکشاید | گره امکان ندارد باز از انگشت پا گردد

[۱] مآثر الامرا جلد سوم صفحه ۷۵۴ ذیل تذکرهٔ مؤتمن الملک جعفر خان۔

زان نسبتی کہ ہست بسنگ آبگینہ را | ای سنگدل شکست من آخر شکست کیست
بگزارِ محبّت رشتۂ گلدستہ را مانم | کہ عمرم جملہ صرف اجتماعِ دوستان گردد
سراز مضمونِ آن زلفِ سیہ بیرون نمی آرم | کہ در چشمم چو مکتوبِ مرکب خوردہ مے آید
تسکینِ دل زصحبت روشندلان طلب | آئینہ بیقراریِ سیماب مے برد
چرا بسر نرود زود دفترِ ایام | کہ خود بخود ورقِ این کتاب مے گردد
مے زداید چو نگین سجدہ سیہ روئی را | کاش پیشانی خود وقفِ زمین می کردم
می فریبد نازنینان را بہرصورت کہ ہست | کاش چون آئینہ من ہم جوہری می داشتم
چون درختی کہ زہرشاخ دہد ریشہ بخاک | در سجودِ تو زہر عضو زمین گیر شدم
منم آن مست کہ گر مے ندہد دست بہم | بفشارم لبِ ساقی و بہ پیمانہ کنم
رتبۂ شخص فزاید ز صفاے باطن | چون نگینے کہ گذارند ورق در تہِ او
درین چمن بچہ اُمید خوش کنم دل را | چو نخل موم ندارم بخود گمان ثمرے
پندار از ضعیفان کار سنگین برنمے آید | کہ کوہی می شود صورت پذیر از خامہ موئی

(۱۰۱) اقدس میر رضی شوستری

والدِ او سید نور الدین شیخ الاسلام بلدۂ شوستر بود۔ و منصب شیخ الاسلامی آن دیار از قدیم الایام بہ آبا و اجداد او تعلّق دارد۔

ولادت میر رضی در شوستر سنہ ثمان و عشرین و مائتہ و الف (۱۱۲۸) واقع شد از آغاز شعور دامن بہ کسب فضائل بر زد۔ و علوم عقلی و نقلی در شوستر از خدمت والد خود۔ و بعضی از فضلاء آن دیار اخذ نمود۔ بعد از ان شبدیز سیاحت جولان داد و اصفہان و قم و کاشان و سائر بلاد عراق عجم را تماشا کرد۔ درین اماکن نیز بتحصیل علوم پرداخت۔ و ایضا عراق عرب را سیر نمود و پیشانی سعادت در عتبات

عالیات مالید- آنگاه نطاق عزم بگلگشت ہندوستان بربست - و در سنہ تسع واربعین ومأتہ والف (۱۱۴۹) از بندر بصرہ بہ بندر سورت رسید- و ایامی درین شہر توقف نمودہ ازراہ دریا سری بدیار بنگالہ کشید و در سایۂ عاطفت نواب شجاع الدولہ ناظم بنگالہ بصیغۂ مصاحبت مدتے بسر برد- وبعد از انتقال نواب مذکور رفاقت نواب مرشد قلی خان صوبہ دار اودیسہ برگزید-

وچون مرشد قلی خان بہ دکن آمد میرہم مرافقت نمود وبعد چندی از مرشد قلی خان جُدا شُدہ در ظلال مرحمت نواب آصفجاہ خدیو کشور دکن مدتے روزگار گزرانید-

چون مسلک او وارستگی و استغناست آخر الامر دست از مصاحبت نواب آصفجاہ برداشتہ در حیدر آباد دکن گوشۂ انزوا گرفت وبایکی از سادات تفرش کہ از مدتی متوطن حیدر آباد اند وصلت نمودہ بتاہُّل پرداخت-

فقیر را اول در لشکر نواب آصفجاہ سنہ ستین ومأتہ والف (۱۱۶۰) با میر ملاقاتہا مستوفی دست داد- بعد ازان در سنہ خمس وستین و مأتہ والف (۱۱۶۵) درود فقیر بہ حیدر آباد صورت بست و دیدوا دید مکرر بعمل آمد-

امروز میر بے نظیر زمان است و در طلاقت لسان وصنوف فضائل ممتاز اقران-

صریر کلک اقدس سامعہ می افروزد ؎

ظالم از عربدہ بار ستم خویش کشد
عقرب از کجروشی بر سر خود نیش کشد

نباشد خودنمائی مردم افتادہ از پا را
کہ رنگینی نباشد سایہ گلہاے رعنا را

عمر بیہیچ مے رود رحم و جفاے یار کو
وصل سبک عنان چہ شد ہجر گران وقار کو

نرم شو کز سخت گیران کار صورت گیر نیست
خامۂ فولاد ہرگز لائق تصویر نیست

رفتہ رفتہ ظلم گردون بیشتر از عدل شد
این کمان از بسکہ بکجا ماند آخر خانہ کرد

پرتو خورشید را آئینہ سازد گرم تر
مہر کم را سینہ صافیہا فراوان مے کند

ریاضت در جہادِ نفس باشد حربۂ مردان | خوش آن پہلو کہ ترکش بند نقشِ بوریا گردد
سخت رویان فارغ انداز کاوشِ اہلِ جہان | در زمینِ سخت رسمِ کندنِ بنیاد نیست
دولتِ بے زنگان سرمایۂ سنگین دلی ست | خاک چون یاقوت گردد سنگ خارا می شود
تا چند بار خاطرِ دلہا توان شدن | یک چند گر بہ سیر گلستانم آرزوست

(۱۰۲) حزین بن شیخ محمد علی،

سلسلۂ نسبش بہژدہ واسطہ بہ شیخ زاہد گیلانی مرشد شیخ صفی الدین اردبیلی جد سلاطین صفویہ می پیوندد۔

و مولد و منشأ شیخ اصفہان است۔ چون نادر شاہ بر ممالک ایران استیلا یافت و امنی کہ در عہد سلاطین صفویہ بود برہم خورد۔ شیخ رخت سفر بہ دیار ہند کشید و در سنہ سبع و اربعین و مأتہ والف (۱۱۴۷) از راہ دریا بہ بندر ٹھٹہ رسید۔ و از طریق سیوستان و خدا آباد وارد بلدہ بھکر گشت۔

اتفاقاً دران ایام عطف عنان فقیر از سندہ بجانب ہند واقع شد و در بلدۂ بھکر با شیخ ملاقاتہا دست داد۔ جامع علوم عقلی و نقلی است و در نظم و نثر مرتبۂ بلند دارد۔

آخر از راہ ملتان و لاہور متوجہ دارالخلافہ دہلی شد۔ و قریب چہاردہ [۱۴] سال درین شہر بعنوان انزوا اقامت گزید۔

و در سنہ احدی وستین و مأتہ والف (۱۱۶۱) از شاہجہان آباد بر آمدہ چندی در اکبراباد وقفہ کرد و ازانجا بہ شہر بنارس شتافت۔ و بعد چندے ازانجا بہ عظیم آباد پٹنہ رفت۔

در بھکر جزوے از اشعار طبع او بہ دستخط خود تواضع فقیر نمود۔ و اکنون دیوان

شیخ بخط خودش شخصی نزد فقیر آورد- فرصت انتخاب نه شد-

این چند بیت از نتائج طبعش کفایه است ؎

شمع را شعلہ مسلسل ز دل آید بیرون | آہ دل سوختہ کان متصل آید بیرون

باشد بہ چمن ہر رگِ گل دام ہوسہا | رشک است بآزادیِ مرغانِ قفسہا

پیش از ظہور جلوۂ جانا نہ سوختیم | آتش بسنگ بود کہ ما خانہ سوختیم

ای وای بر اسیری کز یاد رفتہ باشد | در دام ماندہ باشد صیاد رفتہ باشد

شادم کہ از رقیبان دامن فشان گذشتی | گو مشتِ خاکِ ماہم برباد رفتہ باشد

دلم ز وعدہ بر آتش فگندی و نرفتی | بیا کہ سوختنِ این کباب نزدیک است

(۱۰۲۳) متین- میرزا عبد الرضا صفاہانی

از صاحب طبعان حال و نکتہ سنجان بلند مقال است- سلسلۂ نسبش بہ مالک اشتر رضی اللہ تعالیٰ عنہ منتہی مے شود-

مولد و منشأ او اصفہان است- مدتہاست کہ بسیر ہند تشریف آوردہ اول بانواب برہان الملک سعادت علی خان نیشاپوری ناظم صوبۂ اودھ- قرین اعتبار بسر مے برد- و بعد انتقال برہان الملک رفاقت نواب ابو المنصور خان صفدر جنگ برگزید-

فقیر در بلدۂ لکھنؤ او را دیدم چنانچہ در ترجمۂ سید جعفر روحی تحریر یافت- مردی درویش سیرت فانی مشرب است- خلق و شکستگی بمرتبۂ کمال دارد- و صحبت او ہمنشینان را سرمایۂ سرور مے افزاید-

صاحب دیوان است اما اشعار ایشان بفقیر کم رسیدہ- رباعی

تو خطِ چہرہ نیاز است مرا | در ہر سرِ موی خویش ناز است مرا

صد بار چو برگرد سرش مے گردم   یک دورۂ تسبیح نماز است مرا.

(۱۰۴) آرزو۔سراج الدین علی خان اکبر آبادی،

ازشعراء حال۔ وتازہ گویان خوش خیال است۔ قریب پنجاہ سال است کہ درگلستان سخن عندلیبے می کند و بدستیاری ثعبان قلم بازار سحرآفرینان می شکند۔ فقیر درحین تالیف این کتاب دوستی نامہ مشتملبر طلب ترجمہ تقلم آورد۔ مشارالیہ بمنطوق وَ اِذَا حُیِّیْتُمْ بِتَحِیَّۃٍ فَحَیُّوْا بِاَحْسَنَ مِنْهَا عمل نمود۔ و مکرر بہ تحریر جواب وارسال احوال واشعار خود مسرور ساخت وقلمی نمود کہ:۔

"فقیر بخدمت میر عبدالجلیل مرحوم بلگرامی مکرر مستفید شدہ وصحبتِ شعر اتفاق افتاد۔ حالا بادۂ ارتباط دو آتشہ شد وگل دوستی رعنا گشت"

نسب آرزو از جانب پدر بہ شیخ کمال الدین خواہرزادۂ شیخ نصیر الدین محمود نَوَّرَ اللّٰہُ ضَرِیْحَہٗ واز جہت مادر بہ شیخ محمد غوث گوالیاری شطاری عطاری رَوَّحَ اللّٰہُ رُوْحَہٗ منتہی می شود۔

ونسب شیخ محمد غوث بہ شیخ فریدالدین عطار نیشاپوری عَطَّرَ اللّٰہُ ضَرِیْحَہٗ پیوند دو لہذا ایشان را عطاری گویند۔

ولادت شیخ سراج الدین درمنتہای مأتہ حادیۃ عشر (۱۱۰۰) واقع شد۔ از بدو شعور بہ تحصیل علوم رسمیہ پرداختہ۔ و درسن چہاردہ سالگی خود را بہ سخن مشغول ساختہ۔ وتا بیست وچہار سالگی کتب متداولۂ درسی درخدمت فضلاء عصر گزرانیدہ درفنون فراوان استعداد بلند بہم رسانیدہ۔ سپس درسلک منصبداران پادشاہی درآمد۔

ودر اوائل سلطنت محمد فرخ سیر بخدمتے ازخدمات گوالیار مامور گردید و در

سنہ اثنتین وثلثین ومأته والف (۱۱۳۲) بہ دار الخلافہ شاہجہان آمد وازان وقت تا زمانِ حال درین شہر بسر می برد۔ وہنگامۂ سخنوری گرم دارد

صاحب فراوان تصانیف است مثل رسالہ "موہبتِ عظمیٰ" درفن معانی ورسالہ "عطیہ کبریٰ" درفن بیان۔ ہردو بزبان فارسی بطریق "مفتاح" و "تلخیص" کہ سابق کسی برین منوال ننوشتہ۔ وفرہنگ "سراج اللغۃ" بطور برہان قاطع و "چراغ ہدایت" دربیان لغات واصطلاحات شعراء جدید کہ درکتب سالفہ نیست و "نوادر الالفاظ" مشتملہ لغات ہندیہ کہ فارسی وعربی آن درہند غیر مشہور است۔ و "شرح سکندرنامہ" و "شرح قصائد عرفی" و "سراج منیر" اجوبۂ اعتراضاتِ ابوالبرکات منیر براشعار عرفی وغیرہ ونسخۂ "دادسخن" شرح قصیدۂ ابوالبرکات منیر کہ دراعتراضاتِ شیدا برقصیدۂ قدسی محاکمہ نمودہ۔ وشرح گلستان مسمی بہ "خیابان" وتذکرۂ اکثر شعراء متقدم ومتاخر کہ درین ایام بتحریر آن اشتغال دارد و کلیات او نظماً ونثراً قریب ستی ہزار بیت است

وبعد از انکہ خط مشارٌ الیہ چہرۂ وصول نمود مختصر دیوانش شخصے تازہ از شاہجہان آباد آوردہ این ابیات ازانجا سمت تحریر یافت ؎

مگو کہ چارۂ دل از سبو نمے آید | کدام کار کہ از دستِ او نمے آید
چند چشمِ دوستی زین سادہ لوحان داشتن | چشم حفظ الغیب از آئینہ نتوان داشتن
درہوای آن پری روچشم من پرواز کرد | طفل بازی گوش اشکم را کبوتر باز کرد
کجیئے نیست در طریق خدا | بنگیین راست می کنند دعا
محض معدومیم و درعالم ہویدا ایئم ما | خوب اگر فہمد کسے تصویر عنقائیم ما
نماند، ہمچو حنا ہیچ اختیار مرا | سپردہ بستہ بدستِ تو روزگار مرا
چو شبنم آبلہ پیدا بروی آن گل شد | قماش حسن بہ بیند کہ چشم بلبل شد

اگراز ناز بتان اذن تماشا گیرند | از کف آئینه گذارند و دلِ ما گیرند
دفعِ غفلت زندگی افزای انسان می شود | عمراز شب زنده داریها دو چندان می شود
گلرخان تنگ دلم خاطرِ من شاد کنید | چون شود بندِ قبا باز مرا یاد کنید
دلبران باہم آشنا مشوید | مبتلائیم ما شما مشوید
بنوش خونِ دلِ من که خوش نمک دارد | شراب میکده ام لذت گزک دارد
می کند ناز خطِ او نه دمید است ہنوز | بید مانع است که نبگش نرسید است ہنوز
عرض بے طاقتی خود بچه انداز دہم | بشکنم شیشهٔ دل تا بتو آواز دہم
وحشت آموزِ غزالانم من | شهر استاد بیابانم من
به بزم می پرستان خودنمائی شیخ کمتر کن | بسانِ شمله اسبابِ معیشت رابسر سر کن
شنیدم از رہِ دور آمد آن شوخِ فریبنده | شودای کاش شمعِ محفلِ من ماہ آینده
ندارد یاد ایام جدائی چشمِ مستِ او | حسابی نیست در پیشِ فرنگی سالِ ہجرت را
فریب خوش پسران خوردن آرزو رسم است | زروی تجربه گفت این چنین پدر ما را
شکسته پا بنشین آرزو بگوشهٔ صبر | که شاہ مملکتِ فقر چون تمرلنگ است
ہر که خود تربیتِ خود نکند حیوان است | آدم آنست که اورا پدر و مادر نیست
تغافل این ہمه رسم کجاست جان کسی | بخلف وعده دلم نیز شرمسارِ تو نیست
گرفت آن مہِ ہندی مہِ دگر در بر | دگر مپرس حکایت که چند در چند است
گر مصحفِ عذارِ تو افتد بدست من | ختم نمی بشوق بیک بوسه کردن است
نیست خالی از تناسب عضو عضوِ آن پری | ساقِ سیمین دستهٔ آئینهٔ زانوی اوست
چنین که منع زسرگوشی خودم کردی | بخاطرِ تو ندانم چه احتمال گذشت
می دوانند آسمان را بہرِ کارِ خاکیان | ازبزرگیها بود گر بے وقارم کرده اند
خجالت می کشم بسیار از روی وفای خود | تو گاہی کرده باشی یادِ من یادم نمے آید

حسود پست شد آنجا کہ بیت خود خواندم | چنانکہ بر سر کس خانۂ فرود آید
نمی فہمم زبانِ ترکیِ چشمِ سخن گویت | اشارتہای ابرو شاید اینجا ترجمان باشد
نقش در عالم نشاند آنکہ سود عمر او | ہمچو خوش خط مہر کن در نیکنامی صرف شد
دیدہ باشی گلِ شبنم آلود | گریہ را ہم دلِ خوش می آید
آرزو ہیچ است سعیت در تمنائے وصال | عالمے گر جان دہد آن شوخ کی تن میدہد
کم بود از شوق خالی حسنِ موزونِ بتاں | سرو این باغ است دارِ عشق پیچان بیشتر
لیکن دل ما آخر از ان شوخ کشیدی | ای آینہ ما قدر تو نشناختہ بودیم
پامال کرد خونِ منِ تیرہ روز را | زانو سیہ سمند سواری کہ دیدہ ام
نصیب اہل کمال است از جہان تعذیب | کہ در شکنجہ فتد چون شود کتاب تمام
ربود از دلِ عشاق بیحضوری را | غبار خط تو خاک شفاست پنداری
زنّار و قشقۂ ما بے سبحۂ نباشد | چون شمع جمع کردیم رندی و پارسائی
خطاست اخذ معانی ز فکر ہم طرحان | زمینِ شعر کجا حقِّ شفعہ داشتہ است
شود چو بازوِ من ناز بالشِ خوابت | تو خود بگو کہ مرا آن زمان چہ باید کرد
واجب القتلی نخواہد بود زینسان درجہان | خونِ عاشق نیز چون شنجرف باشد کشتنی
آرزو اطفال را ہم ہست افیونی ضرور | حیف آن عاقل کہ ماند زندہ بے کیفیتے
ہر چند از وئیم و لیکن ہمہ اوئیم | مانندۂ فیلے کہ تراشیدہ زعاج است
آن دو گیسوے سیہ بر روی رخشان آرزو | شعر ہندی بودہ است از میرزا روشن ضمیر

پوشیدہ نماند کہ بعد تمام سرو آزاد- سراج الدین علی خان آرزو از شاہجہان آباد برخاستہ رخت سفر بہ دیار شرقی کشید- و در بلدۂ لکھنو آمد- و بوساطت اسحق خان با نواب صفدر جنگ ناظم صوبہ اودھ برخوردہ بعواطف اختصاص یافت و چون نواب صفدر جنگ ہفدہم ذی الحجہ سنہ سبع وستین و مأتہ

والف (۱۱۶۷) درگذشت- آرزو باشجاع الدوله خلف نواب مذکور که قائم مقام پدر شد. بسر مے برد- و در جمادی الأخری سنه تسع وستین و مأته والف (۱۱۶۹) در بلدۂ لکھنؤ فوت کرد- و درہمین شہر مدفون گردید

مؤلف کتاب گوید ؎

سراج الدین علی خان نادرِ عصر　　زمرگِ او سخن را آبرو رفت
اگر جوید کسے سال وفاتش　　بگو- آن جانِ معنی آرزو رفت ۱۱۶۹ھ

(۱۰۵) مظہر- میرزا جانجان سلمہ اللہ تعالےٰ

مظہر فیض الٰہی است- ومشرق صبح آگاہی- شاہ مسند فقر وفنا- ومقیم آستان توکل واستغنا-

نام والد ماجد او میرزا جان است ازینجا وجہ تسمیۂ او توان دریافت امّا نام وتخلص او گویا عنایت ترجمان اسرار قیومی مولانای رومی است کہ پانصد سال پیش ازین در دفتر ششم مثنوی ارشاد فرمودہ وکرامتے نمایان بحضار انجمن استقبال وا نمودہ یعنی ؎

جان اول مظہر درگاہ شد　　جانجان خود مظہر اللہ شد

لیکن نام او بر السنہ میرزا جانجانان جاری شدہ- این اسم ہم معنیِ بلند دارد

فقیر را با میرزا ملاقات صوری صورت نہ بستہ اما غائبانہ اخلاص کامل است وہمیشہ بہ آمد ورفت مراسلات خط ہمکلامی حاصل-

میرزا جامع فقر وفضیلت وسخن گستری است- وبہ اقتضای اسم خود روح الروح معنی پروری- نوعروس مقال را بمشاطگی ذہنش طرز تازہ- وتصویر خیال را بتردستی فکرش حسن بے اندازہ- شعلۂ آوازش آتش زنِ خرمنہا- وشوخی اندازش شور

افگن انجمنها۔

فقیر در اثناء تحریر این کتاب تکلیف ترجمہ کرد۔ میرزا ترجمہ خود و اشعار آبدار بہ تحریر در آورد۔ و متاع نفیس از انفاس خود ہدیۂ دوستان ساخت۔ نسخۂ ترجمہ این است

"فقیر جانجان متخلص بہ مظہر پسر میرزا جان جانی تخلص۔ علوی نسب۔ ہندی مولد حنفی مذہب

"نقشبندی مشرب است۔ در عشرۂ اولی مأتہ ثانیہ بعد الف ولادتش اتفاق افتاد۔ نشو ونمای

"ظاہری در بلدۂ اکبر آباد یافتہ۔ تربیت باطنیش در محروسہ شاہجہان آباد از جناب حضرت سید محمد

"بداونی نقشبندی مجددی واقع شد سلسلۂ نسبش بہ بیست و ہشت واسطہ بتوسط محمد بن حنفیہ

"بہ شیر بیشۂ کبریا علی مرتضی کرم اللہ وجہہ منتہی می شود۔

"جد اعلای او امیر کمال الدین در اوائل مأتہ تاسعہ از خطۂ طائف بجذب قسمت بحدود

"ترکستان رخت اقامت انداخت۔ و بفرمان روائی بعضی از ان ممالک عمر گزرانیدہ۔ اولاد

"کثیر بہم رسانید از انہا امیر مجنون و امیر بابا در حین فتح ہندوستان کہ بر دست ہمایون

"پادشاہ اتفاق افتاد۔ درین مملکت وارد شدند۔ از ان باز خدمت و رفاقت سلاطین گورگانیہ

"شعار مردم این خاندان بود

" میرزا جان مذکور کہ در ششم مرتبہ از امیر بابا و در درجۂ دوازدہم از امیر کمال الدین مسطور

" واقع است بعہد عالمگیر پادشاہ علیہ الرحمۃ بعالی منصب ترک دنیا سرافراز گردید۔

" واین خاکسار از بدو طفلی ہوای مال وجاہش در سر نہ پیچید۔ بعد تحصیل ضروریات این مشت

"غبار خود را بدامن دولت از خود رفتگان بستہ بامید آنکہ چشمی در عالم دیگر باز کند۔ چون نقش قدم

" بردر ایشان نشستہ است۔ از بس دماغش ضعف قوی دارد۔ تاب تدبیر اسباب نمی آرد تجرید و تفرید

" اختیار کردہ نان برخوان دونان نخوردہ۔ و چون گل عمر خود را بیک خرقہ بسر بردہ بتحریک شور عشقی

" کہ نمک خمیر اوست گاہ لبی بفریاد وا می کند۔ چون نالہ اش موزون واقع می شود احباب از راہ جوہر

" شناسی بہ میزان اشعارش می سنجند۔ وگرنہ او را از غایت انصاف نظر بہ بے سرمایگی خود دکانی بر

مسخن نچیده، زیاده برین نیست که نظر بزرگان یافته حسن قبولی بهم رسانیده است - اوسبحانه حسن خاتمه هم نصیب کند

"ومن اشعاره"

باغبان رو بمن آور که ثنا خوانِ تو ام / چون صبا باد فروشِ گل و ریحانِ تو ام
همچو سیلاب روم گریه کنان جانبِ دشت / من که جاروب کشِ گورِ غریبانِ تو ام
طرفه شمعی تو که چون صورتِ فانوس خیال / متصل گرد تو می گردم و حیرانِ تو ام
خوب گفتی غزلِ مرثیهٔ من مظهر / جان ندارم که دهم کشتهٔ احسانِ تو ام

آنکه روز و شب بلا گردانِ دیدار خود است / داغ همچون آفتاب از دستِ رخسار خود است
پشت پائے برحنا زد سرمه را در خاک ریخت / از پیِ آزار من ناحق در آزارِ خود است

خدایا آتشِ سودا ز سر تا پای من گیرد / اگر عریانیم چون شمع نارم پیرهن گیرد
هنر در کار باشد عشق را چون پا بسنگ آمد / درین ره تیشهٔ باید که دستِ کوهکن گیرد
ازان پیراهنِ خود چاک می سازم که می ترسم / گریبانم بمحشر آید و دامانِ من گیرد
ازین عالم مجرد می روم چون بوی گل مظهر / که ترسم حق عریانی گریبانِ کفن گیرد

نسب و رست کند گر بها به زاریِ ما / همین بس است پس از مرگ خبر جاریِ ما

کاهید دخلهای سخن گرچه تن مرا / بالید چون نگین مُثبَّت سخن مرا

مرا کشته است و باز این مرگ با من سرگران دارد / نزا بر نعش من چون دید گفت این مرده جان دارد

سوز دل از بدن مویم نمایان کرده اند / این جفا جویان مرا سرو چراغان کرده اند

سحر عیدِ گل دعا شور بلبل در چمن دیدم / برنگ آمیز گردون چون سحر بسیار خندیدم

نیاز مشهد پروانه شمع خواهم بُرد / اگر وصالِ تو این بار رو نمود مرا

مبادا بلبل دیگر پس از من آشیان بندد / توان آویخت از شاخ بلندی استخوانم را

چشم بر چشم چو اُفتاد گرفتاریهاست / حلقه بر حلقه چو افزود دگر زنجیر است

عکس رنگِ پان نمایان است از پشتِ لبت / این بدخشی از کجا در سبزه زار اُفتاده است

هیچ کس بر جامه زیبان قتلِ من ثابت نکرد — گرچه خونم چون سجاف سرخ دامن گیر بود

نداشت ہستیِ من تا عدم سرِ مو فرق — کمر تو بستی و من مفت از میان رفتم

مبین آئینه گردی زخمیِ تیغ نگاهِ خود — ضرور است ای پسر از صحبتِ سیفی حذر کردن

جز تو در دیدۂ من کس نگذارد قدمے — شهره دارد که درین خانه پری مے باشد

بنان اگرچه ندانند قدر مظهرِ ما — خدا گواه که دیوانه سخت مغتنم است

(۱۰۶) دردمند - فقیه صاحب

از نجباء اودگیر است - و شعراء خوش تقریر -

اودگیر شهری است از توابع محمد آباد بیدر - مرقد منور شیخ صدر الدین قدس سرهٗ که از مشاهیر اولیاء دکن است درین شهر واقع شده - راقم الحروف مکرر بزیارت مزار فائض الانوار سعادت اندوخته -

مولدِ فقیه صاحب اودگیر است - در صغر سن همراه والدِ خود مطابق سنه ست و ثلثین و مأته والف (۱۱۳۶) از دکن به دار الخلافه شاهجهان آباد رسید - و در ظلّ عاطفت شاه ولی الله نبیرۂ شاه گل متخلص به وحدت سهرندی قدس الله اسرار هما جا گرفت - و به تهذیب اخلاق و تحصیل حیثیات مشغول گردید - بعد چندی والد او رخت زندگانی بر بست - میرزا جانجان مظهر سلّمه الله تعالیٰ او را در سایۂ شفقت خود گرفت و به یمن عنایت و تربیت ایشان مجموعۂ کمالات شد و در فن سخن رتبۂ شایسته بهم رسانید و میرزا در حق او گوید ؎

مظهر مباش غافل از احوالِ دردمند — لعلیست اینکه در گرهِ روزگار نیست

شعر فارسی و ریخته هر دو خوب می گوید - ساقی نامه ریخته او مشهور است که مقبول طبائع گردیده -

فیمابین فقیر و مشارٌ الیه غائبانه اخلاص وافی است و همیشه طریق مراسلات مسلوک درین ایام به تقریبی از شاهجهان آباد بسمت بنگاله رفته و نزد ناظم بنگاله به جمعیت مے گزراند

اشعار او به فقیر کم رسیده - چند بیت پیش ازین بر پشت خطی نوشته بود ازان است ؎

بزخم خویش ازان کوهکن نمک ریز است — که شور خندهٔ شیرین بکام پرویز است

در کوی میفروشش نماند آبرو مرا — لب تشنگی فروخت بدستِ سبو مرا

جان بیکسانه دادم و شادم که عمرها — بوداست برمرادِ تو مرگ آرزو مرا

رباعی

ازفیض تو ای شافعِ روزِ محشر — هر روز بود عید غدیرِ دیگر

چون جام بود چشم امیدم در حشر — بردست تو ای ساقیِ حوضِ کوثر

رباعی

یکچند عتاب و ناز ظاهر کردی — وین عمر دوروزه بار خاطر کردی

بعد از مردن رحمت بحالم اُفتاد — اول بایست آنچه آخر کردی

(۱۰۷) شاعر - گل محمد معنی یاب خان

ازمردم سرکار محمد شاه پادشاه است - بعنایت شاهی ممتاز بود - و به خطاب معنی یاب خان سرفراز - نسبت تلمذ بخدمت میرزا بیدل درست کرده - و در تلامذهٔ میرزا فائق برآمده - امروز منتخب شعراء شاهجهان آباد است و قلمرو معنی یابی بمیامن نظم و نسق او آباد -

گلدستهٔ خیالات رنگین چنین می بندد ؎

بگلشن چشم شهلایش چو می آشام مے گردد — دُکان حسنِ خوبان تختهٔ چون بادام مے گردد

اگرچه داخلِ بزمم ولے نیم داخل   جدا از صحبتِ ہم ہمچو شاخ پیوندم

(۱۰۸) عزلت میر عبد الولی

بن سید سعد اللہ سلونی سورتی کہ ترجمہ اش در فصل ثانی از دفتر اول گذارش یافت از مستعدان وقت است۔ کتب درسی نزد پدر والا گہر خوانده۔ و در معقولات حیثیتی خوب بہم رسانده۔

فقیر را بعد مراجعت از سفر بیت اللہ در بندر سورت ملاقات او اتفاق افتاد خوش صحبت است۔ موسیقی ہندی خوب می داند۔

مشارٌ الیہ را اشتیاق سیر شاہجہان آباد در حرکت آورد۔ و از بندر سورت روانہ شده۔ بعد از طی عرض راه بیستم جمادی الاولی سنہ اربع وستین ومأتہ والف (۱۱۶۴) واصل آن بلدهٔ فاخره شد۔ و تا وقت تحریر۔ ہمان جاست

منتخبی از دیوان خود برای مطالعہ فقیر در بندر سورت فرستاده بود این چند بیت از انجا فرا گرفتہ شد ؎

نشود مرد کسی کوه گر از جا بر داشت   رستم است آنکہ دلِ دوست ز دنیا برداشت

بہ گرم جوشیِ یارانِ عصر تکیہ مکن   کہ چون معانقۂ عید اعتمادی نیست

دوستان از دوستان محروم و دشمن کامیاب   چیده مقراض از نہالِ شمع گل پروانہ سوخت

دلم افسرده خواہد ماند یا وامی شود روزے   ندانم غنچہ ام در دستِ گلچین یا صبا افتد

خدا نا کرده گر صیّاد از دامم رہا سازد   اسیرِ حلقۂ بر گرد سر گردیدنش گردم

سر بر نداشت نکہتِ گلشن ز شرمِ او   بوی گلے نبود کہ پا در حنا نداشت

(۱۰۹) جرأت۔ میر محمد ہاشم

مخاطب بہ موسوی خان کہ خطابش ببداہت نظر اصل ونسب نشان می دہد در

سنہ ثمان و ثمانین والف (۱۰۸۸) در نزہتکدہ عالم ناسوت خرامید و ہلال استعدادش
در سنہ چہاردہ سالگی بہ استفاضۂ انوار تربیت والد ماجدش بعروج بدرکامل رسید۔

سلسلۂ نسبش بہ بیست واسطہ بہ سابع ائمہ ہدی علیہ التحیۃ والثنا منتہی می شود
جدش سید علی بہ اقتضاء آبخورد از خطۂ گیلان بہ دیار ہند وارد شد پدرش میر
محمد شفیع بن سید علی از فنون فضل و کمال آگہی داشت۔ و در خجستہ بنیاد اورنگ آباد
رنگ توطن ریخت۔

موسوی خان نخست دامن دولت امیر الامرا سید حسین علی خان گرفت و
بہ قلعہ داری دھارور امتیاز یافت۔ وچون امیر الامرا در سنہ احدی وثلثین و مائۃ و
الف (۱۱۳۱) از دکن جانب ہند حرکت کرد۔ موسوی خان در رکاب امیر الامرا
بسیر ہند شتافت۔ و صحبت اکثرے از صاحب کمالان آنجا مثل میرزا بیدل و میر
عبد الجلیل بلگرامی دریافت۔ مے فرماید:۔

”ہمیشہ در دکن از زبان امیر الامرا اوصاف کمال میر عبد الجلیل سامعہ افروز بود۔ چون ملاقات
“ واقع شد عجب نسخہ جامعی یافتم۔

بعد از برہم خوردن طبقۂ سادات از سن سی سالگی تا منتہای سن انحطاط در نزہتکدۂ ظل نواب
آصفجاہ طاب ثراہ اوقات زندگانی را صرف گلگشت بہشت برین نمود۔ و بمنصب دوہزار
و پانصدی و خدمت دار الانشا سرافرازی داشت۔

و بعد رحلت نواب آصفجاہ و تمکن نواب نظام الدولہ شہید بر مسند ریاست
دکن خدمت انشاء سرکار والاہم بر موسوی خان قرار یافت۔ الحال نیز نزد رئیس
دکن قیام دارد۔ و بہ عہدۂ انشاء و منصب چہار ہزاری و خطاب معز الدولہ فرق
امتیاز می افرازد۔

فقیر را بعد ورود ممالک دکن با خان مذکور مجالس مستوفی اتفاق افتاد نسیم گفتگویش

گره کشای غنچهٔ دلهاست۔ وگلریزی تقریرش رنگ افروز چهرهٔ مدعا۔

این چند بیت از دیوانش فرا گرفته شد ۵

پاس دل گرمی توانی داشت سلطان مے شوی | این نگین را گر بدست آری سلیمان می شوی

نه بهر آنکه منزل دور و پا لنگ است مے نالم | دلم را چون جرس جای طپش تنگ است می نالم

در دیده ام خیال رُخ خوب یار ماند | این نقش بر جریدهٔ لیل و نهار ماند

فارغ از هر دو جهان بندهٔ احسان تو ام | سرو آزادم و پابند گلستان تو ام

بسملم کردی و پر سے طپم آزرده مشو | می کنم رقص که در ذیل شهیدان تو ام

بے بهار خلق شهرت با هُنر دمساز نیست | نکهت گل بے شگفتن قابل پرواز نیست

منتهای کار عاشق از بدایت روشن است | شمع را آئینهٔ انجام جز آغاز نیست

شد صرف سوز عشق بیانی که یافتم | مانند شمع سوخت زبانی که یافتم

منظور از نظارهٔ حسنت شهادت است | از قتل بدتر است امانی که یافتم

راز جانان نیز معشوق است باید پاس داشت | بهر این لیلی نباشد بهتر از دل محملی

لذت همه در مناسبتهاست | از شیر دل شکر کشاید

هوس زخم بمهتاب تجلی دارم | کاش عریانی من رنگ کتانی می داشت

توان خدنگ نگاهی بسوی ما افگند | هنوز با تن مجروح نیم جانی هست

آمد اندیشهٔ دُنیا بطلبگاری دل | گفتم آن شیفتهٔ بے سر و پا حاضر نیست

بخاک میکده رندان مست محترم اند | سبوی می چو مرا دید دست بر سر شد

تا در فتند از پی روزی بیکد گر | صف بسته اهل حرص چو دندان نشسته اند

(۱۱۰) رسا - جان میرزا

مخاطب به میرزا خان الحسینی است موطن آبایش همدان - و نسبش به میر

سید علی ہمدانی رحمہ اللہ می رسد۔

از اجدادش میر شاہ طاہر در عہد اکبر بادشاہ وارد سواد اعظم ہندوستان گردید وقبول تمام یافت۔ و پس از چندگاہ متوجہ گلگشت دکن گشت سلاطین عصر مقدمش را گرامی داشتہ بآئین ارباب عقیدت احترام بالا کلام بعمل می آوردند۔ پس ازان اخلافش در گجرات احمد آباد توطن اختیار نمودہ مرجع اہل فضل وکمال بودند۔ و بہ سنت سنیۂ مشائخ عمل می کردند۔ و از چند قریہ کہ اکبر بادشاہ بطریق سیورغال مقرر کردہ بود صرف ما یحتاج می نمودند

والدش سید میر خان در زمان خلد مکان خود را در سلک ارباب مناصب منتظم ساخت و بخدمات عمدہ ممتاز بود و از علوم آگاہی داشت۔

مولد میرزا خان۔ حیدر آباد است نشو ونما در لشکر نواب آصفجاہ یافتہ و از مجلسیان خاص نواب بود۔ و در اواخر عہد آصفجاہ بخدمت انشاء سرکار والا قیام داشت۔ و در رکاب نواب سیر شاہجہان آباد کرد۔ وصحبت شعراء آنجا دریافت۔ بسیار خوش خلق۔ رنگین صحبت است۔ و جامۂ میرزائیت بر قامت او دوختہ اند۔

فقیر را در دکن یکجہتی فراوان با او صورت بست۔

این چند بیت از بیاضش درین سواد نقش می بندد ؎

خود را ز تنگیِ قفس آزاد می کنم ۔۔۔ این مشت پر تواضع صیّاد می کنم

درسراپردۂ دل ہر نفس آوازی ہست ۔۔۔ کہ درین خانہ نہان خانہ براندازی ہست

نرسم اگر بہ بزمش ز ہجوم نارسائی ۔۔۔ بخیال آستانش من و مشق جبہہ سائی

کہ برد پیام ما را بحریم خوش نگاہان ۔۔۔ رقمی نمود آہم دو سہ مصرعِ ہوائی

رحم کن ای باغبان گلدستہ پیشِ من بیار ۔۔۔ مجمعِ یارانِ رنگین یاد می آید مرا

به گلشنِ دلِ پر داغ سیرها دارم — معاشران چمن انتظارِ من مبرید

نمی توان به فلک طرح اختلاط انداخت — مرا ز صحبتِ این سفله ننگ مے آید

خو بغربت کرده را در بیکسی هم عالمی است — بلبلِ ما در قفس کم مے کند یادِ وطن

(۱۱۱) ایجاد - میرزا علی نقی

از قوم قاچار است - مولد پدرش نقد علی خان - همدان - و با شیخ علیخان وزیر شاه سلیمان صفوی قرابت قریبه داشت - نقد علی خان از ولایت خود بگلگشت هند شتافت - و در عهد آصف جاه مدتها بدیوانی پادشاهے بلده حیدرآباد سرافراز بود - و باین علاقه پای توطن در حیدرآباد افشرده -

محل ایجاد میرزا علی نقی ایجاد دار السرور برهان پور است - بمصاحبت نواب آصفجاه رسید و فراوان اختصاص بهم رسانید - و بعد فوت پدر در سنه اربع و ستین و مائة والف (۱۱۶۴) بخطاب موروثی نقد علی خان و خدمت دیوانی حیدرآباد نقد امتیاز بدست آورد -

اول مرتبه در اورنگ آباد و دار دفقیر خانه شد و بعد از ان در لشکر نواب نظام الدوله شهید و در حیدرآباد مجالس متوالی اتفاق افتاد - جوهر قابلیت سرمایهٔ اوست - و زیور تهذیب اخلاق پیرایهٔ او -

این چند بیت از دیوانش به تحریر مے آید ؎

بدست یار سپردند اختیار مرا — تو ان زرنگ حنا یافت رنگ کار مرا

یار آمد و دمی نه نشست و شتاب رفت — عمر عزیز حیف به این اضطراب رفت

ای مصوّر از لباسِ یار دامانش بکش — بر رقیبم دست گریانی گریبانش بکش

دلم تو بُردی و من انتظارها دارم — بیا به پهلوے من با تو کارها دارم

پرسند هرچه از تو بگفتن شتاب کن	خود را مثال آینه حاضر جواب کن
خطاست اینکه بگویم به جبهه چین داری	خدا نکرده مگر در گره همین داری
خط پشت لب و حرف تو در دل کرد تاثیری	بقربانت روم ظالم چه تحریری چه تقریری
گفتهٔ دل شکنان به که فراموش کنی	این گهر بهر ندارد که تو در گوش کنی
میرم که در کفم همه رنگ حنا شوی	آخر تو رفته رفته ز من بیوفا شوی
بروی مشهد پروانه شمع را دیدم	که چادری ز گل داغ میکشد امشب
بی خورده دل لاله برد داغ ز گلشن	آرام متاعی ست که بی زر نتوان یافت
بالیده بود بر خود آخر خراب شد	چشم حباب کور شود این سزای است
راست می گوید اگر سرو که همدوش تو ام	بر سر دعوی خود مصحف گل بردارد
دلم از تست بخواهی بسر من پیشکش کردم	بهر صورت ترا آئینه در کار است می دانم
دل ابروی تو دیدیم ز معمورهٔ حسن	ما درین شهر مبارک شب ماه آمده ایم
دارد همیشه در بر پیراهن معطر	ما را از گل خوش آمد این وضع میرزائی

(۱۱۴) افتخار ـ عبد الوهاب دولت آبادی

از خوش فکران این عصر است ـ در ایام تالیف این کتاب ترجمه خود را باشارهٔ فقیر انشاء کرد ـ دلبستگی به مؤلف کتاب تکلّفی بکار برد ـ هر چند لبساط عذر گسترده دم ناطقه را بمهر ابرام بند ساخت ـ

نسخهٔ ترجمهٔ این است :ـ

«فقیر عبد الوهاب متخلص به افتخار از سادات بخاری الاصل است ـ سلسلهٔ نسبش از طرفین به
«مخدوم جهانیان بخاری قدس سره منتهی ـ میشود ـ مولد و منشا این نمود ـ بےبود احمد نگر
«دار السلطنهٔ سلاطین نظام شاهیه ـ چون ازدواج فقیر با همشیرهٔ سید مرتضیٰ خان بخاری حارس

" حصار شہر پناہ دولت آباد اتفاق اُفتاد - باین تقریب طرح اقامت در قلعہ دولت آباد
" ریختہ شد - بعد از ان کہ حیثیت استفاضہ بہم رسید از چشمہ سار نکتہ سنجان بقدر زلالی برداشت
" ومشت خاک خود را بتقویت این آبحیات کامیاب عمر جاودانی ساخت - گویند شخصی این بیت
" تکرار می کرد ؎

خدا ناکردہ گر آید اجل پیش — بامیدِ کہ بگذارم جنون را

" فرزندی داشت صاحب کمال گفت " بامید من " للہ الحمد والمنہ کہ جگر گوشگان اشعارم
" ہر یکی بزبان حال ادا نمود کہ آن شخص بیک فرزند تسلی شد تو خود بہ عنایت ایزدی چندین
" نتائج ارجمندداری ہمہ را از نظر مؤلف کتاب گزرانیدم و از زیور اصلاح محلی ساختم - سخن
" آفرین تعالیٰ شانہ این غریب زادہا را بحسن قبول صاحب طبعان رساند و از سواد بہ بیاض
" بلند فطرتان جلوہ گر گرداند ؎

بود فیضانِ دیگر چشمۂ دادِ الٰہی را — زماہی قیمت افزون تر بود دندان ماہی را
چو سَیرِ غنچہ کردم اعتبارِ این چمن دیدم — زند برہم نسیمے منصبِ صاحب کلاہی را

غیرتِ افزای بہار است گُلِ رخسارت — شمع افروز تماشاست مہِ دیدارت
می کنی جلوہ بصد رنگ چو آئی بخرام — گردشِ خامۂ نقاش بود رفتارت

ابرو کہ بود نازکشِ وسمہ نخواہم — چون پی بکمانی کہ دو کار است بچیم

بدوری ہم ترا بر من نظرہا ہست می دانم — کہ چشم دوربین نزدیک بیند دوردستان را

تا چشم باز کرد خدا دید دیدہ ور — اول بہ بیند آینہ آئینہ ساز را

سازندہ است سروِ قدش را زمین چشم — تا دل دواند ریشہ اگر یک زمان نشست

سنگین دل است آن بت و من آبگینہ دل — دل را بدل رہیست الٰہی تو خیر کن

ابروِ دیگران نرسد ابروی ترا — ہر ماہِ نو مقدمہ علیش عید نیست

نگینم بند گیہا ہیچکس چون من نمی داند — بنامی آشنا می گردم و با سجدہ می سازم

او بزلف آنجا گرہ زد۔ شد دلم اینجا بدام   می نوان دادن سرانجام امور از راہ دور

(۱۱۳) امداد۔ شیخ غلام حسین

ہاشمی النسب۔ قادری الطریقہ۔ برہان پوری المولد است۔ کتب اوائل درسی تحصیل نمودہ۔ ونقش او بامشق سخن درست نشستہ۔ ازوست

ازنو پنہان می کند آئینہ روی خویش را   ہر کسے منظور دارد آبروے خویش را
گل کند از باطن صاحبدلان بی قصد فیض   در گرہ بستن نداند غنچہ بوے خویش را

گر بصحرا نگہ او چمن آرا گردد   شاخ آہو قلم نرگس شہلا گردد
صندلی رنگ بتی گر سر درمان دارد   درد ہم گرد سر ما بہ تمنّا گردد

رباعی

رونق دہ تخت شرع شاہ نجف است   روشن کن آفتاب ماہ نجف است
شاہی خواہی وگر تو راہے طلبی   شاہ نجف است وشاہ راہ نجف است

تا اینجا ذکر شعراء غیر بلگرام است واسامی کتبی کہ ماخذ این تالیف است بعضے جا در طی کتاب مسطور شد ومقصد استیعاب اشخاصی کہ در کتب ماخذ مذکور اند نیست مبدء فیاض کسی را کہ بر خاطر القا کرد برزبان قلم گذشت۔ اکنون بہ تمہید شعراء بلگرام می پردازم وذکر این طائفہ را طراز دامن کتاب می سازم۔

تمہید شعراء بلگرام

بر ضمیر قیان نقود اخبار ومبصران جواہر آثار ہویدا است کہ چون ماہچۂ رایت اسلام بر سواد ہند پرتو انداخت۔ وطلیعۂ غازیان کفرشکن کوس کَلِمَۃُ اللّٰہِ ہِیَ الْعُلْیَا نواخت۔ اقسام صاحب کمالان عرب وعجم باقامت این دیار پرداختند وعلوم ابو البشر آدم را علیہ السلام کہ از چندین ہزار سال مندرس شدہ بود تازہ ساختند۔ ازانجملہ سخن موزون کہ ازان وقت تا زمان حال ماہران این فن شورہا

برانگیخته اند- ورنگها از خامۂ بوقلمون ریخته- امّا در عهد قدیم این طائفه بیشتر درپای تخت سلاطین بوده اند و در اطراف و اکناف ملک کمتر توان یافت مثل ابوالفرج رونی و امیر خسرو و امیر حسن و شیخ جمالی که هر سه از شهر دهلی برخاسته اند وغیرهم رحمهم الله تعالی و از عهد اکبر پادشاه سکۂ سخن را رواجی دیگر بهم رسید و اکثر امصار بوجود موزونان معمور گردید- از انجمله شهر بلگرام حَفِظَهَا اللّٰهُ عَنْ حَوَادِثِ الْاَیَّامِ

من سوادخوان نسخۂ نادانی کمترین یاران وطنم- و خادم صاحبان این انجمن اما باثبات مآثر این اعزّه کرام بر صفحۂ روزگار حق عجیبے ثابت کرده ام و خدمت نمایانے بقدر طاقت بجا آورده- سیما طائفۂ شعراء قدیم و جدید که باصلاح سخن اینها پرداختم غلط کردم خود را از خدمت ایشان ممنون ساختم عَالِمُ الْغَیْبِ وَالشَّهَادَةِ تَعَالیٰ شَانُهٗ می داند که باعث اظهار این معنی نه برخود بالیدن است و دکان خودفروشی چیدن- بلکه از سر عجز و نیاز زبان به تحدّث عطیات الٰهی کشوده ام- ولب به تذکر عنایات شاهی وانموده- فَالْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ بِنِعْمَتِهٖ تَتِمُّ الصَّالِحَاتُ وَبِرَحْمَتِهٖ تَنْزِلُ الْبَرَکَاتُ-

(۱۱۴) ضمیری- شیخ نظام بلگرامی

از قدماء شعراء این مقام- و نکته سنجان شیرین کلام است- محل سکونت او محله قاضی پوره در دامن بلندی-

پدرش او را صغیر السن گذاشته متوجه عالم قدس گردید عمش شیخ سلیمان که از نوکران باامتیاز درگاه اکبر پادشاه بود در حجر عاطفت تربیت کرد-

مشارٌ الیه بعد از تحصیل حیثیات مشق سخن پیش گرفته درین فن رشدی بهم رساند-

ومخدرات صنائع وبدائع رابیشتر بکرسی نشاند۔

ہمواره با اُمراء عہد بسرمی برد و به اعزاز و اکرام مخصوص بود۔ و ایام زندگانی را به تجرد و تفرد گزرانید۔ آخرالامر در قصبۂ سفیدون از توابع دارالخلافہ دہلی وارد شد و ہمانجا به گلگشت نزہتکدۂ آخرت خرامید۔ و این سانحه در سنہ ثلث و الف (۱۰۰۳) واقع شد۔ مبارک خان دہلوی تاریخ وفاتش درین قطعه بضبط آورده ؎

مالکِ مُلکِ نظم شیخ نظام　　شاعرِ نادر و فصیح کلام

در قصیده شُده ظہیر زمان　　در غزل گشته خسروِ ایّام

بست رختِ بقا ز ملکِ فنا　　کرد آہسته سوی خلد خرام

کردم اندیشه بهر تاریخش　　خردم گفت۔ آه آه نظام
۱۰۰۳ھ

دیوانش قصیده و غزل و رباعی و صنائع شعری پانزده ہزار بیت است و قصیده به از دیگر اقسام می گوید۔

سید محمد اشرف درگاہی که ترجمه او در فصل دانشمندان از مجلد اول تسطیر یافت۔ فرمود۔ دیوان ضمیری بخط مصنف بنظر من درآمد۔ بر پشت دیوان مُہر خود زده که این بیت نقش داشت ؎

خدایا بحق رسولِ انام　　پذیرای کارِ ضمیرِ نظام

کلامش بطور آن عصر واقع شده لهذا درین جریده کم گرفته مے شود ؎

جز آئینه در روی تو دیدن که تواند　　جز شانه بزلفِ تو رسیدن که تواند

بس مدعیان گوش بر آواز نشستند　　در غمکدۂ عشق طپیدن که تواند

آنجا که صبا را بنمود بار ز تنگی　　جان بخش کلام تو شنیدن که تواند

هر گل که به گلزار جمالِ تو بخندد　　ای وای بجز دستِ تو چیدن که تواند

صد تیغ کشیدند ز هر سو به ضمیری / پیوند هوای تو بریدن که توان
آن ترک شوخ دیده خود از دودمان کیست / یا رب چنین خراب کن خانمان کیست
از ناله و فغان من آید جهان بجان / آن سنگدل نگفت که آیا فغان کیست
این سرو سرفراز که خوش می چمد بناز / یارب چنین کشیده سر از بوستان کیست
هر تیر بر دلم که دو ابروے او کشید / دانستم از طپیدن دل کز کمان کیست
چون نامۂ نیاز ضمیری رسید و خواند / پرسید بر سبیل تغافل از آن کیست
بزمے که شوی جلوه گرای سیمتن آنجا / گویند ثنای تو همه بے سخن آنجا
چشمم که بود خانۂ خوش آب و هوائی / شایستۂ آنست که سازی وطن آنجا
خواهم که کنم پیش تو دردِ دل خود عرض / لیکن بمقامے که تو باشی و من آنجا
تا کرد خریداریِ خاکِ سرِ کویت / از نقد روان داد ضمیری ثمن آنجا

رباعی

یا رب بدرت نامه سیاه آمده ایم / وز آتش دوزخ به پناه آمده ایم
هر چند که ما غرقِ گناه آمده ایم / با قافلۂ عذر براه آمده ایم

در تاریخ گنبد حاجی افضل علیه الرحمه گوید ؎

بدوران شهِ اکبر که گشته / خطاب او جلال الدین محمد
چو حاجی افضل از تقدیر حق رفت / ازین دارِ فنا در دارِ سرمد
ز تردی بیگ سلطان یافت بنیاد / برای مرقدش این پاک گنبد
ضمیری جست سالِ این بنا را / بلفظ پارسی و هم به ابجد
بتاریخش نهان و آشکارا / خرد گفتا یکے هشتاد و نهصد ۹۸۰

حاجی افضل — و این حاجی افضل مردے بزرگ معتقد فیه بود و در بلگرام بر مسند هدایت و ارشاد بسر می برد۔ و تردی بیگ سلطان از امراء اکبری بخدمت او اخلاص

عتقاد داشت - وچون حاجی افضل از قصر مینا بسرا پردۂ کبریا خرامش فرمود و
رسواد شہر مدفون گردید- تردی بیگ سلطان بر مرقد او گنبد عالیشانی از سنگ
مارت کرد وقطعہ مذکور را بخط نستعلیق در نہایت خوشخطی بر لوح سنگ کندہ در
یشانی باب گنبد تعبیہ نمود- اما این گنبد بنام سالار بیگ کہ میراہتمام تعمیر بود
شہرت یافت ونام تردی بیگ سلطان را کسے نمے داند- شاعرے مناسب
ین مقام گوید ؎

چون نگین مطلب ندارم غیر کام دیگران | می نشانم نقش خود اما بنام دیگران

(۱۱۵) شاہدی میر عبد الواحد حسینی واسطی بلگرامی قدس سرہ

دفتر اول از ترجمۂ مفصل زینت یافتہ وخامۂ خوش نصیب شاہراہ سعادت شتافتہ
اینجا ہم طریق اجمال می پیماید- وصدر ورق را بر سلک جواہر آبدار می آراید-
آنجناب از بیعتیان خاص شیخ صفی سائی پوری است نوّر اللہ ضریحہٗ
از خلفای پیش قدم شیخ حسین سکندرہ روّح اللہ روحہٗ- عمری دراز
مسند ارشاد را بجلوس میمنت مانوس زینت بخشید- وسالکان مناہج حق پرستی را
سرا بستان کبریا رسانید-
تصانیف والا "سنابل" و "حل شبہات" و "شرح کافیہ ابن حاجب"
بطور تصوف- وغیرہا متداول است-
احیاناً بنا بر موزونی طبع گوہر قافیہ مے سنجید وطلای خوش عیار سخن برسے
کشید- در حل شبہات مے فرماید:-

"این کس درفن غزل تلمیذ خواجہ حافظ شیرازی است قدس سرہ وخواجہ نیز بہ شاگردی خود
"مرا قبول کردہ وگویا باین ضعیف ایمائے نمودہ ؎

"ہرکہ در طورِ غزل نکتۂ حافظ آموخت　　یار شیرین سخن نادرہ گفتار من است

و میر علاؤ الدولہ قزوینی صاحب نفائس المآثر می طرازد کہ :-

"میر سلیقۂ شعر خوب دارد ازواست ؎

"مرو بجنگ چو اول بصلح آمدۂ　　وی بہ لطف نشین تاز خویش برخیزم

و شیخ عبد القادر بداؤنی در منتخب التواریخ مے نویسد کہ :- میر طبع نظم بلند دارد"

آنجناب شب جمعہ سیوم رمضان سنہ سبع عشر و الف (۱۰۱۷) بعالم قدس خرامید - و در بلگرام مغرب خاک را مشرق انوار گردانید مورخی تحفۂ تاریخی بہ روح اقدس گزرانید ؎

چو رفت واحدِ صوری و معنوی گفتم　　ہزار و ہفدہ و شب جمعہ ماہ صوم سیوم

مصرع ثانی تاریخ صوری و معنوی است - اما بیست عدد بقاعدۂ جمل افزون میشود آن را تعمیۂ تازک خارج کردیعنی واحد صوری کہ نوزدہ است، و واحد معنوی کہ یک است بر آمد -

دیوان غزل موجزی ازو موجود است - و کلامش روشِ زمان خود دارد لہذا بر قلیلی اکتفا رفت ؎

زگریہ خانۂ مردم خراب خواہم کرد　　خیال غیر تو نقشی بر آب خواہم کرد

کوتہ چہ کنم قصۂ زلفِ تو دراز است　　بو را نتوان بست دریں نافہ کہ باز است

دانی کہ خوشنویسیِ ما از برای چیست　　مائیم واسطی و قلم نیز واسطی است

(۱۱۶) عشقی - سید برکت اللہ

الملقب بہ صاحب البرکات بن سید اویس بن میر عبد الجلیل بن میر عبد الواحد مذکور بلگرامی قَدَّسَ اللہُ اَسْرَارَہُم -

ذات مفیض البرکات پیشتر شمع حلقۂ فقراست و اینجا انجمن افروز شعرا۔ در اوائل حال دست بیعت بجناب سید مربی بن سید عبد النبی بلگرامی قَدَّسَ اللّٰہُ اَسْرَارَھُمَا کہ ترجمۂ هردو در دفتر اول نگارش یافت۔ داد۔ و از عنفوان سنِ تمیز تا مبادی ایام کہولت بخدمت سید العارفین میر سید لطف اللّٰہ بلگرامی سعادت اندوخت و از فیض تربیت والا جادۂ سلوک بنہایت رسید و در نزہتکدہ سَیْرٌ فِی اللّٰہِ نخرامش در آمد۔ و از مشرب خاص آنحضرت حظی مستوفی حاصل کرد۔ و سند خلافت و اجازت اخذ نمود و بہ دار الولایۃ کالپی شتافتہ از خدمت مخدوم زادہ عالیجناب شاہ فضل اللّٰہ بن میر سید احمد بن میر سید محمد کالپوی قَدَّسَ اللّٰہُ اَسْرَارَھُمَا تَیَمُّنًا وَّ تَبَرُّکًا مثال اجازت و خلافت گرفت۔ و ہمین سلسلہ را جاری کرد

و چون مرقد منوّر جد امجد او میر عبد الجلیل قدس سرہ در مارہرہ از مضافات مستقر الخلافہ اکبرآباد واقع شدہ۔ دران مقام رفتہ رنگ توطن ریخت۔ و روز عاشورا سنہ اثنتین و اربعین ومأتہ والف (۱۱۴۲) عنان از عالم سفلی تافت و با روح مقدس امام علیہ السّلام بہ گلگشت فردوس اعلیٰ شتافت۔ راقم الحروف گوید ؎

بیدار دلی رفت سوی محفلِ قدس | بربست ز صحرای جہان محملِ قدس

تاریخ وصال او خرد کرد رقم | صاحب برکات واصلِ منزلِ قدس
۱۱۴۲ھ

ہموارہ چراغ ارشاد می افروخت۔ و احیاناً لباس فارسی و ہندی بر قامت معنی موزون می دوخت۔ منظور نظر او از نظم و نثر ضبط معانی حقائق بود۔ و بر قول مولوی معنوی عمل می فرمود کہ ؎

قافیہ اندیشم و آن یارِ من | گویدم مندیش جز دیدار من

دیوان شعر موجزی و مثنوی مختصری مسمی بہ "ریاض عشق" دارد۔ این چند بیت از و تیمناً قلمی می گردد ؎

به دیر پیر مغان باش و می پرستی کن　　زلعل ساقی ماجرعه گیر و مستی کن

چشم حیرت پیشه را خار و گل رعنایکی است　　دل خرابی دیده را آبادی و صحرا یکی است

چشم دل داریم دیگر از نگاهِ ما مپرس　　گردِ کوی خویش می گردیم راهِ ما مپرس

خانهٔ دیده شود رشک پریخانهٔ چین　　گر قدم رنجه کند یار بسر منزلِ ما

محل ذکر سید برکت اللہ قدس سرہ مابعد است اما برای اتصال ترجمهٔ او با ترجمهٔ جد امجدش میر عبد الواحد شاہدی قدس سرہٗ دریجا تحریر یافت۔ و نظیر این وجه در تقدیم و تاخیر تراجم دیگر ہم ازین فصل منظور است۔

(۱۱۷) ضیا۔ حافظ سید ضیاء اللہ بلگرامی قدس سرہٗ

مشارٌ الیه چنانچه در حوزهٔ دانشمندان ورود کرامت آمود نموده در مجمع تلامذهٔ رحمٰن نیز بطرز موزون جلوه فرمود

در بدایت حال کلام اللہ را با تجوید حفظ کرد۔ و دامن اکتساب کمال بر زد و در قصبات صوبهٔ اودھ بطور طلاب این ملک گلگشت نمود و از دانشمندان عصر فنون درسی فرا گرفت و با جناب سید احمد بن سید محمد کالپوی قَدَّسَ اللہُ اَسْرَارَ ہُمَا غائبانه عقیدتی بهم رساند و این بیت بنظم آورد ؎

کالپی مکه بلگرام یمن　　ای تو احمد منم اُویسِ قرن

بعد ازین با دراک رؤیت والا دیده و دل را مظهر تجلی ساخت۔ و در بلگرام محله میدانپوره مسند خدا پرستی و تدریس علوم آراست۔ و عالم عالم طلبه را از حد و د بدایت بسر منزلِ نهایت رسانید۔ و در عصر خود بغایت معزز و مکرم می زیست۔ و در نقاوت و طهارت و حفظ حمای سنن نبوی قدمی راسخ داشت۔

انتقال او بیست و پنجم شعبان روز سه شنبه سنه ثلث و مائة والف (۱۱۰۳) واقع

شد۔ وموافق وصیت پایان مرقد خواجہ عماد الدین بلگرامی کہ صاحب ولایت آن مقام است بیرون حریم متصل دیوار جنوبی منزل آرام یافت۔ راقم الحروف گوید ؎

زہے سید ضیاء اللہ تحریر | منور ساخت از خود محفل قدس
خرد تاریخ او درخواست از غیب | ندا آمد۔ ضیاءِ منزلِ قدس[1]
۱۱۰۴ھ

نظمش درثمین است ونثرش ماءمعین۔ شعر و انشا دون مرتبۂ آنجناب است و اشعاری کہ ثبت می شود پرتوی ازان آفتاب ؎

قطرۂ می کہ لبی بی تو چشیدن گیرد | بگلو ناشدہ از چشم چکیدن گیرد
براہ دیدہ دو رویہ درختهای مژہ | نشاندہ ام کہ خیالِ تو راہ گم نکند

رباعی

ای لطف تو آب برسرِ شعلۂ خشم | چون موم بدست خلق تو خارۂ و کیشم
گویا گردد ادب چو آئی بہ سخن | بینا گردد حیا چو بکشائی چشم

(۱۱۸) میر طفیل محمد بلگرامی

آفتاب جہان افروز یکتائی است۔ ودر اوج دفتر اول سرگرم جلوہ آرائی نسخۂ جامع فنون عقلی و نقلی بود۔ و در تجرد و تفرد و خصائل رضیہ و شمائل سنیہ بی مثل می زیست۔

اصل و الا از سادات انزولی من اعمال آگرہ است و ہمانجا در تاریخ ہفتم ذی الحجہ سنہ ثلث وسبعین و الف (۱۰۷۳) شبستان امکان را روشنی بخشید۔ ودر

[1] درین مادہ ہمزۂ ضیاء را یک عدد محسوب است و الا تاریخ تام نمی شود ودر اصل سال وفات ضیا این نیست۔ مصنف خود در مآثر الکرام دفتر اول صفحہ ۲۴۰ مطبوعہ مفید عام آگرہ ۱۳۲۸ھ می گوید کہ آخر بہ تحقیق رسید کہ تاریخ انتقال مشارٌ الیہ سنہ اربع و مائتہ و الف (۱۱۰۴) است و مادۂ تاریخ "ضیا بمنزل قدس"
۱۱۰۴

سن پانزده سالگی سنه ثمان وثمانین و الف (۱۰۸۸) بارادهٔ کسب علم از اترولی بخطهٔ بلگرام تشریف آورد- و از فضلاء بلگرام و علماء جوار فنون درسی برگرفت- و در حوزهٔ درس مولوی سید قطب الدین شمس آبادی مسافت تحصیل بنهایت رسانید-

و بعد از تکمیل تحصیل در بلگرام طرح اقامت انداخت- اول بخانهٔ سید فیض زمیندار که از اعیان سادات بلگرام است سکونت داشت- بعد از ان قریب ثلثی[۳۰] سال تا دم آخر در محله میدانپوره در دیوانخانه علامهٔ مرحوم میر عبد الجلیل بلگرامی نَوَّرَ اللهُ مَرْقَدَهٗ اقامت ورزید- و درین مدت احیانا بجانب گجرات شاه دولاو کشمیر و مکانهای دیگر بطریق سیر برخاست- و در هر نوبت بفرصت قلیل معاودت فرمود و قریب هفتاد سال بر مسند تدریس باحیاء علوم پرداخت- و عالم عالم طلبه را از حضیض شاگردی به اوج استادی رسانید- از انجمله ما دو برادریم یعنی فقیر و میر محمد یوسف که ذکرش می آید-

رحلتِ والا در بلگرام ببیست وچهارم ذی الحجه سنه احدی وخمسین و مائته و الف (۱۱۵۱) واقع شد و بروفق وصیت در "باغ محمود" متصل مرقد علامهٔ مرحوم میر عبد الجلیل نَوَّرَ اللهُ مَضْجِعَهٗ- جانب شرق مدفون گردید- مؤلف اوراق گوید ؎

افسوس که آفتابِ معنی — از حلقهٔ آسمان برون رفت

تاریخ وصال او خرد گفت — علامهٔ ازجهان برون رفت

(۵۱ / ۱۱۰۰)

احیاناً بنا بر تشحیذ طبع به ترتیب نظم می پرداخت- و فرق شعر را بر شعریٰ می افراخت این رباعی نتیجهٔ فکر عالی است ؎

گر بو الهوسی نیاز ظاهر آموخت — کی آتشِ سوز دل تواند افروخت

چون صورتِ پروانهٔ فانوس خیال — گرد سرِ شمع گشت و یک ذره نسوخت

(۱۱۹) واسطی میر عبد الجلیل حسینی واسطی بلگرامی نور اللہ ضریحہ

عندلیب ناطقہ در چمن نخستین زمزمۂ مناقب والا سنجیدہ۔ و گوش ارباب ہوش را شگفتگی یکچمن گل بخشیدہ۔

اینجا ہم بتحریر فصلی از احوال میمنت اشتمال مے پردازد۔ و پیشانی صفحہ را بانوار قدسیہ منور می سازد۔

× × × × × × × × × × × × ×

× × × × ÷

آنجناب باتفاق جمہور از خواص اتقیا و اجلۂ علماء عالی مقدار است۔ و در تقدس ذات و جلائل صفات یگانۂ روزگار۔ و از عنایات ایزد کامیاب دولت نشأتین بود۔ و بہ منطوق آیہ فیض پیرایہ وَاٰتَیْنَاہُ فِی الدُّنْیَا حَسَنَۃً وَّاِنَّہٗ فِی الْاٰخِرَۃِ لَمِنَ الصّٰلِحِیْنَ از جمعیت صوری و معنوی حظی وافر داشت۔

و از مناقب والا اینکہ بیمن طالع بیدار شاہ ولایت کَرَّمَ اللّٰہُ وَجْہَہٗ را در خواب مے بیند و دستِ بیعت می دہد و در قصیدۂ منقبت زبان بادای شکر می کشاید کہ ؎

دین پناہا تفضل آگاہا — دلِ پاکِ تو شمعِ عرفان است
کردہ ام بیعتِ تو در رویا — این سعادت ز فضل رحمن است
دستم آخر گرفتۂ بکرم — می شناسم کہ این چہ احسان است
من و این رتبہ از کجا لیکن — مور پروردۂ سلیمان است

کتب اوائل از بعض علماء بلگرام و قصبات پورب اخذ نمود۔ و در حلقۂ درس شیخ غلام نقشبند لکنوی قدس سرہٗ سر رشتۂ تحصیل بانتہا رسانید۔ و علم حدیث

از خدمت میر سید مبارک محدث بلگرامی کہ از تلامذۂ خاص شیخ نور الحق خلف الصدق شیخ عبد الحق دہلوی است سند نمود۔ و در جمیع علوم منقول و معقول خصوص تفسیر و حدیث و لغت و فنون عربیت و تاریخ و موسیقی اقتداری عظیم بہم رسانید۔ و حافظۂ شرف مرتبۂ بود کہ قاموس اللغۃ از اول تا آخر از بر داشت

ملاقات آنجناب با سید علی معصوم مدتی در اورنگ آباد دکن اتفاق اُفتاد سید علی می گفت:۔ "من در تمام عمر خود جامع غرائب علوم مثل میر عبد الجلیل ندیدم" و شیخ غلام نقشبند لکنوی ہمیشہ تعریف و توصیف مے نمود۔

آنجناب در سنہ اربع و مأتہ و الف (۱۱۰۴) بہ دکن شتافت۔ و عنقریب عطف عنان نمود۔ و کرت ثانی در سنہ احدی عشر و مأتہ و الف (۱۱۱۱) بہ ارادۂ تلاش معاش جادۂ مسافت دکن پیمود و بعد از طی مراحل در اسلام پور (عرف برہما پوری) از توابع بیجاپور اردوی خلد مکان را دریافت۔ میرزا یار علی بیگ سوانح نگار حضور پادشاہی لوازم قدر شناسی بجا آورد۔ و بملازمت سلطان رسانید۔ پادشاہ بمنصبی شایستہ و جاگیر جیّد از محال سائی پور قریب بلگرام و خدمت بخشیگری و وقائع نگاری گجرات شاہ دولا۔ قرین عنایت ساخت۔ آنجناب در تاریخ خدمت انشا می کند ؎

مرا از جنابِ خلافت عطا شد	ز روی کرم خدمتِ عیش افزا
خرد گفت تاریخ تفویض خدمت	وقائع نگاریِ گجراتِ زیبا

بعد حصول خدمت از دکن محمل سفر بخطۂ بلگرام بربست و از انجا متوجہ گجرات شد و غرۂ ربیع الاول سنہ ثلث عشر و مأتہ و الف (۱۱۱۳) گجرات را مورد برکات ساخت۔ و قریب چہار سال ہر دو خدمت را بہ دیانت و استقلال تمام سرانجام داد

و در سنه ست عشر و مائة و الف (۱۱۱۶) عزل در میان آمد- آنجناب در ماه جمادی الاولی سال مذکور بمحروسهٔ بلگرام تشریف آورد-

میرزا یار علی بیگ غائبانه نقش قدردانی زد و هم دران سال خدمت بخشیگری و وقائع نگاری و سوانح نویسی سرکار بهکر و سرکار سیوستان از جناب خلد مکان برای ایشان گرفت و سند حاصل کرده همراه قاصد اجیر روانه بلگرام ساخت آنجناب بعد وصول این بشارت سمند عزم جانب ملک سنده بخرامش در آورد و بیست و چهارم رجب سنه سبعه عشر و مائة و الف (۱۱۱۷) سواد بهکر را ازپرتو قدوم برافروخت- و سالها خدمات را به دیانت و امانت پرداخت

و بعد رحلت خلد مکان چون قدر و منزلت آنجناب نقش خاطر شاهزادها و جمیع ارکان سلطنت بود در طبقات لاحقه بی آنکه از بهکر حرکت کند ارکان سریر خلافت در هر عصر سند استقلال خدمت روانه ساختند تا آنکه در عهد محمد فرخ سیر پادشاه از نیرنگیهای قدرت الهی در پرگنهٔ جنوبی از اعمال بهکر ریزهای نبات بقدر ژالهٔ خورد از ابر بارید- و به نزول این حلاوه غیبی کام و زبان عالمے شیرین گردید آنجناب درین سانحهٔ غریب رباعی انشا کرده در فرد وقائع معروض بارگاه خلافت داشت که ؎

فرخ سیر آن شهنشه با برکات — چرخ از ادب او شده شیرین حرکات
در سند زمین عهد عشرت مهدش — بارید سحاب ریزهٔ قند و نبات

میر جمله سمرقندی که دران زمان راتق و فاتق مهمات سلطنت بود و سوانح حضور معلی بلو تعلق داشت- و آخر صدر الصدور جمیع ممالک هندوستان شد- بمجرد ملاحظه فرد وقائع بی آنکه حکم به تحقیق کند حمل بر خلاف واقع نموده در اوائل سنه ست و عشرین و مائة و الف (۱۱۲۶) معزول ساخت- آن جناب در همین سال از بهکر

جانب دار الخلافہ شاہجہان آباد حرکت کرد و خدمات بوساطت امیر الامرا سید حسین علی خان بحال ساخت۔ و شیخ محمد رضا بھکری را نیابت مقرر فرمود و در سنہ اثنتین و ثلثین و مأتہ و الف (۱۱۳۲) بعد شانزدہ سال بلگرام را از مقدم گرامی مستسعد ساخت و یک سال توقف کردہ بہ دار الخلافہ شاہجہان آباد تشریف بُرد۔

ولادت باسعادت سیزدہم شوال سنہ احدی و سبعین و الف (۱۰۷۱) است و انتقال شب شنبہ بیست و سیوم شہر ربیع الآخر سنہ ثمان و ثلثین و مأتہ و الف (۱۱۳۸) در شاہجہان آباد واقع شد۔ نعش مبارک حسب الوصیۃ بدار السلام بلگرام نقل کردہ روز جمعہ اول وقت عصر ششم جمادی الاولی سال مذکور در قدم والد بزرگوار ایشان سید احمد مرحوم دفن ساختند۔

راقم الحروف کریمہ لِلَّذِیْنَ اَحْسَنُوا الْحُسْنٰی وَزِیَادَۃٌ (۱۱۳۸) تاریخ یافتہ در تفسیر بیضاوی گوید:۔ اَلْحُسْنٰی اَلْجَنَّۃُ وَالزِّیَادَۃُ ھُوَ اللِّقَآءُ" و نیز دائرۂ تاریخی بہ پرکار فکر کشیدہ و تواریخ لاتعد و لاتحصی بمرکز نشاندہ۔

دائرہ این است۔



طریق استخراج تاریخ ازین دائرہ این است کہ از خانہاے چہاردہ گانہ ہر خانہ را کہ خواہند مبدء قرار دہند۔ و بہر عددی کہ بخاطر برسد شمار نمایند سوای واحد و چہاردہ و اضعافش و اول با آخرین۔ و بہر خانہ کہ شمار تمام شود عددش بگیرند۔ پس عددی کہ بدان شمار مقرر شدہ اگر فرد باشد باز خانہ منتہی را مبدء گردانیدہ تعداد نمایند مَرَّۃً بَعْدَ اُخْریٰ وَ دَوْرَۃً فَدَوْرَۃً تا آنکہ منتہی مبدء اصل گردد۔ اکنون مقدار عددش بگیرند کہ مجموع اعداد حاصلہ تاریخ شود۔ و اگر زوج باشد خانۂ مابعد منتہی را مبدء گردانند۔ وہمین نمط شمار منجر شود تا آنکہ منتہی خانہ ماقبل مبدء اصل گردد۔ پس بدستور مجموع اعداد حاصلہ تاریخ شود۔

مخفی نماند کہ مراد از اضعاف در اعداد مستثنے مثلین و سہ مثل فصاعداً باشد۔ واطلاق ضعف از روی لغت بر سہ مثل فصاعداً آمدہ است برخلاف مصطلح علماء حساب فِی الْقَامُوْسِ :۔ اَلضِّعْفُ بِالْکَسْرِ الْمِثْلُ اِلٰی مَا زَادَ یُقَالُ لَکَ ضِعْفُہٗ یُرِیْدُوْنَ مِثْلَیْہِ وَ ثَلٰثَۃَ اَمْثَالِہٖ لِاَنَّہٗ زِیَادَۃٌ غَیْرُ مَخْصُوْصَۃٍ“

حالا خامۂ زبان آور فضائلی کہ تعلق بموزونی طبع اقدس دارد بیان می نماید۔ و لذت جویان معانی را حظوظ روحانی می افزاید۔

میر محمد مراد متخلص بہ لائق جونپوری کہ در عنفوان جوانی بشوق ملاقات میرزا صائب پیادہ از ہند بہ صفاہان رفت۔ و روزگارے بخدمت میرزا بسر بُردہ بہ ہند برگشت۔ و از پیشگاہ خلد مکان مدتی بہ سوانح نگاری دار السلطنت لاہور سرافرازی داشت با علامۂ مرحوم بسیار مرتبط بود و باشارۂ ایشان خمسہ در سلک نظم کشید۔ چہار کتاب از خمسۂ او بنظر راقم الحروف رسیدہ۔ در خاتمہ مثنوی مقابل ”مخزن اسرار“ تصریح بتکلیف علامۂ مرحوم می کند و زبان بہ ستایش والا می کشاید کہ ؎

راقم این نامۂ معنی سواد محو سخن بندہ محمد مراد

بود شبی انجمن آرای فکر — داشت سری گرم ز سودای فکر
یافته از قید تعلق خلاص — خامه بکف منتظرِ فیض خاص
از درم القصه درآمد درون — اہل سخن را به سخن رہنمون
نشئهٔ سرجوش خمستانِ ہوش — از پی تحقیق سخن چشم و گوش
صورت از وگشته بمعنی دلیل — سید علامهٔ عبد الجلیل
کرده بموزونی طبع سلیم — طالبِ خویشم چو کلام کلیم
می دہد از لفظ بمعنی پیام — زود تر از نکہت گل بامشام
می برد از طرز بمطلب سراغ — گرم تر از نشئهٔ می با دماغ
دید که فکرِ سخنم پیشه است — دل گروِ صورت اندیشه است
گفت سخن ساده و پرکار به — تاب کشِ سُبحه و زُنّار به
بس بود از بہر سخنور گوا — معنیِ بیگانهٔ لفظ آشنا
گفتنِ او فکر مرا تازه کرد — روی سخن را به نفس غازه کرد
شد ز پری خانهٔ دل جلوه گر — خیل معانی ز پیِ یکدگر
جرعه کشِ بزم اویسی شدم — پنجهٔ در خمسه نویسی شدم
خامه بتحریر گرو ساختم — نقش دلاویز به پرداختم
از مددِ باطنِ گنجوی — طرز سخن یافت ز فکرم نوی

وناظم خان فارغائی قمی - در مدح سامی گفته وگوہر حق سفته ؎

چو توئی کجاست شاہے بقلمروِ معانی — بتو ہیچکس نماند تو به ہیچکس نمانی

قیمت شناسان لآلی فصاحت می دانند که نادر یتیم سخن منظور نظر معنی پرور گردیده بی سخن تا صدف آسمان برخود بالیده. شعر گفتن آنجناب تقریبی بود. مدتہا می گذشت که مصراعی موزون نمی کرد. وہرگاه تقریبی رو می داد پری زادان معانی را باندک توجّہ

تسخیر می نمود- طبع معنی آفرین، ہمین معنی دارد- و برہانی روشن تر ازین بر علو قدرت و سمو فطرت نمی باشد- و در اصل توجہ فکر عالی جانب شعر محض برای تفنن طبع و استیفاء صنوف کمال بود- و الا شاعری را دون مرتبہ خود می شناخت- و درین باب جرسی می جنبانند ع

مقصودِ من تفننِ طبع است از سخن ورنہ سزای رتبۂ من نیست شاعری

آنجناب از ہفوات شاعری بسیار احتراز داشت و فرزندان و تلامذہ را سخت تاکید می کرد کہ زبان را از ہفوات محفوظ دارند- سیما نسبت بہ انبیا صَلَوٰاتُ اللّٰہِ وَسَلَامُہٗ عَلَیْہِمْ اَجْمَعِیْنَ مثل ترجیح معشوق مجازی بر یوسف وطعن عاشق بر صبر ایوب عَلَیْہِمَا السَّلَامُ دہر جا ہفوتی از شاعری بنظر می آمد- آیۂ خاتمۂ سورۂ شعرا بر زبان می آورد کہ سَیَعْلَمُ الَّذِیْنَ ظَلَمُوْٓا اَیَّ مُنْقَلَبٍ یَّنْقَلِبُوْنَ-

و فقیر التزام کردہ ام کہ درین صحیفہ ہفوات شاعری بر زبانِ قلم نیاید- و کام و زبان از تلوث آن محفوظ ماند آنجناب در ابتدا "طرازی" و بعدہ بنا بر آنکہ سید واسطی الاصل است "واسطی" تخلص می کرد- اما اکثر اسم شریف خود می آورد-

و در زبان عربی و فارسی و ترکی و ہندی داد فصاحت می داد- غزل کم گفتہ و از دیگر اقسام سخن جواہر آبدار بہ الماس اندیشہ سفتہ- و لاشک سلیقہ صاحب طبعان مختلف اُفتادہ شخصی واحد را مشاہدہ می کنیم کہ بسر انجام نوعی از شعر خوب می پردازد و در نوع دیگر با مقابل سپر می اندازد-

عرفی شیرازی قصیدہ را بپایۂ اعلیٰ رساند اما غیر قصیدہ را طرزے کہ باید بر کرسی نہ نشاند-

میرزا صائب در غزل داد سحر آفرینی دادہ اما در غیر غزل قدم پیش ننہادہ اینجا کمال قدرت الٰہی تماشا باید کرد و بکمال عجز خود اعتراف باید نمود کہ این کس ہیچ ندارد و

انچه بردل وارد می سازند برزبان می آرد۔

ملاقات میر عبد الجلیل مرحوم با ناصر علی در اورنگ آباد دکن واقع شد۔ خود بافقیر نقل کرد که صحبت خوب برآمد۔ مردم دیگر را جواب داد۔ و از اول روز تا نیم شب جلسه اتفاق افتاد۔ درآن ایام ناصر علی قصیدهٔ لامیه تازه گفته بود۔ تشبیب آن در وصف گرماست و گریز به نعت سرور انبیا صلی اللہ علیہ وسلم مطلعش این است ؎

گداخت بسکه هوای تموز مغز خیال　　شرر زسنگ برآید بصورت تبخال

تمام قصیده برخواند و استفسار کرد که بیتی خوش آمد۔ گفتم تمام قصیده خوب است باز بجد شد که اگر بیتی پسند افتاده باشد نشان باید داد۔ گفتم یک بیت۔ بمجرد استماع این کلمه تغیری در چهره ظاهر شد۔ دریافتم۔ گفتم این همه جواهر ریزه هاست و در مرتبهٔ جوهر همه مساوی۔ اما گاه می شود که آبداری یکی ممتاز می افتد۔ ازین حرف رنگ اصلی بحال آمد۔ و پرسید که کدام بیت خوش آمد۔ گفتم این بیت ؎

زبسکه نم بزمین نارسیده مے سوزد　　چو شمع بر سر شاخ است ریشهای نهال

ناصر علی تحسین کرد که فی الواقع من هم این بیت را از سائر ابیات ممتاز می دانم۔

و نیز می فرمود که در دو بیت ناصر علی دخل کردم یک بیت از یاد راقم الحروف رفت و بیت دیگر این است که در مثنوی در مدح خلد مکان می گوید ؎

محی الدین محمد زیب اورنگ　　فضای شش جهت بر شوخیش تنگ

میر عبد الجلیل فرمود که لقب پادشاه محی الدین است بی تشدید یا از باب افعال۔ ناصر علی اعتراف نمود

باز میر فرمود که درہمین مثنوی جاے در مدح اسپ گفته اید که ؎

بفکرِ لامکان سیرش هم آهنگ　　فضای نه فلک بر شوخیش تنگ

مدح پادشاه و مدح اسپ بریک وتیره واقع شده وشوخی نسبت به پادشاه ملایمت ندارد۔ ناصر علی بیت را از مثنوی بر آورد۔ و در اکثر نسخها نیست اما دریک نسخهٔ کهنه بیت مذکور بعینه بنظر راقم الحروف رسیده۔ و در نسخهٔ دیگر بتغیر مصراع چنین دیده شد؎

شهنشاهِ جهانِ هوش و فرهنگ   محی الدین محمد زیب اورنگ

میر عبد الجلیل را غلامی بود که در سفر دکن خدمتها کرده و شرائط وفا بجا آورد۔ هنگامی که در لشکر خلد مکان وبا اُفتاد۔ وعالمی بتاراج فنا رفت۔ پیمانهٔ او هم لبریز گردید۔ میر در مرثیهٔ او مثنوی پرسوزی بنظم آورده و با ناصر علی ذکر مثنوی مسطور در میان آمده مطلعش این است؎

بیا ای خامهٔ ماتم روایت   پریشان ساز گیسوی حکایت

ناصر علی بسیار محظوظ شد و نسخهٔ استدعا نمود۔ آنجناب نسخه ارسال نمود۔ ناصر علی در جواب این بیت بدیهه بر شقهٔ کاغذ زرافشان نوشته فرستاد۔ و راقم الحروف آن را مشاهده کرد؎

ندانم تا چها از دستِ ایوب تو می آید   که بوی خونِ مظلومان ز مکتوبِ تو می آید

شخصی مصراعی از بیت میرزا بیدل در مجلسی خواند که ع

"روزِ سوار شب کند اسپ چراغ پا"

و گفت کسی نے تواند که پیش مصرع بهم رساند۔ علامهٔ مرحوم فی البدیه انشا کرد؎

غرّه مشو که ابلقِ ایام رام تست   روزِ سوار شب کند اسپ چراغ پا

ازان شخص بے اختیار آفرین سرزد و گفت حق این است که مصرع شریف به از پیش مصراع میرزا واقع شده۔ میرزا چنین گفته است؎

با طبع سرکش این همه رنج وفا مبر   روز سوار شب کند اسپ چراغ پا

مهارت آنجناب در فن عروض عربی و فارسی بمرتبه نهایت بود۔ میر نور الله احراری

در شرح قول شیخ سعدی کہ ؎

وَاِنْ سَلِمَ الْاِنْسَانُ مِنْ سُوْءِ نَفْسِہٖ   فَمِنْ سُوْءِ ظَنِّ الْمُدَّعِیْ لَیْسَ یَسْلَمٗ

نوشتہ کہ لَا یَسْلَمُ فصیح تر از لَیْسَ یَسْلَمُ می نماید چہ در نسخۂ لیس مصرع زیادہ میشود انتہی

آنجناب برین قول حاشیہ تحریر نمودہ۔ در ینجا کلام شریف بجنسہ نقل کردہ می شود:۔

"مخفی نماند کہ این بیت بروزن دوم از ان اوزان ثلثہ بحر طویل است کہ عروض وضرب آن مقبوض

"می آید وتقطیع مصراع ثانی کہ مناط گفتگوست وموزون بہ آن فعولن مفاعیلن فعولن مفاعلن باشد چنین

"است فمن سو فعولن۔ ءظن نلمد مفاعیلن دعی لی فعولن سَ یسلمو مفاعلن۔ وچون تقطیع

"مذکور معلوم گردید ظاہر شد کہ واجب ومتعین است کہ نسخہ لیس یسلم باشد نہ لا یسلم چنانچہ

"میر گمان بردہ۔ چہ حرف لام ویا از حرف لیس در تقطیع بالفظ دعی مرکب شدہ بروزن فعولن خواہد

"شد وسین کلمہ لیس بالفظ یسلم منضم گشتہ بروزن مفاعلن خواہد گردید کہ ضرب مقبوض است۔

"ودر صورتیکہ نسخہ لا یسلم بقول میر اعتبار نمایند لفظ لا بالفظ دعی مرکب شدہ فعولن خواہد شد

"ویسلم بروزن فاعلن خواہد ماند۔ وفاعلن در ضرب بحر طویل نمی آید چنانچہ بر متتبع عروض بیدا

"ست چہ ضرب بحر طویل تام ہے باشد یا مقبوض یا محذوف۔ وفاعلن ازین ہر سہ قسم خارج است

"پس آنچہ میر نوشتہ کہ از نسخہ لیس مصرع زیادہ می شود موافق میزان طبع میر است نہ موافق میزان

"عروض طرفہ آنکہ مصراع در صورتیکہ لا یسلم باشد کم می شود۔

"وچہ مناسب این مقام است بیتی کہ خلیل بن احمد واضع فن عروض در مثال وزن دوم بحر

"طویل آوردہ ؎

"سَتُبْدِیْ لَکَ الْاَیَّامُ مَا کُنْتَ جَاہِلًا   وَیَاْتِیْکَ بِالْاَخْبَارِ مَنْ لَّمْ تُزَوِّدٖ[1]

"وعبارت میر کہ لا یسلم فصیح تر از لیس یسلم می نماید چہ در نسخۂ لیس مصراع زیادہ می شود انتہی

"محل تامل است زیرا کہ منطوق عبارت دلالت دارد برین کہ زیادت مصراع منافی فصاحت است

[1] سبعہ معلقہ

"ووزن عروضی را وجوداً وعدماً در فصاحت وعدم آن دخلی هست وحال آنکه هیچ یکی از علماء معانی
"این معنی را در فصاحت کلمه وکلام وعدم آن اعتبار نکرده - بر فرض تنزل مقتضای عبارت میر
"آنست که بر تقدیر زیادت فصاحت مرتفع نمی گردد وحال آنکه لفظ فصیح تر که برای تفضیل است
"دال است برین که نسخهٔ لیس یسلبہ ہم فصیح است پس فصاحت این نسخه باز یادت وزن
"باعتقاد میر چه قسم جمع می تواند شد اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ ھَفَوَاتِیْ وَاعْفُ عَنْ زَلَّاتِیْ
"اِنْتَھیٰ کَلَامُہٗ

از عہد خلد مکان تا عصر محمد شاہ پادشاہ جمیع امراء عظام اعزاز و اکرام میر بجا می آوردند و نشئہ صحبت والا بودند سیما امیر الامرا سید حسین علی خان که با ایشان الفتی خاص داشت - و اکثر در مجالس خود بر ملا می گفت که میر عبد الجلیل درین عصر نظیر ندارند و لوازم احترام فوق الحد تبقدیم می رساند لہذا آنجناب از تہ دل بمدحت او پرداخته و نام او را زندۂ جاوید ساخته

و آنجناب با امیر خسرو علیه الرحمہ تشابہ تمام دارد - وخود در مثنوی می فرماید ؎

اگرچہ میر خسرو بود استاد — ندارد چرخ چون او دیگری یاد
بفکر دور دو پرواز دارد — نبی نبود ولی اعجاز دارد
در انواع سخن شور جهان است — بقدرت خسرو صاحبقران است
ولی من هم ازین گلدستهٔ نو — درین عصرم بجای میر خسرو
کمال از هر نمط دلخواه دارم — امید تربیت از شاه دارم

تشابہ ایشان با امیر خسرو ہم از راہ جامعیت علم و عمل و ہم از جہت مصاحبت ارباب دول - چه امیر خسرو از آغاز تا انجام با سلاطین دہلی بسر برد و ہفت پادشاہ را خدمت کرد - طرفه آنکه علامۂ مرحوم ہم بلوازم خدمت ہفت پادشاہ دہلی از سلاطین تیموریه پرداخت یعنی خلد مکان عالمگیر و شاہ عالم و محمد معز الدین (جہاندار شاہ)

و محمد فرخ سیر و رفیع الدرجات و شاہجہان ثانی و محمد شاہ رحمہم اللہ تعالی اما رفیع الدرجات و شاہجہان (ثانی) ایام معدودی بر سریر فرمان روائی نشستند واز غارت گر اجل فرصت نیافتند۔ قصیدۂ میمیۂ میر کہ عنقریب می آید بنام شاہجہان ثانی است

اشعار میر اگرچہ در مدائح واقع شدہ اما مدۃ العمر صلۂ شعرا ز احدی نگرفت الا یکبار وقتیکہ این رباعی از نظر سلطان اورنگ زیب خلد مکان گزرانید ؎

کسری کہ بعدل بود عالم پرور ۔۔۔ بی جرم آویخت پای زنجیر ز در
ذاتت زکمال عدل تجویز نکرد ۔۔۔ آدیختن سلسلۂ درہم در کشور

سلطان چہار خریطہ از طلای مسکوک دکن کہ آن را ہون نامند بدست شہزادہ کام بخش داد۔ شاہزادہ بدست مخلص خان میر بخشی داد۔ مخلص خان بہ میر رسانید۔ و این یکبار صلہ گرفتن میر در تمام عمر غالباً برای استکمال تشابہ با امیر باشد چہ امیر خسرو صلات از سلاطین و امرا قبول می فرمود چنانچہ از تتبع تصانیف امیر واضح مے شود

سلطان قطب الدین بن سلطان علاء الدین خلجی جائزہ کتاب "نہ سپہر" زر برابر وزن جثہ فیل تسلیم نمود۔ امیر در ان کتاب تصریح مے نماید و از زبان سلطان قطب الدین می فرماید ؎

بتاریخ ہیچون من اسکندری ۔۔۔ کند ہر کہ آرایش دفتری
زگنج گرانمایۂ بے شمار ۔۔۔ دہم بار پیلش نہ آن پیلبار
مرا خود درین رہ پدر شد دلیل ۔۔۔ کہ می داد زر ہم ترازوی فیل
شناسد کسی کش خرد رہنمون ۔۔۔ کہ از پیلبار است وزنش فزون
چو میراث شد پیل زر دادنم ۔۔۔ نہ زیباست زین سہل تر دادنم
شہا گنج بخشا کرم گسترا ۔۔۔ معانی شناسا سخن داورا

مرا عمر کز شصت بالا گذشت   همه پیش شاهان والا گذشت
بسی بندگی کردم از عون بخت   کمر بسته در خدمت چار تخت
زشاهان کسی کا دلم کرد یاد   معزالدنا بود شه کیقباد
ازان پس زفیروزه چرخ بلند   شدم پیش فیروزشاه ارجمند
ازان پس که درشه ستائی شدم   تونگر ز گنج علائی شدم
شد اکنون که اقبال همدم مرا   نوازنده شد قطب عالم مرا
چنین بخششی کز توجم یافتم   در ایام پیشینه کم یافتم
کنون لابد از سحر سنج زمن   باندازهٔ بخشش آید سخن
جرائد کزین پیش برداختم   چو این نامهٔ خاص کم ساختم

مخفی نماند که مراد از معزالدنا معزالدنیا است برای ضرورت شعر دنا درآورد و آن جمع دنیاست ومراد از فیروزشاه سلطان جلال الدین خلجی باشد چه نام اصلی او فیروز است

اکنون سلسلهٔ مطلب اصلی می جنبانم۔ در عنفوان شباب "امواج الخیال" نام مثنوی در تعریف دارالسلام بلگرام فرموده۔ و درین مثنوی اکثر قواعد موسیقی هندی ضبط نموده باثبات برخی ازان مثنوی روی اوراق رامزلف مے سازم ؎

آب و گل من که فیض عام است   از خطهٔ پاک بلگرام است
سبحان الله چه بلگرامی   کوثر می و آفتاب جامی
خاکش گل نوبهار عشق است   آبش نی بی خمار عشق است
از عشق سرشته ایزد پاک   از روز ازل خمیر این خاک
هر لاله کزین دیار روید   تخم دل داغدار روید
هر گل که دمیده است زین خاک   خونین جگریست پیرهن چاک

نرگس نبود بصحن گلزار ‏ منصور برآمداست بردار
گل یا سنبل بهم دران خاک ‏ آویخته بسملی بفتراک
خورشید ازان بهار نیرنگ ‏ پژمرده گلیست باخته رنگ
سنبل بچمن بود بصد ناز ‏ زنگی بچهٔ کمند انداز
از فیض هوای آن گلستان ‏ سرسبز شود نفس چو ریحان
زآتشکده سبزه می زند جوش ‏ همچون خطِ یار از بنا گوش
تا شد چمنش پدیده محسوس ‏ شد پردهٔ چشم بال طاؤس
تابستانش که عیش باراست ‏ چون گرمیِ عشق سازگاراست
گرمیِ آنجاست مایهٔ زیست ‏ گوئی که حرارتِ غریزیست
سرما چه دران مقام آید ‏ عنقای هوا بدام آید
هردود که از جگر کند گل ‏ افسرده شود چو شاخِ سنبل
چون موسم برشکال آید ‏ حُسنش بحدِ کمال آید
جولانِ سحاب شوخ طناز ‏ چون خیلِ پری بود به پرواز
درویش هوا لبسی نفس سوخت ‏ تا خرقه رقعه رقعهٔ دوخت
وز نشئهٔ ذکر جهر شد مست ‏ تسبیح هزار دانه در دست
شاهنشهِ یکه تاز برسات ‏ ساغرکشِ نشئهٔ مباهات
نقّاره نواز حشمت خویش ‏ مشکین علم سحاب در پیش
از برق نموده تیغ خون ریز ‏ وز ابر سیه سپر دلاویز
ترکش ز نقاطر بهارین ‏ وز قوس قزح کمانِ رنگین
تا روی زمین بدست آرد ‏ بر فوج خزان شکست آرد
باریدنِ ریزه ریزه باران ‏ کرده ورق نشاط افشان

نقشی است ازین بهار مرغوب — ظلّ ممدود ماء مسکوب
هر سو صنمی کرشمه پرداز — از نوکِ نگه جگر رفو ساز
تا پای کشان کمند کاکل — سرمست نگاه پر تغافل
تا در تتقِ حیا نشسته — حق از مژه بر نگاه بسته
صفهای مژه بتر کتازی — مشغول نبرد نیزه بازی
قدی و نهال جلوه نوخیز — حسنے و بہار غمزه گل ریز
از چینِ جبینِ ناز نخجیر — در پای نگاه بسته زنجیر
از واشدنِ گل تبسّم — در خونِ شفق طپیده انجم
از سینهٔ شان که خوش بهار است — پیشانیِ صبح داغدار است

دیگر مثنوی گفته در جشن طوی محمد فرخ سیر پادشاه با دُختر راجه اجیت سنگه راتهور که در سنه سبع وعشرین ومائه والف (۱۱۲۷) واقع شد- جولان فکر عالی ازین مثنوی هویدا است خصوص در مقامی که اسماء پردهای هندی در ضمن الفاظ فارسی آورده- و بے تصنع سحر حلال بکار برده- این چند بیت از ان مقام است ؎

چو صیدِ دل نماید حُسن آهنگ — پرداز چهرهٔ هر پانه سارنگ
در آن محفل کجا بر گوش می زد — نوای کان نه راه هوش می زد
اگر شاپور با خسرو بخاک اند — پیِ این نغمه از حسرت هلاک اند
مغنی بر نواز آنسان و تر زد — که از بربط بهار عیش سر زد
شگفتنهای دل در دست تار است — که آن را نغمهٔ گل دیس کار است
نوای نغمه گرم دلبری بود — بنظم گوهری پیکو جری بود
شگفتن آنچنان سر می زد از تا — که کردے سینها را صحن گلزار
اگرچه زهره دارد خوش نوائی — بدانی حال او این سوگرائی

شل این نغمہ را دانش بنی زد | بر و صد چوب کاو الله نی زد
زبس مدہوش شد زین نغمہ شیاّ | ندارد از آکہ یارای رفتار
نوا گوید قوامم ساحری ام | پی تقویم چون من پت جری ام
نوای نغمہ بود از نقصہا پاک | نباشد در نگار جور دلیس آک
چنان در نغمہ باشد دل پذیری | کز افسون ترنم دیو گیری
لب ہر ساز این معنی ادا کرد | کہ جشن شاہ کام ما روا کرد
بہ الفت ہمدگر را دادہ یاری | نوا و ساز از صحبت براری
چنان از نغمہ دل بر بیغمی زد | کہ بی اہمال کوس خرمی زد
کسی کو زین ترنم قوت جان کرد | زشادی پیک نیاز مطربان کرد
باستیفاء لذّاست ترانہ | ترا کافی ست این جشن شہانہ
جہان شد زندہ ز آہنگ تبیرہ | کزو برخاست موج جان وتیرہ
چو منقار از می آن جشن تر کرد | رہ احسن گرا بر نغمہ سر کرد
اگر دہلی نماید فخر شاید | نوای زین بہ آگرہ کی سراید
بود در گلشن گل ریز ہر لب | سرود نخار کن بایت در آن شب

حواشی ابیات

وتر بفتحتین تار ساز دبیس بکسر دال مہملہ و یای مجہول بمعنی مانند پیگو (پیغو) نام ملکی است کہ جواہر آبدار را بدو نسبت دہند۔ اسدی گوید ع

"ز یاقوت سپید گہر پیگوئی"[۱]

الہ بفتحتین سرگشتہ شدن پت اہار کہ بر کاغذ و جامہ دہند و تقویم ازو حاصل آید

آک بالمد عیب پیک بفتح باء فارسی اسبابخانہ تبیرہ دہل و نقّارہ گرا بالفتح مرغ جاری

---

۱ فرہنگ رشیدی جلد اول صفحہ ۱۸۹ مطبوعہ کلکتہ۔

هر چند حباری مُرغ نواسنج نیست اما مقصود مبالغه است یعنی شادی نوعی عام شد که حباری هم از می این جشن منقار تر کرده در نواسنجی در آمد خارکن نام شخصی که نوای خارکن باو منسوب است بابت شب کننده مشتق از بیتوتت -

واسماء پردہای فارسی دوازده مقام و بیست و چهار شعبه و شش آوازه وسی لحن باربد نیز بیان کرده نوعی که بے ملاحظهٔ معنی اسمے معانی ابیات تمام است - چند بیت بر سبیل استشهاد آورده می شود ؎

دلت گر بر مقامِ عیش شیداست — زنارِ ساز راه راست پیداست
کند هر پرده از عشرت فزائی — چو معشوقِ مرقع دلربائی
باین لذّت چو زاهد آشنا شد — نمازِ پنج گاه از وی قضا شد
مغنی نغمهٔ چون باده انگیخت — بجامِ باده کحلِ اصفهان ریخت
بهارِ نغمه چون در دل رهی شد — نی از فیضِ نوا سرو سهی شد
زمطرب هر نوا دُرِّ ثمین است — بمعنی گنج باد آورد این است

وفائده آوردن اسماء نغمات هندی و فارسی به کیفیت معهود در خاتمهٔ داستان نغمه بیان می نماید و می فرماید ؎

جگر چون دانهٔ یاقوت سفتم — که نام پردها در پرده گفتم
که تا هر سامعی کز نارسائی — بموسیقی ندارد آشنائی
نگردد گر زحُسنِ صنعت آگاه — زحسنِ نظم گیرد حظّ دلخواه
مغل با راگ هندی آشنا نیست — بسحرِ فرس هندی راشنا نیست
اگر آن این و گر این آن نداند — بنظمِ من زمعنی در نماند
درین دریا شناسی ما به بیند — تلاش دست و پایِ ما به بیند

(ایضاً از ان مثنوی)

در وصف طائفهٔ رقاصان

گروهی از صباحت غازه بر رو | گروهی از ملاحت سبزهٔ جو
یکی از تابِ حُسنِ صندلی رنگ | صدایِ شوق افزودی به نیرنگ
یکی از فیض رنگِ زعفرانی | بهارِ دیده کردے ارغوانی
یکی بُردے ز رنگِ سرمئی هوش | بعشقِ ناله زن گفتے که خاموش
گره زن گشته هر شوخِ پری زاد | زکاکل بر دل و از نغمه برباد
رخی برهم زنِ هنگامهٔ گُل | نگاهی قبلهٔ کیفیتِ مُل
زموجِ جنبشِ ابروی ایشان | فتاده کشتیِ دلها به طوفان
به ابرو کرده جا دلهای عشاق | تو گوئی شیشها چیدند در طاق
ادای گردشِ چشمِ فسون ساز | بچرخ آورده دلهای نظر باز
بسویِ گردشِ چشم آرد آهنگ | تماشائی ببالِ گردشِ رنگ
نگه دزدِ دلِ هر مستمند است | زخطِ سرمه در دستش کمند است
بگردِ چشمِ مستِ سحر پرواز | نه پُر گردیده مژگانِ فسون ساز
که تا بسمل کند دلهای خسته | کرشمه آستین را برشکسته
بود کاکل باین معنی مُباهی | که رنگے نیست بالاے سیاهی
میانِ زلف لعل گوشواره | بهارِ عشق پیچان کن نظاره
کنارے مون لٹین مکتا سو کوندین | گھٹا ہے دامنی ہے اور بُوندین
زمروارید بینی گاه دیدن | چو قطره دل مهیایِ چکیدن
دران بینی نه مروارید و یاقوت | نگاهے عالمے را کرده مبهوت
سرشکِ قطرهٔ خونِ دلِ ماست | که سرگردانِ حُسنِ حیرت افزاست
دهن سرچشمهٔ گوهر فشانی | تبسم موجِ آبِ زندگانی

تبسم را ز برق آخر چه فرق است — که هر دندان بمعنی تخم برق است

مسی زیر لب و اطراف دندان — تو گوئی ظلمت است و آب حیوان

تبسم در مسی دارد بهارے — چو شمشیری که رخشد در غباری

ترنم از لب شان می کند گل — ز برگ گل شنو آهنگ بلبل

لب از رنگ لطافت چهره افروز — شفق کرد است گل از صبح نوروز

بگرداب زنخ مائل جهانی — چو بر چاهی هجوم کاروانی

چنان سیب از زنخ حسرت نورد است — که از فرط خجالت سرخ و زرد است

بود گوش از صفا بالای گردن — بلورین قیف بر مینای گردن

دو ترک چشم ساغر بر کف دست — چنان گشتند از صهبا سیه مست

که هر دو گوش نزد صاحب دید — دو ساغر از دو دست هر دو غلطید

گلوبندی زندی چون بر نظر زد — خطوط آفتاب از صبح سر زد

دو چشم و سینه را باهم بهاری است — چو بیماری که در پیشش اناری است

نمودے موج رنگ پان ز سینه — برنگ موج می از آبگینه

خم چوری بغایت دل پسند است — بصید هوشها چین کمند است

سیه چوری بود چون تار سنبل — که پیچیدند بر گلدستهٔ گل

ز انگشتان مپرس و خون بسمل — که ناخن می زند این حرف بر دل

در انگشتان نگین را نقش کار است — همانا اختر دنباله دار است

نگین در دست گرم دلبری بود — بهم کف الخضیب و مشتری بود

سرین کوهی نهان در جوش گلشن — دلیل آن کمر دانگاه دامن

نظرها در سرین مشغوف دیدار — چو مفلس در طلای دست افشار

نگارین پای زیب ساق دلجو — سهی سروی دمیده بر لب جو

قدم در رقص زان رو بیقرار است | که بر دلهای گرم او ر اگذار است
برنگِ شمع زانها قد کشیدن | برنگِ قطره از دلها چکیدن
کمر در پیچ و تاب رقص بیتاب | چو موئے کو فتند در جوش گرداب
بهنگام اشارت چشم و ابرو | کفِ دست و سرِ انگشتان و بازو
بنطق آیند در تصویرِ ایما | قیامت می نماید نُطقِ اعضا
زمین از رقص شان گلزار چین شد | هوا تا چرخ طاؤس آفرین شد

در صفت چراغان

شبی روشن تر از صبحِ سعادت | مصفا چون دلِ اہل عبادت
ہزاران شمع ہر سو جلوه گر شد | تجلی پرورِ نورِ نظر شُد
زده ہر شمع بر سر طرۀ زر | ز مروارید غلطان جامه در بر
درین شب شمعها را خوش ظهور است | سراسر بزم سر دستانِ نور است
صفِ فانوسها چون گنبدِ نور | بانواعِ تجلّی گشته معمور
ز ہر فانوس بیند چشم انصاف | دل نورانی از پیراهن صاف
به فانوسِ خیالی دیده مانوس | نظر در سیر رنگِ بال طاؤس
شعاعِ مشعلِ تابان دل افروز | برنگِ پرتوِ حُسنِ گلو سوز
چراغان صف زده چون شانۀ زر | که در ہم داشت شب زلفِ معنبر
چراغان جمله تن گشته دہانها | فتیله پای تا سر شد زبانها
دعا کردند بهرِ شاه چون من | که شمع سلطنت زو باد روشن

در صفت آتشبازی

ہوائی عزم سیرِ آسمان کرد | بهر جانب جریبِ زر روان کرد
پی تعلیم حرفِ روشنائی | فلک شد صفحۀ حرفِ ہوائی

زجوش نور مهتاب و ستاره — ہوا شد چرخ دیگر در نظاره
شجرہا از طلای صاف کردند — پرندِ شب مشجر باف کردند
زچرخی شد عیان برعام و برخاص — کہ خورشید اندراین شب گشتہ رقاص
چنان در دود طالع شد ستاره — کہ در گیسوی شاہدِ گوشواره
بنفشہ تختہای شعلہ افروز — سرِ شب را گرفتہ در بغل روز
نمودی روشنی از جام مہتاب — چو در بوتہ گداز نقرۂ ناب

در صفت سقایان

زسقایانِ گوہر پاش درگاه — گروہی پیشِ پیشِ موکبِ شاه
عرق ریز از جبینِ خوش تلاشی — برنگِ ابر گرم آب پاشی
قدم زن پای ہر یک برنگ ابر — دوالِ مشک ہر یک چون رگِ ابر
بگردراه مشکِ شان جدل داشت — کہ ہر یک موج دریا در بغل داشت
چو گرد از آب پاشی شست وشو یافت — زمین ہم زین عروسی آبرو یافت
بگیتی محو شد بر وجہ دلخواه — غبار از خاطر و گرد از سرِ راه

مخفی نماند کہ این مثنوی بموانع وقت از نظر پادشاه نگذشت وچون پادشاه عنقریب سریر آرای ملک جاودانی شد۔ آنجناب دل بہ تبییض مسودۂ مثنوی نداده متوجہ عالم قدس گردید۔ بعد رحلتِ ایشان محرر اوراق مسوده را از سواد بہ بیاض برد وابیات مشکل را حسب الطاقۃ حل کرده حواشی بقلم آورد۔ و درین محل چند بیت مشکل با حواشی در معرض تحریر می رسد کہ خالی از فوائد نیست۔

در مدح پادشاه ؎

وَاِنْ فَاقَ الْوَرٰی فِی الْجِنْسِ وَلْفَصْلِ — فَاِنَّ الدُّرَّ بَعْضُ الْقَطْرِ فِی الْاَصْلِ

ان شرطیہ است وجزاء آن محذوف ای فلا باس معنی چنین است کہ اگر فائق شد

پادشاہ خلق را در جنس و فصل ماہیت انسانی باک نیست پس بدرستیکہ مروارید بعضی از قطرہاست در اصل حال آنکہ فائق است از دیگر قطرہا۔

این بیت در تتبع ابی الطیب متنبی است کہ در مدح سیف الدولہ ممدوح خود گفتہ[۱]

وَاِنْ تَفُقِ الْاَنَامَ وَاَنْتَ فِیْهِمْ　　فَاِنَّ الْمِسْكَ بَعْضُ دَمِ الْغَزَالِ

خطاب بہ ممدوح است یعنی اگر فائق شدے خلق را حال آنکہ تو از ایشانی ہیں باک نیست زیراکہ مشک بعضی از خون غزال است حال آنکہ فائق است۔

بر وقت شناسان ہویداست کہ تشبیہ لاحق از سابق پاکیزہ واقع شد۔

ایضاً در مدح بادشاہ

مثل از دانش او گر کند گوش　　فلاطون از مُثُل سازد فراموش

مُثُل بضمتین جمع مثال۔ و مثل افلاطونی بچند معنی است۔ گاہی[۱] مراد می شود عالم مثال کہ متوسط است درمیان عالم غیب و عالم شہادت و گاہی[۲] مراد می شود صور علمیہ الٰہیہ کہ قائم بذوات خود اند نہ بذات خداوند تعالےٰ شانہ وگاہی[۳] مراد مے شود جواہر مجردہ کہ آن را ارباب انواع نامند یعنی از ہر نوع فردی است مجرد از مادہ ازلی و ابدی کہ افاضہ کمالات جمیع افراد آن نوع وابستۂ اوست۔ و آن رابلسان شرع ملک البحار و ملک الجبال وجز آن خوانند

این معانی از حاشیۂ میرزاہد بر امور عامہ شرح مواقف وکتب دیگر بقلم آمد۔

ایضاً در مدح پادشاہ

سپاہش چون عروضی وقت تصریع　　کند روشن بر اعدا حرف تقطیع

عروض بالفتح نام علم مشہور است عروضی منسوب بآن و تصریع در لغت افگندن

---

[۱] دیوان متنبی صفحہ ۲۰۷ مطبوعہ کلکتہ ۱۲۵۷ھ

ودر اصطلاح شعرا قافیه آوردن در مصرع اول از بیت یعنی مطلع ساختن و حرف تقطیع در اصطلاح عروضیان ده اند مجموع درین عبارت "لَمَعَتْ سُیُوْفُنَا" معنی آن درخشیدند شمشیرهای ما۔

در صفت فیلان

خط قرمز به پیشانی فیلان   اگر می دید خنساء سخندان

نمی کردی بشعر خویشتن فخر   بآن نار و علم دربارۂ صخر

تلمیح است بسوی بیت مشهور از قصیدۂ خنسا بفتح خاء معجمہ و نون و سین مہملہ یکی از مشاہیر نساء سخن طراز عرب کہ در مرثیۂ برادر خود صخر نامی گفتہ کہ ؎

وَاِنَّ صَخْراً لَتَأتَمُّ الْهُدَاۃُ بِهٖ   کَاَنَّهٗ عَلَمٌ فِیْ رَاْسِهٖ نَارٌ[1]

یعنی بدرستی کہ صخر ہر آئینہ اقتدا می کنند راہ نمایان باو۔ گویا صخر کوہی است کہ بر سر آتش داشتہ باشد۔ چہ کوہ کہ در راہنمونی ہویدا است خصوص در حالی کہ بالای آن آتش افروختہ باشند۔

و درینجا مراد آن ست کہ اگر خنسا خط سُرخ پیشانی فیل می دید بہ تشبیہ کوہ و آتش فخر نمی کرد۔

در صفت اسپان

چو گام شان بہ تندی آشنا شد   بہر گامی بنا برج العصا شد

عصا نام اسپ جذیمۃ الابرش پادشاہ یمن۔ گویند ہرگاہ جذیمہ در بلاد روم رفت و بہ دغا کشتہ شد قصیر کہ وزیر جذیمہ بود بر آن اسپ سوار شد۔ اسپ جلو ریز بر سر میل خود را رساند و در انجا بول کرد۔ و در ان موضع برجی بنا کردند و برج العصا نام گذاشتند[2] کذا فی المحاضرات للراغب الصفہانی۔

---

[1] کامل مبرد صفحہ ۷۵۶ مطبوعہ یورپ۔ [2] (ملاحظہ ہو صفحہ ۲۷۶)

ایضاً در صفت اسپان

وثوبِ شان تعجّب آفرین است — مثالِ طفرۂ نَظّام این است

طفرہ در لغت بمعنی برجستن و نظام بنون و تشدید ظاء معجمہ عالم معتزلی مشہور قائل مسئلہ طفرہ - و مراد نَظّام از طفرہ این است کہ متحرک مسافت را طی کند بروجہی کہ از مکانی بمکانی بجہد و مسافت میانہ را اصلا محاذی نگردد۔

معنی بیت آنکہ اسپان از بس سرعت برین روش مسافت طے می کنند و مثال طفرۂ نظام کہ محال است بوجود مے آرند۔

در سنہ احدی و ثلثین و مأتہ و الف (۱۱۳۱) **نیکوسیر بن محمّد اکبر بن خلد مکان** کہ در قلعہ آگرہ محبوس بود واقعہ طلبان او را برآوردہ بر تخت نشاندند - امیر الامرا سید **حسین علی خان** بالشکر جرّار از دہلی بہ آگرہ رسید و قلعہ را بعد محاصرہ مفتوح ساخت - **میر عبد الجلیل** قصیدۂ غرائی در تہنیت انشا کرد - نواب پنج ہزار روپیہ و اسپ و خلعت صلہ می داد - علامۂ مرحوم بر وفق ضابطۂ خود سر بقبول فرو دنیاورد قصیدہ این است ؎

مژدہ ای دوستان کہ در عالم — نقد شد نسیۂ بہار ارم
نونہالِ طرب ببار آمد — گل فشان گشت خاطرِ خرم
دل خوشی نشۂ رسا بخشید — بہ گل و سبزہ و بہار قسم
باغ از بس شگفتگی پر کرد — ساغرِ گل ز بادۂ شبنم
ابر دامن کشان خرامان ست — برق رقصان و رعد گرمِ نغم
نوبہار از برای رسم نثار — ہر طرف از شگوفہ ریخت درم
کہ امیرِ سر آمدِ اُمرا — کرد تسخیر قلعۂ اعظم

(بقیہ حاشیہ) ابن اثیر جلد اول صفحہ ۲۴۸ مطبوعہ یورپ و محاضرات راغب جلد دوم صفحہ ۲۷۵ مطبوعہ مصر ۱۲۸۷ھ

این ظفر از مواهب عظمی است | بر زبان واجب است ذکر نعم
پسر اکبر آنکه در افواه | یافت نیکوسیر بعکس عَلَم
بود در حصن آگره محبوس | همچو مفهوم ممتنع بعدم
داشت عیشی و کنج عافیتی | خاطر آسوده تر ز صید حرم
ناگهان نفس شوم راهش زد | خفیه آمیخت در طعامش سم
دید اسباب بغی آماده | اشتها صاف و لقمه پر ز دسم
زر بسیار و زمرهٔ اوباش | اکبر آباد قلعهٔ محکم
ابروی فتنه زه نمود کمان | زلف آشوب گشت خم در خم
از پدر داشت ارث بغی ازان | فتنه انگیخت در کمال عظم
کرد پرویزنی ز چتر به سر | بیخت بر فرق خود غبار الم
چون برید این خبر به دهلی برد | شعله زد خشم داور عالم
خسرو دین پناه شاه جهان | آب و رنگ بهار فضل و کرم
آن ابو المجد و العلا ذو الجود | مسند آرای چار بالش جم
بنده اش کیقباد و کیکاؤس | نوکرش گیو و بیژن و رستم
بخشی الملک را اجازت داد | تا کشد لشکر ظفر پرچم
آن امیر جماعهٔ امرا | چون حسین علی هزبر شیم
قرة العین حیدر کرّار | نخبهٔ نسخهٔ بنی آدم
خلف الصدق موتم الاشبال | پیش او شیر شرزه کم ز غنم
جود او شهرهٔ دیار عرب | تیغ او ضابط بلاد عجم
نازد از نسبتش سمو نسب | بالد از همتش علوّ همم
می کند با جماعهٔ دلریش | لطف او آنچه می کند مرهم

غوطه در جود او زند دریا	لطمه از دستِ او خورد ضیغم
هست مقیاسِ جود او بسحاب	مثل مقیاس فربهی بورم
در فنِ صرف همتش نبود	ذکری از لا و از لن و از لم
در صفِ جنگ با سرِ اعدا	چون الف گشته تیغ او الزم
دشنه و نیزه اش بجان عدو	می کند کار عقرب و ارقم
تیغ او شد بفرق اعدا غرق	همچو حرفی که می شود مدغم
در دلِ خصم او در آید رمح	چون در آید بر اهلِ خود محرم
باکمندش سرِ معاندِ او	مثل دلوی است با رسن منضم
ظفر از فوج او شود پیدا	فتح با تیغ او بود توام
کرد نهضت بدولت از دهلی	فضل حق همعنان ظفر همدم
لشکری در رکاب بیش از حصر	دیو از نعرهٔ یلان در رم
همه زور آوران فیل شکوه	که به شیرِ ژیان زندی بم
گرد اسپانِ فوج نصرت موج	دامن افشان برین بلندِ خیم
آمد و قلعه را محاصره کرد	همچو انگشت و حلقهٔ خاتم
شرح اسباب قلعه گیری ریخت	سرمهٔ عجز در گلوی قلم
چون نهنگان بدور گردابی	توپها گرد قلعه جمع بهم
خصم را سوخت توپ شیر دهان	کس ندیداست شیر آتش دم
اژدهای است توپ غازیخان	کز سرِ هندوان نموده لقم
چه نویسد ز توپ قلعه کشا	اسم او برتلاش اوست علم
تا برآید به قلعهٔ نصرت	سینه گردید فوج را سُلَّم
هر طرف شد مرتب از ساباط	دخمهٔ بهر دشمنانِ دژم

زان طرف ہم مخالفِ سرکش | کوششے داشت در ثباتِ قدم
دست و پا زد درونِ قلعہ بسی | چون جنینی کہ وا جہد بشکم
کرد اسقاط این جنین آخر | صدمۂ توپہائے مستحکم
کار بر اہلِ حصن شد دشوار | مرگ مقطوع زندگی مبہم
قلعہ شُد بر جماعۂ اعدا | از مصیبت چو حلقۂ ماتم
شد برون آمدن چنان دشوار | کہ سخن از زبانِ اہلِ بکم
از برون ہم رہِ رسد شد بند | چون نفوذِ صدا بگوشِ اصم
از سرِ عجز خواستند امان | بالب خشک و دیدۂ پُر نم
از ترحم بجان امان بخشید | وقتِ قدرت خوش است ترکِ نقم
فتحِ قلعہ بزورِ تیغ نمود | این چنین می کنند اہلِ ہمم
شد سیہ طالعی ز قلعہ برون | ہمچو از لفظ دائرہ ادہم
این معمّی کشود فطرتِ او | ورنہ این عقدہ بود جذرِ اصم
شاد گشتند دوستان یکسر | عام شد عیش در صنوفِ امم
شرحِ حالِ منافقان گویم | کہ بآن چو حذیفہ ام اعلم
سرخی انفعال رویِ سیاہ | خوش خضابی است از حنا و کتم
نَحْمَدُ اللہَ وَاہِبَ الْاٰلَآء | حَمْدَ مُسْتَظْہِرٍ بِمَآ اَنْعَمْ
کن کتھن کی سکت کہان پاوے | رسنان لیہ جو انیک جنم
رمضان ایچدی بولدی بخشی فتح | کلدی بوی آی نینگ ایکی پرم
از پیِ ہم دو عید گشت پدید | معنیِ فطر جلوہ کرد اعم
ہر طرف مجلسِ طرب چیدند | آن یکی از شعر و دیگری ز حِکم
وان دگر از ترانۂ رنگین | چنگ و طنبور کردہ باہم ضم

نغمہ گویانِ فارسی ز نشاط | کوک کردند زیر را با بم
نغمہ سنجانِ ہند سر کردند | سبت سر در مراتبِ سرگم
نغمہ تا چاک دل رفو سازد | زہرہ از چنگ دارد ابریشم
زین ترنم جہان طراوت یافت | زانکہ در جوہرش بود ترونم
شعرا ہم قصیدہ ہا گفتند | انوری گشت پیشِ شان ابکم
ہر یکی سفت دُرِّ تاریخی | کہ ازو آب شد گہر در یم
من ہم از باغ معنی رنگین | گلِ چندی زدم بفرقِ قلم
ورقِ ما بیاضِ سینۂ حور | سطرہا سلک گوہرِ نیلم
شعر گر فضل من نپوشیدی | می شدم در فنِ سخن اقدم
گر بپرسی ز جامعیتِ من | میر خسرو دہد جواب نعم
کرد عبد الجلیل در تاریخ | "قلعۂ آگرہ گرفت" رقم
بر دعا بہتر است ختم سخن | کہ بہ آمین کند ملک معلم
چار چیزش نشاط افزا باد | تا بود سبزہ در چمن خُرّم
دست زرپاش و تیغ اعداکش | عمر ممدود و دولتِ ادوم

حواشی قصیدہ

موتم الاشبال لقب عیسی بن زید شہید است کہ جد اعلای ممدوح باشد- و ہم جد اعلای مادح - موتم بضم میم وکسر تاء فوقانی یتیم کنندہ و اشبال جمع شبل بکسر شین معجمہ بمعنی بچّۂ شیر یعنی یتیم کنندہ شیر بچّہ ہا - چون اکثر شکار شیر کردی باین لقب ملقب گشت - ساباط سقف میان دو دیوار کہ زیر آن راہ بود ؎

شد سیہ طالعی ز قلعہ برون | ہیچو از لفظ دائرہ ادہم

تلمیح است بمعمای مشهور به اسم ادہم ؎

کشید تنگ چنان نقش آن دہن پرکار   که دور دائره در مرکزش گرفت قرار

دور دائره دال وہاست ومرکزش یا مرادف ام۔چون دال وہا در ام قرار گیرد ادہم حاصل شود۔ و ادہم در لغت سیاه را گویند۔ خروج سیه طالع از قلعه مثل خروج ادہم از دائره بواسطه تنگ شدن قلعه و دائرۂ تشبیه لطیفی واقع شده

؎ این معما کشود فطرت او   ورنه این عقده بود جذر اصم

جذر در لغت اصل را گویند و در اصطلاح اہل حساب عددی که آن را در نفس خودش ضرب کنند اورا جذر نامند وحاصل ضرب آن را مجذور و اصم در لغت کر وسنگ سخت مصمت و در اصطلاح اہل حساب عددی که آن را جذر نباشد اصم خوانند مثل احدی عشر ومقابلِ آن را مُنطق گویند چون تسعه۔ وجذر عدد منطق بسہولت حاصل می شود چنانچه جذر تسعه۔ ثلاث است وجذر عدد اصم در نہایت دشواری است حاصل نمی شود مگر تقریباً ولہذا حکما در مناجات خود گفته اند:-

"سُبْحَانَ مَنْ لَّا یَعْرِفُ جَذْرَ الْاَصَمِّ اِلَّا هُوَ"۔ ودر علم معقول جذر الاصم مغالطه ایست مشہور۔ واضع مغالطه ابن کمونه بغدادی علامۂ تفتازانی در شرح مقاصد گوید:-

"وَهٰذِهٖ مَغْلَطَةٌ تَحَیَّرَ فِیْهَا عُقُوْلُ الْعُقَلَاءِ وَفُحُوْلُ الْاَذْکِیَاءِ وَلِهٰذَا سَمَّیْتُهَا بِمَغْلَطَةِ جَذْرِ الْاَصَمِّ"۔

ونیز علامه در شرح مقاصد بعد تحریر جواب می گوید:-

لٰکِنَّ الصَّوَابَ عِنْدِیْ فِیْ هٰذِهِ الْقَضِیَّةِ تَرْکُ الْجَوَابِ وَالْاِعْتِرَافُ بِالْعَجْزِ عَنِ الْاِشْکَالِ۔"

ومیر باقر استرآبادی در افق المبین گوید۔مختصر عبارت آنجا این که:-

"كَمْ زَلَّتْ فِيهِ اَقْدَامُ اَقْوَامٍ وَ اَقْرَبُهُمْ اِلَى الصَّوَابِ وَ اِصَابَةِ الْحَقِّ مَنِ اعْتَرَفَ مِنْهُمْ بِالْعَجْزِ"

مراد میر باقر از معترف علامۂ تفتازانی باشد۔

معنی بیت آنکہ این عقدہ در اشکال و عدم انحلال مثل جذر الاصم علم حساب بود یا جذر الاصم علم معقول و لفظ اصم بمعنی سنگ سخت مصمت نظر بقلعۂ سنگین مناسب افتاد

ے شرح حالِ منافقان گویم　　که بآن چون حذیفه ام اعلم

حذیفه نام صحابی مشهور صاحب سِرّ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت او را پنهان از حال منافقان خبر داده بود۔ و درین بیت اشارت است بکمال تقرب و محرمیت خود با ممدوح۔

کتم بفتح کاف و تاء فوقانی گیاهی که بآن خضاب کنند۔

ے ازپی هم دو عید گشت پدید　　معنی فطر جلوه کرده اعم

چون قلعه در ماه مبارک رمضان مفتوح شد دو عید بهم هویدا گشت اول عید فتح که عید مجازی است و دویم عید رمضان که عید حقیقی است و همچنین لفظ فطر بمعنی حقیقی جلوه کرد که کشودن روزه باشد و هم معنی مجازی که فتح است و آن لازم کشودن روزه باشد۔ پس مراد از معنی اعم این است که مطلق معنی فطر باعتبار هر دو فرد خود که حقیقی و مجازی باشد صادق آمد۔ و می تواند که مراد از اعم عموم مجاز باشد و برین تقدیر معنی چنین میشود که فطر بمعنے مجازی که مطلق کشودن باشد صادق آمد عموماً بحیثیتی که متناول باشد معنی حقیقی و غیر حقیقی را که کشودن روزه و کشودن قلعه باشد۔

و عموم مجاز در اصطلاح علماء اصول عبارت ازین است که معنی مجازی بقسمی باشد که معنی حقیقی فرد او گردد و اللہ اعلم۔

ع سبقت سر در مراتب سر کم۔

اہل موسیقی ہند مراتب آواز ہفت قرار داده اند و آن را "سبت سر" گویند یعنی ہفت آواز۔ و ہر مرتبہ را اسمی گذاشتہ اند۔ و از سرِ ہر اسم حرفی گرفتہ سرگم بدان ترکیب کرده اند۔ درین بیت لفظ سرگم اشاره بہ ہمان مراتب سبعہ است۔ مُعلم بالضم نشان کرده شده۔

الحال نقشے چند از تصانیف والا در آہنگ حجازی بہ تحریر می آید و زبان قلم واسطی نژاد پردۂ گوش نوا نیوشان را بمرغولہ سازی نوروز عرب می کشاید۔ چون خلد مکان در سنہ احدی عشر و مأتہ و الف (۱۱۱۱) بمحاصرۂ قلعہ ستاره کہ از مشاہیر قلاع دکن است پرداخت و در اندک فرصت مفتوح ساخت۔ آنجناب در یک شب یازده تاریخ در السنۂ اربعہ ترتیب داده از نظر بادشاه گذرانید۔ از انجملہ قطعہ تاریخی بزبان عربی کہ از شکل اصابع اختراع فرموده و ید بیضائی از جیب فکر وانموده۔ قطعہ این است ؎

لَمَّا تَوَجَّہَ سُلْطَانُ الْاَنَامِ اِلٰی ۔۔۔ رَبِّ السَّمٰوَاتِ فِیْ تَأْیِیْدِ اِسْلَامِ

اَقَرَّ اِبْهَامَہٗ فِیْ اَصْلِ خِنْصِرِہٖ ۔۔۔ لِوِتْرِ دِیَا قَادِرَ افْتَاحَ اَلْمَامِ

فَصَارَ حِیْنَ افْتِتَاحِ الْاِسْمِ مُفْتَتِحًا ۔۔۔ حِصْنٌ لِمَنْ عَبَدُوْا اَحْجَارَ اَصْنَامِ

نَظَرْتُ فِیْ اَلِفَاتٍ وَّھِیَ اَرْبَعَۃٌ ۔۔۔ مِنْ فَوْقِ اِبْهَامِہٖ مِنْ غَیْرِ اِبْهَامِ

وَجَدْتُہُنَّ لِعَامِ الْفَتْحِ حِیْنَئِذٍ ۔۔۔ رَفْعًا عَلٰی سَنَۃٍ مِّنْ مَّدِّ اِبْهَامِ

لِلّٰہِ تِلْکَ یَدٌ بَیْضَاءُ قَدْ نَزَعَتْ ۔۔۔ لِلنَّاظِرِیْنَ فَیَا مِنْ مُعْجِزٍ سَامِ

ھٰذَا الْبَدِیْعُ مِنَ التَّارِیْخِ اَنْشَاہٗ ۔۔۔ عَبْدُ الْجَلِیْلِ بِتَأْیِیْدَاتِ اِلْہَامِ

مقصد از ضم کردن سر ابہام بر بیخ خنصر این است کہ شکل لفظ سنہ بہم رسد و چہار الف ہندسہ بالای لفظ سنہ بدستوری کہ معمول کاتبان است پیدا شود۔ و مضمون این تاریخ بزبان فارسی نیز بستہ و قطعہ فارسی بسیار بیشتر اشتہا

یافته ـ

چوشه ابهام زیر خنصر آورد | بوردِ اسمِ اعظم در شماره
قلاع کفر شد مفتوح فی الحال | ز تیغ او عدو شد پاره پاره
ز انگشتان شه بر مد ابهام | برابر چار الف کردم نظاره
بعینه بود شکلِ سال هجری | پیِ تاریخ تسخیرِ ستاره
چنین تاریخ گفتن اختراعی است | شد از عبدالجلیل این آشکاره

امیرالامرا سید حسین علی خان ہر سال در مولد النبی صلی اللہ علیہ وسلم چراغان مے کرد وشیلان عظمی مے کشید۔ وصلای عام درمے داد وخود آفتابہ گرفتہ بر دست مہمانان آب می ریخت۔ علامہ مرحوم در وصف چراغان مصراع کعب بن زہیر را تضمین کرد کہ ـ

اَضَاءَ رُکْنُ الْاَعَالِیْ سَیِّدُ الْاُمَرَا | شَھْرَ الرَّسُوْلِ شُمُوْعًا فِیْ غَیَاھِبِہٖ
اَمْسَی الشُّمُوْعُ عَلَی الْخُضَّارِ مُنْشِدَۃً | اِنَّ الرَّسُوْلَ لَنُوْرٌ یُّسْتَضَاءُ بِہٖ

ونیز بہ امیرالامرا در تہنیت عید الاضحی نوشت ـ

تَھَنَّ بِعِیْدِ النَّحْرِ یَا مَنْ عَطَاءُہٗ | اَفَاضَ عَلٰی مَنْ حَجَّ جُوْدًا عَوَائِدَا
تَنَسَّکْتَ ھَدْیَ الْجُوْدِ فِیْ کُلِّ مَوْقِفٍ | وَاَلْبَسْتَ نَحْرَ الْمُعْتَفِیْنَ قَلَائِدَا

صاحب نہایہ جزری گوید: معتفی بعین مہملہ وفا کسی را گویند کہ طالب فضل و رزق باشد

واین رباعی مستزاد در السنہ اربعہ املا نمودہ ـ

جَاءَ النَّیْرُوْزُ بِالنِّشَاطِ الْاَوْفٰی - فِیْ خَیْرِ قُدُوْمٍ
پھولیں درم بیل لہلہی بن او لہا - ترور رہی جھوم
نیکی کند وزکلدی بزی بولدی یش - قتلغ بولسوم
چون شہپرِ طاؤس گل اندر صحرا - آورد ہجوم

در آغاز عہد شباب برخی اشعار ریتیانہ در سلک نظم کشیدہ۔ ترجیع بند ایشان درین طور مشہور است کہ مطلعش این است ؎

منم آن بانکہ و دلیر و اچل | کر من اُفتاد در جہان کھل بل

ازانجاکہ ارتکاب این اشعار دور از کار محض نظر باستجماع فنون بود۔ و بشان اقدس اصلا مناسبتے نداشت۔ مردم این ترجیع و دیگر اشعار ایشان راکہ ازین جنس است بدیگری نسبت دہند حال آنکہ بلاریب زادۂ فکر ایشان است

در اواخر ترجیع بند آتل تخلص آوردہ۔ و این بیت ہم ازان ترجیع است ؎

شعر بارہ بزاریان دیدی | ٹہسۂ بلگرام را عشق است

اما حریفان این بیت را ہم تغیر دادہ نوعی دیگر ساختہ اند۔

واز اشعار ریتیانہ ایشان است ؎

عدو گر ہمہ تن ز فولاد جکڑد | ز سر تا قدم ہمچو زنجیر اکڑد
بکف کتی برق بے دھڑکہ پکڑد | بجز حکم اللہ پشمی نا کڑد

ولہ

ورد خود نام خدا با نام احمد کردہ ام | دانۂ تسبیح از میم محمد کردہ ام

بجز مژگان ندارد چشم بیمار تو غمخواری | بلاگردانی برگشتہ مژگانت تماشا کن

شام غم را در سواد نامہ پنہان کردہ ام | صبح محشر مے دمد از صفحۂ مکتوب ما

بانتظار تو ای سرو لالہ در گلشن | ستادہ قہوہ بکف در پیالۂ یاقوت

رباعی

اولاد علی خلاصۂ ابرارند | چون والد خویش محرم اسرارند
تحلیل مواد فاسد کفر کنند | در منفعت مزاج دین جدوارند

رباعی

از بہر محبتِ علی ہستیِ ما ست — گلچینیِ این بہار تردستیِ ماست
دل ساغر و مہر ساقی کوثر می — از میکدۂ غدیر خم مستیِ ماست

اکنون خامۂ تقریب جو بتحریر احوال سید علی معصوم کہ اسم او در ترجمۂ میر عبد الجلیل ذکر یافت و احوال او در تاریخ نامہا کمیاب است خرامش می نماید

(۱۲۰) سید علی معصوم مدنی

سید علی بن سیّد نظام الدین احمد بن سید معصوم الدشتکی الشیرازی المعروف بہ سید علی معصوم از مشاہیر اُدبا و صنادید شعر است۔ مؤلف انوار الربیع فی انواع البدیع و ریاض السالکین شرح صحیفہ کاملہ و حاشیہ قاموس و سلافۃ العصر تذکرۂ شعرا عرب و دیوان شعر۔

خاندان او در شیراز بزیبِ علم و فضل بودہ است و مدرسۂ منصوریہ شیراز منسوب بجد او میر غیاث الدّین منصور است کہ از غایت شہرت حاجت بشرح ندارد و سید علی باضافۂ نام جد قریب خود بہ سید علی معصوم مشہور گردید چون خواہر شاہ عباس ثانی صفوی ارادۂ زیارت حرمین شریفین نمود۔ شاہ عباس۔ میر معصوم را با بیگم ہمراہ کرد کہ بہ تعلیم مناسک حج پردازد۔ در اثناء راہ چون تقریب تعلیم و تعلم درمیان آمد و این معنی بحیلولت ستر بروجہ احسن صورت نمی بست بخاطر بیگم رسید کہ کفویت ثابت است چرا عقد نکاح جلوہ گر نشود۔ و حیلولت حجاب برنخیرد۔ آخر نکاح انعقاد یافت و بعد زیارت حرمین شریفین از ترس شاہ عباس معاودت وطن متعذر شد و توطن مکہ معظمہ اختیار اُفتاد۔ و از بطن بیگم میر نظام الدین احمد متولد شد؛ در مکہ معظّمہ نشو و نما یافت۔ و ہمت بکسب فضائل گماشتہ از اقران فائق برآمد۔

میر معصوم

م الدین احمد

میر محمد سعید میر جملہ اردستانی وزیر عبداللہ قطب شاہ والی حیدرآباد مبالغ
فراوان فرستادہ میر نظام الدین احمد را و سید سلطان را کہ از سادات نجف اشرف
بود بہ حیدرآباد طلبید کہ دو دختری کہ داشت آنہا را در سلک ازدواج ہردو سید
کشد۔ اتفاقاً سلطان عبداللہ راہم دو دختر بودند سلطان خواست کہ دختران خود
را بہ ہردو سید تزویج کند۔ میر جملہ برآشفت و برخاستہ بدرگاہ خلد مکان عالمگیر
شتافت۔ سلطان عبداللہ اول دختری را بہ میر نظام الدین احمد کدخدا ساخت
و برای طوی دختر ثانی ساز و سامان ترتیب داد۔ میر نظام الدین احمد با سید
سلطان رنجشے داشت۔ او و زوجۂ او نمے خواستند کہ ازدواج سید سلطان صورت
گیرد۔ شبی کہ نکاح سید سلطان مقرر شد۔ میر نظام الدین سلطان عبداللہ را
پیغام کرد کہ اگر تزویج سید سلطان واقع مے شود۔ من بمخالفت شما کمر می بندم۔ و
نزد خلد مکان رفتہ سعی در ہدم بنیان دولت شما می کنم و احمال و اثقال بار کردہ مستعد
کوچ نشست۔ سلطان عبداللہ متحیر شد۔ و ارکان دولت را جمع کردہ بمشاورہ
پرداخت۔ آخر رای ہمہ برین قرار داد کہ اگر میر نظام الدین احمد می رود فتنۂ عظیم
برپا می شود۔ تزویج سید سلطان موقوف باید داشت۔ و چون اسباب طوی ہمہ مہیا
شدہ بود۔ و در تاخیر ضائع می شد ابو الحسن را کہ آخر سلاطین قطب شاہیہ است
و با سلاطین قطب شاہیہ قرابتی داشت برای دامادی تجویز کردند۔ مردم بہ طلب
ابو الحسن شتافتند۔ دران وقت ابو الحسن در تکیۂ بیفیدی نشستہ بود۔ او را آوردند
و بحمام بردند و بخلعت طوی آراستہ نکاح لبستند و موافق ضابطہ توپخانہ را سر
دادند۔ دران وقت سید سلطان در حمام بود۔ چون صدای توپہا شنید در استفسار
افتاد کہ توپہا را چرا سر دادند حاضران کہ ازین ماجرا واقف نبودند جواب دادند کہ
سبب ظاہر است کہ امشب شب طوی ست۔ سید سلطان گفت ضابطہ این است

که تو بخ بنه بعد عقد نکاح سر مے دہند- و مردم را برای خبر فرستاد- رفتگان خبر یکہ بود آوردند. سید سلطان در آتش غضب اُفتاد- اسباب شادی ہمہ سوخت و اسپان را پی کرد- و خود را بدرگاه خلد مکان رسانید-

میر نظام الدّین احمد از دختر قطب شاه فرزندی نیاورد- سید علی از بطن زوجۂ دیگر شب شنبه پانزدہم جمادی الاولی سنہ اثنتین وخمسین و الف (۱۰۵۲) در مدینہ منوره متولد شد لہذا اورا مدنی می گویند و بکسب کمال پرداختہ سر آمد ادباء عصر گردید

و شب شنبہ ششم شعبان سنہ ست وستین و الف (۱۰۶۶) بقصد حیدر آباد از مکّہ معظّمہ بر آمد و روز جمعہ بیست و دوم ربیع الاول سنہ ثمان وستین و الف (۱۰۶۸) بہ حیدر آباد رسید- وبا والد خود ملاقات کرد

و چون سلطان عبد الله از سریر حیات فرود آمد ابو الحسن بر تخت فرمان روائی بر آمد و میر نظام الدین احمد ہم بعد یکسال فوت کرد- ابو الحسن در اتلاف متعلقان میر نظام الدین احمد کمر بست و نگاہبانان گماشتہ راه آمد وشد مسدود ساخت سید علی عریضہ بجناب خلد مکان ارسال داشت و ادراک عتبۂ خلافت استدعا نمود- خلد مکان در آن ایام از ہند متوجہ دکن بود فرمان طلب سید علی بنام ابو الحسن صادر یافت- ابو الحسن سید علی را با اہل و عیال رخصت داد- سید رخت کوچ بربستہ خلد مکان را در دار السرور برہان پور ملازمت نمود- پادشاه اورا بعنایات خسروانی نواخت- و بمنصب ہزار و پانصدی سیصد سوار دو اسپہ سرافراز فرمود- و در رکاب خلد مکان بہ اورنگ آباد آمد- و چون رایات خلد مکان جانب احمد نگر ارتفاع یافت- سید علی را بحراست اورنگ آباد مامور ساخت سید مدتے برین خدمت قیام داشت-

پس ازان حکومت ماهور وغیره از توابع صوبه برار تفویض یافت۔ آخر از حکومت
ماهور استعفا نمود والتماس دیوانی برهان پور کرد۔ درجهٔ پذیرائی یافت۔ سید در
برهان پور رفته بدیوانی پرداخت۔

وبعد مرور زمانی از خلد مکان رخصت حرمین شریفین گرفت و با اهل وعیال به
آن فیض مواطن رفت وازانجا بزیارت عتبات عالیات شتافت وبه مشهد مقدس
رسید وبه صفاهان آمد وسلطان حسین صفوی را ملازمت نمود والتفاتی که مطمح نظر بود
نیافت۔ ناگزیر برخت بوطن اصلی یعنی شیراز کشید۔ ودر مدرسه منصوریه پای اقامت
شد ودو عمر را بافادهٔ طلبه بپایان رسانید۔

(۱۲۱) شاعر۔ میر سید محمد سلمه الله تعالیٰ

خلف الصدق حضرت علامی میر عبد الجلیل بلگرامی نور الله ضریحه از وجود
همایون سابقاً چمن فضلا را بهاری تازه است۔ واکنون گلستان فصحا را رونقی بی اندازه
آنجناب در تاریخ چهاردهم شهر ربیع الاول سنه احدی ومائه والف (۱۱۰۱) به
شهرستان امکان رسید۔ بمنطوق اَلْوَلَدُ الْحُرُّ یَقْتَدِیْ بِاٰبَائِهِ الْغُرّ نسخهٔ جامع اصناف
علوم است۔ ومرآت فضائل وکمالات والد مرحوم خصوص عربیت ولغت ومحاضرات که
درین فنون رایت یکتائی می افرازد وگوی سبقت از اقران می رباید۔
کتب درسی نزد استاد المحققین میر طفیل محمد بلگرامی طاب ثراه گذرانید وکمالات
وافره از والد ماجد خود اندوخت۔

پدر گرامی را نسبت به فرزند ارجمند ورای شفقت ابوت عنایتی ومحبتی خاص بود۔
چنانکه علامهٔ مرحوم از بهکر به دار الخلافه شاهجهان آباد عطف عنان نمود میر سید محمد
نزد خود طلبید ومقارن آن مسرعی را فرستاد که چندی توقف باید کرد۔ وانتظار طلب

مثنی باید کشید- میر درجواب قلمی فرمود کہ" لَنْ اَبْرَحَ الْاَرْضَ حَتّٰی یَأْذَنَ لِی اَبِیْ"
علامۂ مرحوم ازین جواب حظی کرد- و این رباعی رقم زدۂ کلک جواہر سلک ساخت کہ ؎

تا یَأْذَنَ لِیْ اَبِیْ بہ خطّت دیدم گلہای طرب از چمنِ دل چیدم
از غایتِ اہتزاز پروانہ صفت ای شمع پدر گرد سرت گردیدم

در اواخر عہد محمد فرخ سیر علامۂ مرحوم خود مستعفی شدہ خدمات بھکر و سیوستان را بنام ولد ارشد گرفت- جناب میر سید محمد درسنہ ثلث وثلثین ومأتہ والف (۱۱۳۳) بہ محل خدمات رسید- ومسند حکومت را از ابتدا تا انتہا بشیوۂ تدین وحسن معاملت رونق بخشید- وضیع وشریف آن دیار تا الآن یاد می کنند- وسبحۂ ذکر خیر وحسن جمیل می گردانند میر درسنہ ثلث واربعین ومأتہ والف (۱۱۴۳) کاتب الحروف را بہ سیوستان نائب گذاشتہ خود بدار السلام بلگرام تشریف برد چندی در وطن گذرانیدہ بنا بر تخللی کہ در خدمت راہ یافتہ بود بہ دار الخلافہ شاہجہان آباد حرکت کرد و بتوسل بعضی امرا آن خلل را دفع ساخت-

و درسنہ خمس واربعین ومأتہ والف (۱۱۴۵) کرت ثانی بہ سیوستان تشریف آورد- وبندہ را در اواسط سنہ سبع واربعین ومأتہ والف (۱۱۴۷) رخصت ہندوستان فرمود- وخود برا سم خدمت مرجوعہ بدستور قیام نمود تا آنکہ نادر شاہ بر دیار سندھ مسلط گردید- وسر رشتہ خدمات پادشاہی گسیخت- اما خدا یار خان مرزبان سندھ میر را نگذاشت- و باعزاز واکرام تمام در سیوستان نگاہ داشت- و از جانب خود خدمتی بتقدیم رسانید-

و چون ہنگامۂ نادر شاہیان دران دیار گرم شد- و اوضاع ملک بر نسق سابق نماند- خاطر اقدس از اقامت آنجا برخاست و از خدا یار خان خواہ نخواہ رخصت گرفت و بست و پنجم رمضان سنہ خمس وخمسین ومأتہ والف (۱۱۵۵) از سیوستان براہ

و از راه مارو ار متوجّہ وطن شده - بعد طی مراحل بیست و ہفتم محرم مکرم سنہ ست و خمسین و مأتہ و الف (۱۱۵۶) بوصول بلگرام مسرت اندوخت -

میر طبعی و قاد و ذہنی نقاد دارد - و چون از مطالعۂ کتاب باز می پردازد عنان اندیشہ بہ وادی سخن عطف می سازد - مہارت زبان عربی و فارسی و ہندی از حد افزدن است و اشعار السنۂ ثلاثہ در خزانۂ حافظۂ عالی از حصر بیرون - سخن را اکثر اوقات موزون می کند و جواہر آبدار در سلک نظم مے کشد - این چند بیت از دیوان سامی تحریر مے آید ؎

فروغ بالہ بخش ای ماہ سیما خانۂ مارا | زنور جلوۂ خود رنگ کن کاشانۂ مارا

دل در خم گیسوی نگار است بہ بنید | در دام محبت چہ شکار است بنید

نیست در عالم دون غیر ہوس کار دلت | ہست این طول امل رشتۂ زنّار دلت

محو گشتم چون حُباب و ہمین دریا یافتم | چشم پوشیدم ازین عالم تماشا یافتم

دران گلشن کہ سرو قامت جانان شود پیدا | بجای طوق قمری دیدۂ حیران شود پیدا

پیش مہر رخت قمر معلوم | نزد قندِ لبت شکر معلوم

یار دور است و کوہ غم حائل | آفتاب آن طرف سحر معلوم

می کُشد غمزۂ جگر دوزش | پیش تیرِ قضا سپر معلوم

از نگاہ دو چشم میگونت | بی خبر گشتہ ام خبر معلوم

در تمنای وصل او شاعر | حلقہ گشتیم پا و سر معلوم

مگر از چشمۂ آئینہ آب خنجرش باشد | کہ از حیرت طپیدن شد فراموش بسمل مارا

دستم مگیر گرچہ ترا بازوی قوی است | پایم رسیدہ است بسنگی کہ داہ داہ

ہیچ محبوبی ندارد این قدر رنگِ حیا | بعد سالی می نماید روی خود یکبار گل

(۱۲۲) **آوارۂ دشت ایجاد فقیر (میر غلام علی) آزاد**

الحسینی نسباً والواسطی اصلاً و البلگرامی مولداً و منشأً و الحنفی مذہباً و الچشتی طریقۃً

پیشه دریوزهٔ گرکوچهٔ فقر است - وریزهٔ چین مائده فضلا - درین مقام خود را بحاشیهٔ محفل سخن سرایان می کشد - وشکسته ناخنی بتار نفس گسسته می زند -

من مقیم کوچهٔ نادانی - و آئینه وار صورت حیرانی - مدتی بر آستان سخن نشستم - وکمر درخدمت کلام موزون بربستم - چندگاه است که مرآت ضمیر را از صور خیالی پرداخته ام وازبیت سخن بابیت الحزن یعنی ما تمکدهٔ هستی خود ساخته - اما موزونیت فطری احیانا سلسلهٔ فکرمی جنبانند - ودماغ ازکار رفته را بصدائی قلقلی مے رساند - تا بجای که در عالم مثال هم گاهی خیال موزونی جلوه می کند چنانچه در عشرهٔ اخیر رمضان کثیر الفیضان سنه احدی وستین ومائة والف (۱۱۶۱) مزاج بنده را وحشتی بهم رسید - بخاطر افتاد که از همه قطع نظر باید کرد و بار دیگر سری بدیار عرب باید کشید - واین داعیه بمثابهٔ قوت گرفت که عنقریب بود که ازمکمن قوت بجلوه گاه فعل خرامد - ناگاه شب بیست وهفتم ماه مذکور طرف سحر در عالم رویا اندیشه متوجهٔ شعر گردید - بیتی موزون ساختم ومعاً از خواب بیدار شدم - بیت بیاد ماند وآن این است ؎

چه خوش گفت گویندهٔ نامدار مکش دست از دامن روزگار

لختی به تامل رفتم - دانستم که گوینده سروش غیبی است ومخاطب بنده - امتثال امر غیب واجب دیدم واراده که تصمیم یافته بود فسخ نمودم - وسرّ الهام آن است که حجی که فرض بود بیش ازین بتقدیم رسید - اگر دست از دامن علائق ظاهری می کشیدم وبتحصیل نافله شتافتم - چندین حقوق واجب الادا فوت مے شد ؏

ترک واجب نتوان کرد پے نافلها

من بی مایه را چه شایستگی که در صف صاحب کمالان سر توانم افراخت - وطرح همزبانی باطوطیان چمن فصاحت توانم انداخت - عمرها در جلو دل دیوانه گشتم - بجاے نرسیدم سالها در پے کاروان ناله اُفتادم بتقاضی سر نه کشیدم - اما سهاره ابا وصف کم زنگی

دربزم کواکب اذن نشستن و ہلال را باوجود دریوزہ گری پہلوی آفتاب رخصت کلاہ شکستن ہست - باین دستاویز قدم جرأت پیش مے گزارد - وحرفی چند از خود بریاران کرم فرما عرض می دارد -

فقیر حقیر در تاریخ بیست و پنجم ماہ صفر سنہ ست عشر و مأتہ والف (۱۱۱۶) لباس ہستی پوشید - و در ریعان آگاہی سررشتۂ تحصیل علوم بدست آورد - وکتب درسی از بدایت تانہایت در حلقۂ درس استاذ المحققین میر طفیل محمد بلگرامی طاب ثراہ گذرانید - و لغت و حدیث و سیر نبوی و فنون ادب از خدمت قدسی منزلت جدی و استاذی حضرت علامی میر عبدالجلیل بلگرامی طاب مضجعہ اخذ نمود - و عروض و قافیہ . . . .

. . . وبعض فنون ادب از خدمت والا درجت میر سید محمد خلف الصدق علامۂ مرحوم مرقوم تلمذ کرد -

و در سنہ سبع و ثلثین و مأتہ والف (۱۱۳۷) شرف بیعت جناب مستطاب سید العارفین میر سید لطف اللہ بلگرامی قدس سرہ اندوخت -

ناگاہ بوی از عطر توفیق بہ دماغم رسید - وشوق گلگشت حرمین شریفین زادھما اللہ شرفاً وکرامۃً از جابرد و در سنہ خمسین و مأتہ و الف (۱۱۵۰) مطابق کلمہ "سفر خیر" از خطۂ بلگرام محمل سفر حجاز میمنت طراز بربست - و در سنہ احدی و خمسین و مأتہ والف (۱۱۵۱) مطابق کلمہ "عمل اعظم" بزیارت حرمین شریفین سعادت نشأتین حاصل کرد - و در مدینہ منورہ علیٰ منورہا الصلوٰۃ والتحیۃ بخدمت شیخنا و مولانا الشیخ محمد حیات السندی المدنی الحنفی قدس سرہ صحیح بخاری قراءت نمود و اجازت صحاح ستہ و سائر مفردات مولانا فراگرفت - و در مکہ معظمہ صحبت شیخ عبدالوہاب الطنطاوی المصری دریافت - و برخے از فوائد علمی کسب نمود -

شیخ عبدالوہاب نور اللہ مرقدہٗ سرآمد علماء عصر و نزیل مکہ معظمہ بود - و ہمیشہ

شیخ عبدال

به نشر لوامع علوم می پرداخت ودر سنه سبع وخمسین ومأته والف (۱۱۵۷) به جنّة المأوی خرامید- ودر جنت معلی آرامش گزید- شیخ عبد الوهاب علیه الرحمه اشعار عربی فقیر را بسیار تحسین کرد- وهرگاه آزاد تخلص بنده شنید ومعنی آن رافهمید- فرمود "یَاسَیّدِی اَنْتَ مِنْ عُتَقَاءِ اللّٰهِ" وازین نفس مبارک حضرت شیخ که درحق این سراپا گرفتار سرزد امیدوار یها دارم-

نقیر درفن شعر عربی تلمیذ میر عبد الجلیل است- وشاداب افاضهٔ این سلسبیل برخی از قصائد خود در دفتر اول مثبت ساخته- وبا وصف بینوائی قانونی به آهنگ حجاز نواخته- القصه درسنه اثنتین وخمسین ومأته والف (۱۱۵۲) مطابق کلمه "سفر بخیر" جانب ۱۱۵۲ هند عطف عنان نمود- واز راه بندر سورت سری به دیار دکن کشید- وبیست وهفتم ذی القعده همان سال وارد خجسته بنیاد گردید- ودست به دامن انزوا زد بعد چندی دویم رمضان سنه اربع وخمسین ومأته والف (۱۱۵۴) جاذبهٔ سیاحت ازجا درآورد- وقلعه محمد آباد بیدر را دیده چهارم محرم سنه خمس وخمسین ومأته والف (۱۱۵۵) وصول حیدرآباد سرمایهٔ آرامش رسانید- ونوزدهم صفر سال مذکور ازانجا برآمد پانزدهم جمادی الاولی همین سال سواد خجسته بنیاد چشم اشتیاق راسرمه کشید-

ودرسنه ثمان وخمسین ومأته والف (۱۱۵۸) نواب نظام الدوله شهید ازجانب پدر والاگهر نواب آصفجاه بصوبه داری اورنگ آباد مامور گشت ونواب شهید را با فقیر ربطی خاص بهم رسید ودرسال دیگر نواب آصفجاه ازحیدرآباد درایات بندوبست مهمات ملکی برافراخت وعنایت نامه طلب حضور بنام نواب شهید صادر شد- نواب شهید کمندی به تسخیر فقیر افگند- وحسن خلقی بجا آورد که با وصف آزاد بودن اختیار در دام محبت لازم افتاد وبیست وهفتم ذی القعده سنه تسع وخمسین ومأته والف (۱۱۵۹) توسن کوچ از اورنگ آباد بجولان درآمد- وتامقام "سری رنگ پتن"، که دار الاقامت

راجۂ میسور است تماشا کردہ - غرۂ صفر سنہ احدی وستین و مأتہ والف (۱۱۶۱) قدم جادۂ پیما راگل زمین اورنگ آباد دست داد

ودرین سال گلگشت دار السرور برہان پور روصرف عنان جانب اورنگ آباد واقع شد ودرسنہ اثنتین وستین و مأتہ والف (۱۱۶۲) کرت ثانی سفر برہان پور پیش آمد - وتاکنار آب نربدا سیر کردہ رجوع بہ اورنگ آباد صورت بست -

وچہاردہم شوال سال مسطور دست قضا سلسلۂ نہضت ارکات جنبانید یک سال وچند ماہ دران الکہ بسر رفت - ودر ارکات نسخہ "شمامۃ العنبر فیما ورد فی الھند من سید البشر" از دریای فکر بساحل قرطاس رسید - آخر الامر نواب نظام الدولہ بہ سعادت شہادت فائز گشت نوعی کہ در ترجمہ نواب سمت گذارش یافت

وبعد شہادت نواب خاطر ازان ملک برخاست وپانزدہم جمادی الاولی سنہ اربع وستین و مأتہ والف (۱۱۶۴) نزول خجستہ بنیاد نشاط را عروجے بخشید -

فلک ہمیشہ خرام باز تقریب سفر برانگیخت ونہم رجب سنہ خمس وستین و مأتہ و الف (۱۱۶۵) خانۂ زین آباد ساخت وہفتم شعبان سال مذکور وصول بہ حیدرآباد نقش بست - شانزدہم ذی القعدہ ہمین سال جرس راحلہ صدای رحیل برداشت - پنجم ذی الحجہ معمورۂ خجستہ بنیاد خاطر را بسرور معمور ساخت

حق سبحانہ علیم است کہ ہلال وار مقصود ازین سیر وسفر نہ تن پروری باشد حاشا و کلا بلکہ مانند بدر منظور شکست نفس بود - چندی طریقۂ آب روان اختیار افتاد کہ مُشت گیاہی بہ نشو ونما درآید - ولختی روش باد صبا پسند آمد کہ غنچہ چند لب بہ تبسم کشاید اُمیدوارم کہ این سیاحت پای شکستہ را دستگیری کند وقلم و سیر فی اللہ را جادہ مستقیم شود وَمَا ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ بِعَزِيْزٍ -

اکنون برخی ترہات از دیوان خود بترتیب ردیف بعرض سخن سنجان مے رسانم و بضاعت مزجاتی از نظر عزیزان مصر مروت مے گذرانم تا عیب را بہ قیمت ہنر گیرند۔ و مہرۂ گل را بہ بہای گوہر بہ پذیرند عرض بندہ بدرجۂ قبول رساد۔ وردی ناکامی بہیچ وجہ مبیناد۔

صاحب فال حسب خال گوید ؎

تمام عیبم و خوبان خریدہ اند مرا — زحسن خلق بزر برکشیدہ اند مرا
اگرچہ لالۂ روئیدہ خارج ازچمنم — برائی گوشۂ دستار چیدہ اند مرا
جماعتی کہ خزف را بہ نرخ زر گیرند — بچشم مرحمتِ خاص دیدہ اند مرا
کمند جاذبۂ دوستان اسیرم کرد — دگرنہ صورتِ رم آفریدہ اند مرا
عجب عنایتِ ممتاز دیدہ ام آزاد — بداغ بی ہنرے برگزیدہ اند مرا

برار از مد بسم اللہ تیغ خوش مقالی را — مسخر کن سوادِ اعظمِ نازک خیالی را
خیالِ نازک از جوشِ نزاکت راز دل باشد — نباشد جز کرامت فہم کردن فکر عالی را
چو آن زلفی کہ بعد از شانہ کردن یار بربندد — بجمعیت رساند صبر من آشفتہ حالی را
نگاہی ہست چشم یار را با چشم گریانم — کہ مستان دوست می دارند ابر برشکالی را
دلِ ویرانۂ آزاد را آباد کن یا رب! — پری زادی کرم فرمای این مینای خالی را

باشد گلِ بہار سخن یادگارِ ما — این لعل بے بہاست چراغ مزارِ ما
امروز مدح گسترِ ما کیست جز قلم — دم مے زند ز جوہرِ ما ذو الفقارِ ما
ای وای رنگ و بوی چمن کرد عاریت — کم فرصتے ز زندگیِ مستعارِ ما
آخر شود کمند غزالِ رمیدۂ — آزاد رشتۂ نگہِ انتظارِ ما

ہمان آغاز باشد منتہای سیر کامل را — تمنای کند بار دگر غوّاص ساحل را
چہ سان رازِ شہیدان گل کند از سبزۂ تیغش — کہ چون برگِ حنا در خویش دزدد خونِ بسمل را

دہانش جستم و آخر نشستم با زنخدانش | لب چاہی غنیمت می شود گم کردہ منزل را
سر شوریدۂ من طرفہ اوجی داشت در طالع | کہ در وقتِ جدا کردن بپا اُفتاد قاتل را
بہار این چمن آزاد آخر رنگ می بازد | چو شبنم از جہانِ رنگ و بو بربند محمل را

ای نمک بر زخم دل از لعل خندانِ شما | صبح محشر داغ از شور نمک دانِ شما
تشنۂ ما را بہ آسانی توان سیراب کرد | بوسۂ کافی ست از چاہِ زنخدانِ شما
بر جبین چینِ عتاب تازہ آید در نظر | تا چہ رفت از من خطا ای من بقربانِ شما

بر دار از خویش شوخیہای طفلان ہوشیاران را | سیاہ ناز باشد در جلو این نیسواران را
مزاجِ کم کسی بر الفتِ اول بجا ماند | بروزِ بیکسی سنجیدہ ام بسیار یاران را
قیامت می کند سنگی کہ از کوہِ بلند اُفتد | مبادا خشم در جنبش درارد برز باران را

اگر بخاطرِ عاطر بود شہادتِ ما | ز دست و تیغ تو مردن زہی سعادتِ ما
بشہدِ خندہ برآمیخت ترشیِ دشنام | انار میخوش او بیش کرد رغبتِ ما
سزای ماست کہ بیداد می کنی جانان | دلیر کرد ترا شیوۂ مروّتِ ما
کشود مشتریِ ما گرہ ز دشنامی | مگر ہمین ز زر نارائج است قیمتِ ما
گریستیم من و شبنم آنچنان آزاد | کہ گل بخونِ جگر غوطہ زد ز رقّتِ ما

ندانستند خوبان آہ قدرِ اُلفتِ ما را | تلف کردند بی تقصیر حقِّ خدمتِ ما را
سرت گردیم قربانت شویم ای قبلۂ عالم | کہ می سازد روا جز آستانت حاجتِ ما را

بر خاطرِ وحشت زدہ حقی ست الم را | صیاد شبانی کند آہوی حرم را

نمودم صرفِ اخلاصِ فقیران ہمتِ خود را | بخاصانِ الٰہی عام کردم الفتِ خود را
چرا ای گوہرِ شہوار می غلطی بہر پہلو | چنین ارزان نکردی گر شناسی قیمتِ خود را

رفت ز وعدہ سالہا چند کنم حساب را | وعدۂ سال بیش نیست دورۂ آفتاب را
مردم عمدہ بیشتر حرف زنند بہ جہت | ہست سواد یکطرف سر ورقِ کتاب را

حالتِ خویش گفتمش از سرِ ناز گفت بس — کو ندهد مرا دمن بنده ام این جواب را

نرگسِ او بجا کشید سرمهٔ دلپذیر را — خوب کمند وحدت است مردم گوشه گیر را

شد جاذبهٔ حضرتِ گل داد رسِ ما — آوتختهٔ صیاد ز گلبن قفسِ ما

زطرزِ شوخیِ آن نرگسِ بیمار دانستم — توان کردن بزورِ ناتوانی پهلوانیها

شاخ برهنه تیغ زند موسمِ خزان — یک برگ سبز زیر سپر می کشد مرا

تا غلامِ قدِ تو من شده ام — سرو آزاد گفته اند ترا

کار بی اُجرت نمی آید ز دنیا دوستان — می ستاند حقِ خود سنگِ محک هم از طلا

دست و پا گم کردهٔ چون کاروانِ سبحه ایم — هر قدم در ره بزورِ سینه مے غلطیم ما

دارد بباغ جلوهٔ مستانه عندلیب — از دست شاخ گل زده پیمانه عندلیب

هر غنچه خوابگاهِ پری زاد نکهت است — دیوانه شد ز جوش پری خانه عندلیب

بروی یار عقیق دهن بود نایاب — ز خامه ماند درین نسخه سُرخیِ هر باب

ای عزیزان نرگسِ خوبان زیارت کردنی است — حالتی دارد ز بیماری عیادت کردنی است

بر نمی دارم نظر یک لحظه از لعلِ لبت — آنچه می خواهم تو می دانی عنایت کردنی است

حالِ ما آشفتگان تقریر کردن خوب نیست — این پریشان خواب را تعبیر کردن خوب نیست

دور باید داشت از چینها کشادهٔ جبهه را — بابِ حسنِ خلق را زنجیر کردن خوب نیست

گرد رخسارِ بتان چون زلف گشتن عارِ ماست — گرد خود گشتن برنگِ چشمِ ایشان کارِ ماست

خوبرویان می توان آزاده را آسان خرید — بیع کردن مفت خود را رائج بازارِ ماست

حرفی که آشنای قلم شد جهان گرفت — این طفل نیسوار زمین و زمان گرفت

خلقی ز حالِ گوشهٔ ابروی او گریست — ناحق سرِ بریده زنش با کمان گرفت

سرمه آلوده نگاهِ تو عجب عربده جوست — تشنهٔ خون دلِ شیر زبان آهوست

روز بد حاجتِ اشراف به دونان اُفتد — تکیه گاهِ سرِ لبریز تفکر زانوست

تجرید دوست راه بآن آستانه یافت
تیری که کند جامهٔ ناوک نشانه یافت

دلی که آینهٔ مهر احمدِ عربی است
درون خانه چراغی و شیشهٔ حلبی است

ریاضتی کش و دریاب لذتِ عرفان
که آب را مزهٔ خوش بقدرِ تشنه لبی است

ادای طاعتِ روشندلان بسمتِ فناست
که قبلهٔ مشرقیان را بجانب غربی است

اگرچه خاک شدم اضطرابِ من باقی است
که پیچ و تاب رسن بعد سوختن باقی است

مانیِ نازک قلم نقشی ز چشمِ مست بست
چون نظر افگند بر محرابِ ابرو دست بست

خاکم تمام سوخت بجای رساندنی ست
این مشت تخم لاله بباغی فشاندنی ست

شب که یادِ ماه سیمائی دلم اندیشه داشت
ریخت هر اشکی که از چشمم پری در شیشه داشت

آن مسی مالیدهٔ دندان آفتِ جان بوده است
در تبسم بر سرِ داغم نمکها سوده است

سرفراز آن جهان باشد ذلیلِ این جهان
حرفِ ختمِ صفحه تاجِ صفحهٔ آینده است

گر نداری نظرِ رحم بمن بر خود کن
مشکن ای جان دلِ آباد که این خانهٔ تست

دوش مارا کرد بسمل چادرِ کوتاهِ او
می کشیدی از حیا هر سو نمی آمد درست

زده ام بر سرِ جهان پاپوش
بی سبب این برهنه پائی نیست

ز تصویرِ مجسم می توان یافت
که این عالم نمودار است و هیچ است

عروجِ بیخبران است مایهٔ وحشت
نمی رسند بهم هر دو شاه در شطرنج

می پرستِ من نه از پیرِ مغان گیرد قدح
از کفِ آن نوجوانِ مهربان گیرد قدح

کار دانا نیست در ایامِ غم ناخوش شدن
وقت نرگس خوش که در فصلِ خزان گیرد قدح

ترا ز پرتوِ رخسار خود گریبان سرخ
مرا ز دیدهٔ تر آستین و دامان سرخ

فتاده است بزنجیر آتشین کارم
کز زلفِ او شده از چهرهٔ درخشان سرخ

کسی چه رنگِ اقامت درین زمین ریزد
نشد ز آبلهٔ خار این بیابان سرخ

وجودِ اهلِ کمال است زینتِ هر شهر
ز فیضِ لعل بود چهرهٔ بدخشان سرخ

سرکشی سرمایهٔ نقصان دولت می شود   نیشکر را بند بالا کم حلاوت می شود

ناتوانی خلق خوش را با عبادت جمع کن   سبحهٔ صندل ز صندل بیش قیمت می شود

چشم بیباک تو بسیار سیه کاره افتاد   آن قدر باده کشی کرد که بیمار افتاد

می شناسد نگهش بسمل خود را از دور   حیرتم گشت که این مست چه هشیار افتاد

یاد پرواز بگردد دل او پر نزند   عندلیبی که بدام تو گرفتار افتاد

در بیابان جنون گرم فغانم کردند   جرس قافلهٔ ریگ روانم کردند

مایهٔ عمر اگر هست برای سخن است   شمع سان پیکر من صرف زبانم کردند

خانه آرایان دنیا کار بیجا کرده اند   از کتانها خیمه در مهتاب برپا کرده اند

بی دماغیهای آن گل را نمی دانم سبب   عندلیبان چمن شاید که ایما کرده اند

تشنهٔ خون چمن قابل کشتن باشد   که گل چیده ز گلبن سر بی تن باشد

گرچه از صلب قلم نامه شود آبستن   در قبول سخن شوق ستردن باشد

آهوان را روش ناز که آموخته است   حسن بی ساختهٔ آزاد چه احسن باشد

روزی که قضا فرصت عمر شررم داد   تا چشم کنم باز نوید سفرم داد

نقشی ست عجب دائره هندی خطش   کز سایه خورشید جمالش خبرم داد

والله که من قابل پرواز نبودم   دل گرمی آن شمع وفا بال و پرم داد

دوش صد دست دعا در هر خم موی تو بود   لیلة القدری که می گویند گیسوی تو بود

شب زما آواز پا ز دیدنت سودی نداشت   نکهت گل فاش از خاک سر کوی تو بود

نقش حسن روز افزون ترا مانی کشید   ساعتی نگذشت تا دیدم پشیمانی کشید

می توان وحشی مزاجان را بنرمی رام کرد   خامهٔ مو دامن خوبان به آسانی کشید

هر که چون نرگس خوبان در میخانه زند   می و ساغر همه خود گردد و پیمانه زند

حسن در زینت خود صرفهٔ عاشق نکند   شمع در جیغهٔ زرین پر پروانه زند

سر گیسوی تو گردم بتو نقصانی نیست دست آزاد اگر زلف ترا شانه زند

خط بر رخ زیبا نه پسندید بجا کرد این صفحه غلط بود تراشید بجا کرد

خط روشنی حسن ترا بود حجابی مقراض گل از شمع تو بر چید بجا کرد

شکوه خال بروی حبیب باید دید ستاره سوخته خوش نصیب باید دید

شب که ساقی مجلس آرا بر کنار آب بود دختر رز جلوه گر در چادر مهتاب بود

به پیش پای قاصد نامه افگندن ادا دارد که دستی خاکساری در وصول مدعا دارد

نقش و نگار دنیا سیر بهشت دارد اما چو پای طاؤس انجام زشت دارد

خط مشکین خال رخسار ترا بر سر رسید فوج هندستان به تسخیر ملک عنبر رسید

مردم سر حلقه را حرص فزون تر بود مقری تسبیح را رشته مکرر بود

این دل نو عشق یاد چشم دلبر می کند طفل نو آموز درس صاد از بر می کند

شب از عتاب نرگس او دل دو نیم بود بستم لب از سخن که مخاطب سقیم بود

مرا بحالت نفر آسمان نمے پرسد که تیر ریخته پر را کمان نمے پرسد

دل در بر من چه سان نشیند او پهلوی دلستان نشیند

فراهم گشت سامان بلا طرح قیامت شد قیامت بر زمین یک سرو قد بالید و قامت شد

خبر رساند عزیزی غرور یار نماند بگفتمش که درست است گفت خط آمد

چون دو یکدل که در آئینه بهم جلوه کنند صحبت ما و تو صد حیف دمے بیش نبود

مرا به عربده کشتی و باز آمده فدای ناز تو گردم دگر چه خواهی کرد

بیک کرشمه عجب ناخنی بدل زده هنوز ماه نوی پیشتر چه خواهی کرد

حذر ز آفت ممنون خویش باید کرد که آفتاب ز بیداد ماه مے گردد

مرا ز قبله نما این سخن یقین گردید که خضر راه شود سنگ گر خدا خواهد

مرا آزاد وضع پرتو خورشید خوش آمد سحر گر بر زمینی مے نشیند شام بر خیزد

زمانه جلوه کند هر نفس بحالِ دگر — پیاله نوش و مکش انتظار سالِ دگر
قدِ تو نشو و نما کرد در دلِ خوبان — چون آن نهال که روئیده در نهالِ دگر
چه باغبانیِ دلخواه کرد دخترِ رز — که داد آن گلِ سیراب را جمالِ دگر

زن بود در زبانِ هندی نار — وَقِنَا رَبَّنَا عَذَابَ النَّار

همتِ والایِ زلفِ او تماشا کردنی ست — در پریشانی چه خورسند است از عمرِ دراز

در رکابِ محملِ معشوق خاموشیم و بس — ناتوانان از کجا یابند فریادِ جرس
این چنین صیاد و ظالم هیچ مظلومے ندید — وقت گل پوشید از برگِ خزان روی قفس

مرا در اضطراب طرفه دارد تندیِ خویش — که همچون شاخِ آهو پیچ و تابی خورده ابرویش
بقربانت روم پایِ تو بوسم مرحبا ای دل — که می آئی ز سیرِ لیلة المعراج گیسویش
زدم بر دست او گر بوسهٔ گستاخ معذورم — مرا تعلیم شوخی می دهد تعویذ بازویش

چه می پرسی ز حالِ نسخهٔ دل چیست تحریرش — کتابی در بغل دارم که قرآن است تفسیرش
ز ابرویِ تو می آید گرفتن کشورِ دل را — نه هر صاحبقرانی مے تواند کرد تسخیرش
درین صحرا سرِ شور افگنی مجنونِ ما دارد — توان وا کرد قربانت شوم یکبار زنجیرش
سعادتمند بیند زلفِ مشکینِ تو در رویا — که چون در خواب آید اژدها گنج است تعبیرش
ز قاتل نیست امیدِ رهائی جانِ شیرین را — که می آرد برون مانند طوطی بالِ شمشیرش
هلاکِ حیرتم از شوخیِ ناز آفرین طفلے — کند صد رنگ بازی در زمینِ صفحه تصویرش
سرت گردم شنو از قاصدِ آزاد پیغامے — چه مضمونها که ظاهر می شود از طورِ تقریرش

اشکِ بیتابم کند در دیده صبح و شام رقص — می کند این طفلِ نادان بر کنارِ بام رقص
گرد بادم کار من دیوانگی آشفتگی است — می کنم یکدست از آغاز تا انجام رقص
دُرِّ غلطان وجد در گردِ یتیمی مے کند — کار روشن دل بود در کلفتِ ایام رقص
نسبتِ تام است با طاؤس نخچیرِ ترا — بال افشان می کند در حلقهای دام رقص

حالِ منِ درویش به سلطان که کند عرض	از مور پیامی به سلیمان که کند عرض
در کوچهٔ این شهر مرا تنگ گرفتند	بیتابی مجنون به بیابان که کند عرض
عمریست که یک خانه نشد قسمتِ پایم	حرمانِ غریبی به مغیلان که کند عرض
از دل شکنی حالتِ ظالم شود ابتر	این حرف بآن زلف پریشان که کند عرض
آزاد ازین باغ نچیند گُلِ رعنا	یکرنگیِ اورا به عزیزان که کند عرض
در عاشقی ز یار ادا کرده ایم شرط	خود را بخون نشانده حنا کرده ایم شرط
بر روی یار طرهٔ ممتاز کن لحاظ	بسم اللهِ صحیفهٔ اعجاز کن لحاظ
در خاک رفت و چهرهٔ آسودگی ندید	انجام کار گریهٔ غمّاز کن لحاظ
مردان ز خاک هم خبرِ آسمان دهند	فالِ کلام حافظِ شیراز کن لحاظ
سخن روشنگرِ آئینهٔ جان است در واقع	چراغ مشهدِ طوطی نوایان است در واقع
نظر کن صبح نوروزی که اُفتد روز عاشورا	نشاط و غم بهم دست و گریبان است در واقع
برهمن از درِ بتخانه بے جا کام می جوید	بجای خویش بُت هم سخت حیران است در واقع
گل مغرور را گلچینِ منصف سر برید آخر	نگاهِ عجز بلبل تیغ عریان است در واقع
ز خال گوشهٔ آن چشم سخت مے ترسم	که هندوئی شده با کافرِ فرنگ رفیق
کسی چگونه شود آشنایِ نشهٔ تاک	غذائی دوزخیان است آب آتشناک
دل از خیالِ مهوشان یک شهر سامان در بغل	این شیشه باشد دیدنی دارد چراغان در بغل
روزِ قیامت هر کسی در دست گیرد نامهٔ	من نیز حاضر می شوم تصویر جانان در بغل
تا وا کند بادِ صبا فالی برایِ مقدمت	آمد به گلشن شاخ گل از غنچه قرآن در بغل
شهرِ نکویان دیده ام خوانند درسِ حسنِ خود	جای کتاب آئینه هر طفلِ دبستان در بغل
از دستِ موجِ اولین بی طاقتیها مے کنی	دارد حباب آسمان بسیار طوفان در بغل
از سردیِ طبعِ جهان واماند خلق از کارها	گیرند مردم دستها فصل زمستان در بغل

آزاد با این دردِ دل آرد اگر رو در چمن　　پوشیده قمری را کند سروِ خرامان در بغل

در عدم از جلوهٔ حسنت خبر مے داشتم　　دیده را محوِ تماشای کمر می داشتم
کرد آخر ناتوانیها ز صیادم خجل　　می پریدم تا قفس گر بال و پر می داشتم
تحفهٔ شایستهٔ احباب از اقلیم فقر　　گر نه این دستِ دُعا بودی چه بر می داشتم
از کمانِ بحث کج هر جا خدنگی سر کشید　　پیش رو از مُهر خاموشی سپر می داشتم
خاکساری صندلی مالید بر پیشانیم　　ورنه از سودای رفعت دردسر می داشتم
حسن او نادیده شورِ عشق در سر داشتم　　از عدم مانند گوهر دیدهٔ تر داشتم
هر کسی بر داشت چیزی را ز اسباب جهان　　من ازین دنیای فانی دست را بر داشتم
نامهٔ سوزِ مرا حاجت بوا کردن نشد　　داغ صد طاؤس بر بالِ کبوتر داشتم

دامانِ وحشتی ز جهان بر کمر زدم　　چون بوی گل شکسته قفس بال و پر زدم
تا آمدم چو غنچهٔ نرگس درین چمن　　چشمی کشادم و گلِ حیرت بسر زدم

بیادِ چشم او در انجمن دیوانه گردیدم　　ز جا بر خاستم گرد سرِ پیمانه گردیدم
به پیشِ غیر با من نامناسب دید آمیزش　　ز اندازِ نگاهی یافتم بیگانه گردیدم
کجا در بزمِ من آن شمع بی پروا قد افرازد　　خیالش در نظر آوردم و پروانه گردیدم

چو سایه در قدمِ سرو سرفرازِ توام　　مرید سلسلهٔ گیسوی درازِ توام
من از جناب تو دستِ حمایتی خواهم　　چراغ سوختهٔ داغ جانگدازِ توام
نگاهِ تست به آزاد بیش از دِگران　　غلام معتقدِ حُسن امتیاز توام

شبی که گم شده آن آفتاب از نظرم　　ز اشک ریزیِ مژگان ستاره می شمرم
ز من جُدا شده دل رفت در پیِ دهنش　　ازین مسافرِ راهِ عدم نشد خبرم
تو آفتابی و من ماه بی نصیب محاق　　بیا درین دو سه شب بیتو داغ شد جگرم
شبِ وصل است گیرد اشکِ شادی راه دیدارم　　چه باید کرد - افتاد است با طفلی سر و کارم

دریدپردهٔ حیرت سرشک بینا بم | زپشت آینه بر رو دوید سیما بم
شود چو تیغ به میدان اصالتم روشن | اگر حریف شود سنگ رو نمی تابم

یار را دیدنِ من در عرقِ شرم نشاند | از نگاهِ غلطِ خویش پشیمان گشتم

حقوقِ بندهٔ صاحب وفا رعایت کن | تصدقِ سرِ خود بوسهٔ عنایت کن
غریب شهر توام درد من تو می دانی | اگر دوا نکنی تو بتی عیادت کن
امیدوارِ گرفتاریم درین صحرا | ز دام جذبهٔ خود حلقهٔ کرامت کن

گره ز ابروی خود وا نکرد قاتلِ من | شهید این دو کمان مهره است بسملِ من
چو شیشه که دران نرگس از هنر سازند | خیال چشم کسی جا گرفت در دلِ من
حباب خوش منشم ے زیم بوضع صفا | ز آب حرف بنا کرده اند منزلِ من
بحال مجلسیان طرفه گرم دلسوزی است | خدا زیاده کند عمر شمع محفلِ من

سیر حسنِ آن ذقن با زلف عنبر فام کن | سایهٔ و چاه است ای دل اند کی آرام کن

می رسد از خانهٔ آئینه سرشارِ جنون | این پری از سایهٔ خود شد گرفتارِ جنون

تیغ تو سینه را کرد افگار تا بگردن | این آب کرد طغیان یکبار تا بگردن
همچون نگین نباشد فارغ ز دل خراشی | در زر اگر نشیند زر دار تا بگردن

نگردد محو از لوحِ جهان حرفِ ثباتِ من | که باشد در دمِ تیغ قلم آبِ حیاتِ من
دلِ آن شوخ شاعر پیشه آخر سوخت بر حالم | که انشا کرد بعد از مرگ تاریخِ وفاتِ من

به دامانِ کسی جز دامنِ خود جا نمی گیرد | برنگِ جوهرِ آئینه گر خیزد غبارِ من

تنها چو برق تا درِ مطلب دویده رو | بی انتظار قافله در خون طپیده رو
لازم بود زکوٰة مغیلان درین طریق | از خارهای بادیه دامن پچیده رو

نه از خلخال زرین زیور آن سروِ سهی کرده | بپایش بوسه زد خورشید و قالب را تهی کرده

بزرگ و خورد جهان است در نیاز یکی | که هست شاه و گدا در صفِ نماز یکی

نوای نی نوازی بر دلِ من زخم زد کاری — نهان در پردهٔ نے ناخنِ شیراست پنداری
سرِ دنبالهٔ چشمِ تو دارد خال موزونی — کمر بستند با تارِ سیه تعویذِ بیماری
به پشتی کار گیرد از صفِ برگشتهٔ مژگان — توان آموخت از چشمِ بتان آئینِ سرداری
دلِ آزاد را خشمِ بتان غمگین نمی سازد — نگردد در هوای آتشین آئینہ زنگاری

آئینہ دار تصفیه گر آرزو کنی — دل را ز آبِ دیدهٔ خود شسته وشو کنی
گفتم باو چرا شکنی دل - جواب داد — در ملکِ من ترا نرسد گفتگو کنی
زیبد ترا اگر به لباسِ برهنگی — از نقشِ بوریای قناعت اتو کنی
آزاد پیرِ میکده ارشاد مے کند — در پای خم نشینی و می در سبو کنی

دلربایانه به ویرانهٔ ما می آئی — می توان یافت که از شهرِ وفا می آئی
طرزِ شوخی نگذارد که نشینی یکجا — به تماشای چمن پا بحنا می آئی
می توان ریخت عبیری ز غبارِ دامن — گر به گلگشتِ مزارِ شهدا می آئی
بر سرِ مشهدِ آزاد شنیدم امروز — که تو می آئی و بسیار بجا می آئی

نیست در ربطِ دلی حاجتِ قربِ بدنی — تشنهٔ دشتِ عقیق است سهیلِ یمنی
داد آزاد گهرها قلمِ واسطه را — هست رسمِ شرفا پاسِ حقِ هموطنی

نمود جلوهٔ اعجاز شمعِ مُطّلبی — نماند شوخیِ چشمِ شرار بولهبی
فدای خاصیتِ وادیِ عقیق شوم — که کرد ریگِ روانش علاجِ تشنه لبی
زیارتِ تو کند آفتاب هر شب نذر — رود صباح جاو ریز جانبِ غربی
ز بسکه ذوقِ شکستِ تو داشت ساغرِ ماه — گرفت رنگِ نزاکت ز شیشهٔ حلبی
خوش است حسنِ تقاضا ز باغبانِ کریم — نصیبِ ذائقه ام کن حلاوتِ رطبی
بآفتابِ نبوت رسانده ایم نسب — توان ز ذرهٔ ما دید نورِ خوش نسبی
بملکِ هند چو من نیست طوطیِ آزاد — که کرد تربیتِ من شکرلبِ عربی

سلطانِ رسل شمع شبستانِ یقین | پروانۂ او چراغ ماه و پروین
نخلِ قدِ او درین چمن سایہ فگند | برق جهانیان نہ بر روی زمین

(۱۲۳) یوسف - میر محمد یوسف سلمہ اللہ تعالی

بن سیّد محمد اشرف الحسینی الواسطی البلگرامی - ولادت او بیست دیکم شوال روز دوشنبہ سنہ ستہ عشر دمائۃ و الف (۱۱۱۶) دست داد

مشارٌ الیہ سابق واسطۃ العقد فضلا ست و حالا بیت الغزل شعرا - صاحب شان عالی است - و عزیز مصر صاحب کمالی - زلیخای دانش را در پیرانہ سری بہ خلعت جوانی نواختہ - و حاصل زراعت علم را در ایام قحط سالی بجہ مرتبہ ارزان ساختہ - طبع دقیقش نشتر عروق اشکالات - قوت حافظہ اش پرمنخانہ فراوان معلومات - عملی کہ ثمرۂ شجرۂ علم است سرمایۂ بوستانش - وحسن خلق کہ گل سرسبد آدمیت است پیرایۂ گلستانش من شکستہ بال و میر صاحب کمال دختر زادہای حضرت علامی میر عبد الجلیل بلگرامی ایم نوّر اللہ مرقدہٗ و از ابتدای ایام زندگانی تا اواسط هنگام جوانی درس آموز یک دبستان - و عندلیب یک گلستانیم - کتب درسی از بدایت تا نهایت بجناب استاذ المحققین میر طفیل محمد بلگرامی روّح اللہ روحہٗ گذرانیدیم - و لغت و حدیث و سیر نبوی در خدمت علامۂ بے بدیل میر عبد الجلیل اجلہ اللہ تعالی بسند رسانیدیم و عروض و قافیہ و بعض فنون ادب از خدمت میر سید محمد سلمہ اللہ تعالی اخذ نمودیم -

طریق تحصیل چنین بود کہ پیوستہ دو کتاب یا کتابی و احد از دو مقام بسماعت و قرات یکدیگر مے خواندیم - و شبہ بر سے در مضمار تحصیل می راندیم اگر احیانا یکی را عارضہ روی داد سبق دیگری در معرض توقف مے افتاد - و در وقت اقامت وطن و کسب علوم چندی اوقات در افادۂ طلبہ نیز صرف گردید -

میر محمد یوسف در سنہ سبع وخمسین ومائۃ والف (۱۱۵۷) در دار الخلافہ شاہجہان آباد از بعض فضلاء آن بلدہ علوم ریاضی ہیئت و ہندسہ وحساب و غیرہا خواندہ قدرتی عالی در فنون ریاضی بہم رساند۔

وبہ ارادت سید العارفین میر سید لطف اللہ قُدِّسَ سِرُّہٗ استسعاد یافتہ ہموارہ بطاعت وعبادت وبمطالعہ ومباحثہ کتاب می گذراند۔ وباوصف شواغل حاش تعمیر اوقات از دست نے داد۔

ومیر کتابی تالیف نمودہ باسم "اَلْفَرْعُ النَّابِتُ مِنَ الاصل الثابت" مشتمل بر چہار اصل وخاتمہ در تحقیق مسئلہ توحید کہ تحریرش بسیار متین ولطیف واقع شدہ و مطالب بلند ومقاصد ارجمند فراہم آوردہ شَکَرَ اللّٰہُ سَعْیَہٗ۔ راقم الحروف در تاریخ اتمام این کتاب گوید ؎

میر یوسف عزیز مصر کمال ۔۔۔ از خمِ معرفت کشید رحیق
کرد در وحدتِ شہود رقم ۔۔۔ نسخۂ تازۂ بہ فکر عمیق
از احادیث و از کلام اللہ ۔۔۔ کرد اثبات حق زہی توفیق
ہست این نقش دلنشین الحق ۔۔۔ یادگاری ز خامۂ تدقیق
سال تالیف این کتاب خرد ۔۔۔ گفت۔ شمعِ مجالسِ تحقیق

اکنون سروستان اشعار موزونش بالیدنے دارد۔ ونسائم انفاس ہمایونش خرامیدنے ؎

زجام مہر لبود ہمچو بدر ستیِ ما ۔۔۔ بقدر وصل شود محو یار ہستیِ ما
برنگ نقش نگین از فروتنی آخر ۔۔۔ چہ نامہا کہ برآوردہ است پستیِ ما
زطرفِ دامنِ پاکِ تو کامیاب نشد ۔۔۔ بخواب ہمچو زلیخا درازدستیِ ما
ہمین کہ چشم کشودیم صبح چون شبنم ۔۔۔ زآفتاب رخت رنگ باخت ہستیِ ما

دلم ز عرض تحمل ملول شد یوسف   غبار آینه گردید خود پرستیِ ما

از نالهٔ ما در دلِ جانان اثری هست   پیوند سرِ رشتهٔ ما با گهری هست
ای گل خبر از بلبل بیچاره چه پرسی   افتاده به کنج قفسی بال و پری هست
قمری به سرِ تربتِ من گرم فغان است   بسمل شدهٔ قدِّ ترا نوحه گری هست
گر نیست نشانی ز دلِ سوختهٔ من   شادم که درین راه مرا چشم تری هست
سوز جگرم از اثرِ گرمی آهش   دانم که به خاکسترِ قمری شرری هست
پیغامِ من و بادِ صبا این چه خیال است   در کوی تو از آه مرا نامه بری هست
زندانیِ چاهِ زقن از خود شده یوسف   داند که ترا نیز بحالش نظری هست

مانند شمع از همه آزاده می رویم   صد جاده سوختیم و بیک جاده می رویم
صورت نه بست در دلِ ما نقش هیچکس   آئینه وار از دو جهان ساده می رویم
در شاهراه عشق نداریم کاهلی   چون شمع در مقام خود استاده می رویم
در دورِ چشم یار شکستیم توبه را   بیرون ز دام سبحه و سجاده می رویم
در راهِ شوق تا سرِ کوی تو عمرهاست   بی دست و پا چو جادهٔ افتاده می رویم
پست و بلند راه ندانیم همچو سیل   یوسف عنان خویش ز کف داده می رویم

از تواضع رتبهٔ صاحب کلاهی یافتم   یوسفم از بندگی اقبال شاهی یافتم
تا تغافل کرد دیدم سیر آن طنّاز را   التفاتِ چشم او در کم نگاهی یافتم
دیده ام دریای شورِ عشق را ساحل نداشت   کشتیِ خود را درین دریا تباهی یافتم
نامهٔ اعمال خود یک عمر یوسف خوانده ام   حرف انجامش همین لطفِ الٰهی یافتم

رباعی

ای در چمنِ پیمبران تازه گلی   در محفل ساکنانِ لاهوت مُلی
یوسف نتواند که کند نعت ترا   آغاز دو عالمی و ختم رُسُلی

شاہی کہ لباس نور پیرایۂ اوست | خورشید و قمر بہرہ ور از مایۂ اوست
ہرچند کہ ذات پاک او سایہ نداشت | امّا دو جہان غنودہ در سایۂ اوست

گر مہر رخ تو جلوہ پیرا نشدی | یک ذرہ ز کائنات پیدا نشدی
در نقطۂ نور نگشتی مرکز | نہ دائرۂ فلک ہویدا نشدی

خود شافع محشر است شاہِ مردان | این حرف بسان آفتاب است عیان
زان رو کہ عبادت است دیدن او را | چشمے بکشا بروی شبیر یزدان

دریاب بہارِ گل و ریحان نبی | سبطین کہ تمکین دل و جان نبی
سرمایۂ کونین ازینہا برگیر | کین لعل و زمرد اند از کان نبی

وقتی این غزل بہ مشارٌ الیہ فرستادم ؎

جان می طلبد لقای یوسف | دل می طپد از برای یوسف
ای باد صبا نوازشی کن | از نکہتِ جان فزای یوسف
آزادم و بودہ ام گرفتار | در سلسلۂ ہوای یوسف
از دیدۂ شوق تکمہ سازم | وز پردۂ دل قبای یوسف
گیرند بسرمہ خاکِ راہش | چشمِ من و خاکپای یوسف
مصرِ دلِ من ہمیشہ آباد | از جلوۂ دلکشای یوسف
ہم عمر برادرِ شفیقم | از حق طلبم بقای یوسف
بازار محبت است اینجا | نقدِ دلِ من بہای یوسف
او قدر شناس بندہ آزاد | من شیفتۂ ادای یوسف

مشارٌ الیہ در جواب این غزل طرح کردہ ارسال فرمود ؎

سلطانِ جہان گدای آزاد | جم مرتبہ بینوای آزاد
پہلو ز کنار من تہی کرد | این دل کہ شد آشنای آزاد

شوریده بسانِ قمریم کرد | سروِ قدِ دلربای آزاد
گل را بچمن نمی توان دید | بی چهرهٔ دلکشای آزاد
چون سرمه جلای دیدهٔ من | گردِ سُمِ بادپای آزاد
از طوف مدینه آبرویش | وز دولت حج صفای آزاد
یک عمره بنام من اداکرد | یک عمر کنم دُعای آزاد
گرجمله زبان شوم چو سوسن | دشوار ز من ثنای آزاد
آزاد شفیق بنده یوسف | من در گرو هوای آزاد

والیضاً این غزل به فقیر تحریر نمود ؎

تا دلم از رهِ تو دُور اُفتاد | چون جرس از فغان ندارد یاد
سنگ را آب کرد گریهٔ من | کوه را داد ناله ام برباد
دلِ من قمری است زمزمه سنج | سروِ موزونِ من قدِ آزاد
که رساند غبار من به درش | کاش بادِ صبا کند امداد
او غلامِ علی و خاکِ درش | یوسفِ ما عزیز مصر و داد
نام او بر عقیق دل کندم | این نگین را چه خوب نقش اُفتاد
به که بر دوستان بیان سازم | ربط اورا براے استشهاد
من واویم از ازل تو ام | سنهٔ ما یکے ست در میلاد
هردو بودیم موردِ یک فیض | درس خواندیم پیش یک استاد
وقت تحصیلِ ما به بیضاوی | مشترک بود کسب استعداد
چون کمربست جانب حرمین | بهره اندوز شد ز خاکِ مراد
سعی یک عمره کرد از پیِ من | دلِ او باد از صفا آباد
چه توان کرد شرح احسانش | جز دُعا در جناب ربِّ عباد

در جهان باد چون تخلص خود یارب از قید این و آن آزاد

(۱۲۴) غلام۔ میر غلام نبی بلگرامی

بن سید محمد باقر بن سید عبد الحمید از اولاد سید محمود اکبر بلگرامی است قدس سرہ کہ در فصل فقرا از دفتر اوّل مذکور شد۔

تولّد میر غلام نبی دوم محرم مکرم سنہ احدی عشرۃ و مأتہ و الف (۱۱۱۱) دست داد داو ہمشیرہ زادۂ علامی میر عبد الجلیل بلگرامی است نوّر اللہ مضجعہ۔ ہرگاہ خبر تولّد او بہ علامۂ مسطور کہ با خلد مکان در نواحی قلعہ ستارہ تشریف داشت۔ رسید حضرت علامی خواست کہ تاریخ تولّد او ضبط نماید۔ درہمین فکر خواب برد۔ در عالم رویا صورت مولود را دید کہ می گوید ع نور چشم باقر عبد الحمیدم

بعد بیدار شدن چون عدد مصراع بشمار رسید تاریخ کامل برآمد۔ سہ مصراع دیگر فراہم آوردہ قطعہ در بحر رمل مسدس سالم کہ سہ بار فاعلاتن باشد نظم کرد کہ ؎

نور چشم میر باقر گفت با من چون گل خورشید در عالم دمیدم

سال تاریخ تولد خود بگفتم نور چشم باقر عبد الحمیدم ۱۱۱۱ھ

و بہ مردم بلگرام قلمی فرمود کہ این مولود مسعود شاعر خواہد شد۔ آخر نوعی کہ از زبان شریف برآمدہ بود بظہور رسید۔

مشارٌ الیہ در صفای ذکا و علو فطرت و انواع قابلیت یکتای زمان بود و در فنون عربی و فارسی و ہندی ممتاز اقران۔ تحصیل علمی تمام در خدمت استاذ المحققین میر طفیل محمد بلگرامی طاب ثراہٗ نمود۔

و سلیقۂ او با ترتیب نظم نہایت مناسب افتاد۔ سیما شعر ہندی کہ درین فن کوس یکتائی می نواخت۔ و طوطیان ہند را دو چار آئینۂ حیرت مے ساخت۔ برخی از نورسان

حدیقهٔ طبعش در فصل ثانی جلوه می کند
و نیز در موسیقی و ساز هندی نقش مهارت می زد۔ با این همه هنرها در میدان شجاعت دلیر بود۔ و در فن تیراندازی بی نظیر۔

پایان عمر در رفقاء نواب صفدر جنگ وزیر انتظام داشت و در جنگی که نواب وزیر را با افاغنه[۱] پیش آمد میر غلام نبی در معرکه مفقود گردید۔ و چون عنقا بسر منزل بے نشانی آرامش گزید۔ و این سانحه ببیست و دوم شوال سنه ثلث و ستین و مائة و الف (۱۱۶۳) مابین بیتالی و سهاور از توابع اکبرآباد واقع شد محرر کتاب گوید ؎

وحیدِ زمان سیدِ خوش سخن — به فردوس مے زد ز جامِ نبی
قلم گریه سر کرده تاریخ او — رقم کرد "ہی ہی غلامِ نبی" ۱۱۶۳

فیما بین میر و فقیر محبت تام بود و سالها در بلگرام و شاهجهان آباد و اله آباد هم صحبت بودیم۔ حیف که این چنین هم جنس صاحب کمال ازین عالم رحلت کرد و انجمن یاران را بی حلاوت ساخت۔

میرزا جانجانان مظهر سلمہ الله تعالیٰ فن شعر هندی از میر غلام نبی اخذ نمود۔

این چند بیت فارسی یادگار اوست ؎

همیشه در دلِ خود یاد زلف او دارم — فسونگرم که چنین مار در سبو دارم
از خرامِ او دری بر خویشتن وا می کنم — عالمِ بالا درین عالم تماشا می کنم
آخر از تیرگیِ بخت نگین کام گرفت — که ز لعلِ لبِ او بوسه به پیغام گرفت
بسکه شد آغوش پستی منزلِ آرام من — چون نگین در موم هم بالا نگردد نام من
همرهِ خود این رقیبِ بدرگ آوردی چرا — من نه آن صیدم که بگیر بزم سگ آوردگی [چرا]

[۱] مآثر الامرا جلد ا صفحه ۲۶۴ تذکرهٔ صفدر جنگ۔

خط ز زلفِ تو رُخ بزور گرفت — جای مار این هجوم مور گرفت
تا نمک ریخت بر جراحتِ من — لبِ شیرینِ یار شور گرفت

در چمن چون گل نبا شد آشنایِ عندلیب — کز تهِ دل زر بر آرد از برای عندلیب
در چمن گل بر کفِ خود زعفران آورده است — تا بدل با خنده سازد گریهای عندلیب
دوزخِ عشاق باشد بی رخِ جانان بهشت — باغ بی گل می شود ماتم سرای عندلیب

داد از دست نگاهِ تو که هنگام وصال — چون تغافل دہد از دست حیا ساز کند

رباعی

آنها که براه بی ہراسی شده اند — در خلق علم بحق شناسی شده اند
در باب که این خدا فروشانِ جهان — در ترک لباس خوش لباسی شده اند

(۱۲۵) عجیب ـ سید قریش بلگرامی

از احفاد سید بدر الدّین جد القبیله یکی از قبائل اربعه محله سید واره و برادر خاله زادۂ حقیقی جیر جلیل میر عبد الجلیل است۔

خوش خلق و ظریف بود۔ و سلیقۂ نظمی داشت۔ در مدح سیدی می گوید ؎

گل همان به که زگلزار پیمبر باشد — مل همان به که ز میخانۂ کوثر باشد
گوہر آن نیست که از نطفۂ نیسان زاید — گوہر آن ست که از معدنِ حیدر باشد
ای خوشا تازه نهالی که به بُستانِ شرف — دست پروردۂ زهراء مطهر باشد
آنکه از جبهہ او نور سیادت پیدا است — عالم افروز تر از نیرِ اکبر باشد
در زمینی که بخندد گلِ خُلقِ حسنش — ہر کفِ خاک بخاصیتِ عنبر باشد
چشم بد دور ز سیمای حسینی نسبی — چمن آرای جهان این گلِ احمر باشد
مدح او را نتوان در قلم آورد عجیب — زانکه از حوصلۂ خامہ فزون تر باشد

او اخر ایام زندگانی همراه نواب مبارز الملک سربلند خان تونی - جانب گجرات احمد آباد رفت و در آنجا این بیت فارسی و هندی آمیز از طبعش سرزد

اندکی ایڑ گر زنم به سمند ٹیلۂ هفت آسمان ٹپ جائے

قضارا بر طبق مضمون بیت در سنه اربعین و مأته و الف (۱۱۴۰) خود با اسپ غائب گردید و نوعی توسن را جلوریز ساخت که گردی از هیچ جا بر نخاست - عمرش قریب به شصت سال بود - رحمہ اللہ تعالیٰ

(۱۲۶) بیخبر - میر عظمت اللہ بلگرامی

خلف الصدق سید العارفین میر سید لطف اللہ بلگرامی قدس اللہ اسرارہم گلهائی مناقب والا از چمن اوّل باید چید - و روائحی که مشام ملأ اعلی را معطر سازد باید شنید -

میر بی نظیر از عرفاء شعراست - و از صوفیۂ صاحب لسان - و در ادای حقائق و معارف ممتاز زمان - طرز کلامش به نمکینی ادای خوبان و انداز بیانش به دلنشینی عشوہ محبوبان - نکهت خلقش سرمایۂ ختنها - و رنگینی صحبتش ساز و برگ چمنها - خاص و عام راغب مجلس خاص بودند - و در خور استعداد طرفی می بستند -

بیخبر تخلص بجامی کرد که باخبر بیخبر بود - و بر قول حضرت لسان الغیب عمل می فرمود که ؎

مصلحت نیست که از پرده برون افتد راز ورنه در مجلسِ رندان خبری نیست که نیست

و او را با میرزا عبد القادر بیدل ملاقات است - در تذکرۂ خود مسمے به "سفینۂ بیخبر" مجلس خود را با میرزا بیدل ذکر کرده - درینجا کلام او نقل کرده مے شود :-

"فقیر را کہ اتفاق دیدن دیدا یشان اُفتاد- حقاکہ در کمال خلق ومزہ ودرد وشوق یافتم- تاکہ
"نشستہ بودم سوای اشعار مقتضی شوق و فقر دیگر حرف بر زبان نراند- بندہ گفتم ضیافت طبع فقیر
"می فرمایند گفت ای صاحب بعد مدتی ہیچو شما ہمرنگ را غنیمت یافتہ ایم- بعد ازان این
"سہ بیت فقیر کہ در ذکر بمقام خود ہا خواندہ شد نقل گرفتہ برخاستہ رخصت فرمود- ابیات اگرچہ
"قابل ایراد اینجا نیست اما بجہت اتمام تقریب نوشتہ می شود ؎

"این قدر ہرزہ چپ و راست دویدن عبث است | چاک کن سینۂ خود را سرِ راہی دریاب
"بلند اُفتد چو مقطع پست سازد حسن مطلع را | کشد پائینِ محفل قدر من بالانشینان را
" خون شدم بیخبر ز دست تہی | جامۂ فقر رنگ باید کرد

" برین بیت عزیزی گفت میرزا صاحب حسن این شعر معلوم نشد- میرزا فرمود- در فقر
" مرتبہ ایست تا خدا کرا نصیب کند- مجملا شرح آن این مصراع بیخبر است کہ ع
" دولت پایندہ در دستِ تہی ست
" وآنچہ میرزا از اشعار خود بہ تقریبہا خواند تا کجا در خاطر باشد اما این دو بیت بیاد می
" آید ؎

"بیدل ہمہ تن خاک شدی لیک چہ حاصل | در خاک نشستی و بران در نہ نشستی
"گویند بہشت جای خوبی ست | آنجا ہم اگر دماغ باشد

"واین بیت خاقانی ہم خواندہ بود ؎

"ہمسایہ شنید نالہ ام گفت | خاقانی را دگر شب آمد انتہی

در سنہ اربع وثلثین ومائۃ والف (۱۱۳۴) میرو فقیر از بلگرام تا شاہجہان آباد
ہم سفر بودیم- وچون کواکب سیارہ بہ شرکت گردون راہ پیمودیم- تمام راہ بحظ دلخواہ گزشت
این چنین سفر بمراتب بر حضر رجحان دارد-
روزی نقل فرمود کہ ہرگاہ این مطلع از من سرزد ؎

ازصف مژگان خونریزش نگاه آید برون	چون سواری که تازی کز سپاه آمد برون

شخصی که خود را شاعر می گرفت مطلعی در جواب انشا کرد- چون مطلع او از معنی معرا بود یاران گفتند که لطف مطلع بیخبر خود ظاهر است اما لطف مطلع شما مفهوم نمی شود- جواب داد که هنوز لطف گذاشتن باقی ست-

میر خط شکسته بسیار نادر و دلپذیر می نوشت- و در موسیقی هم فهم رسائی داشت-

کلیاتش اقسام نظم قریب هفت هزار بیت است- از دیوانش این اشعار بترتیب ردیف صورت تحریر می پذیرد ؎

بهائی نیست غیر از نقد تحسین شعر موزون را	مده هرگز بجوهر ناشناس این در مکنون را
نباشد این قدر آسان بتحقیق سخن رفتن	خدا رس می شود هر کس رسد انداز مضمون را
مکن جمع آن قدر دولت که گردد بار بر دوشت	فرو سنگینی زر برد زیر خاک قارون را
مکن ای صبح ضائع بر جبینش صندل خود را	که دوران سر از دود دل خلق است گردون را
انیس دختر رز هر که شد علامه مے گردد	که حکمت منکشف از خم نشینی شد فلاطون را

سخت زندانی ست هستی ای ز خود غافل برآ	می شوی پابند آخر بیشتر زین گل برآ
ماغریبان را بزیر خاک هم نگذاشتند	صبح محشر می کند فریاد کز منزل برآ
تا توان لیلی شدن حیف است آهنگ جنون	این چنین کز خویش برمی آئی از محمل برآ
عالمے در انتظار آن وفا بیگانه مرد	کیست گوید بیخبر کز خانه ای قاتل برآ

تا کے نهی برای صبوحی بباغ پا	چشم کسی ببین و بزن بر ایاغ پا
صد کاروان بروشنیم راه می روند	در تیرگی ست گرچه مرا چون چراغ پا
آن را که زیر خاک کند چرخ مرده نیست	چندی دراز کرد به کنج فراغ پا
کس نیست بعالم که شود همنفس ما	ای بیکسی اکنون تو شدی دادرس ما

مائیم بصد رنگ گرفتار محبّت فرقی نتوان کرد ز گلشن قفس ما
کی بود بازیچهٔ شادی و غم آئینِ ما گردشِ احوال قربان است بر تمکینِ ما
ناخن اول در دلِ شاعر زند شعر بلند تیغ خون آلوده آید مصرعِ رنگینِ ما
در قیامت هم نگردد واز هم مژگانِ او بشنود فرهاد گر افسانهٔ شیرینِ ما
ما به هفتاد و دو ملت صلح کل داریم و بس جادهٔ دارد بهر مذهب طریقِ دینِ ما
صحبتِ یارانِ موزون سرو و گل از یاد برد غیرتِ گلزار باشد مجلسِ رنگینِ ما
تا سر از زانوی آن آرام جان برداشتم نیست غیر از ساعدِ خود تیخبر بالینِ ما
تا بکی داری چنین حیران و سرگردان مرا یکدم ای ظالم بگردِ خویشتن گردان مرا
غیر را در بارگاهِ دیدهٔ من دخل نیست چوب حجّاب است گردِ چشم این مژگان مرا
سلامت در همان عزلت بود تنها نشینان را که باشد صد خطر بیرونِ در خلوت گزینان را
بلند افتد چو مقطع پست سازد حسن مطلع را کشد پائینِ محفل قدرِ من بالانشینان را
نمی بیند میانش را کسی یارب کجے دانم مگر در چشم افتا داست موباریک بینان را
بچشمِ عارفان زلفی و رخساری است کفر و دین خبر از حلیهٔ آن ذات باشد پاک دینان را
شود از پیش بینی نقد حاضر نسیهٔ غائب قیامت بر سر اسنا داست دائم دوربینان را
ز یارانِ لباسی کی نمازِ عاشقان آید وضو بسیار دشوار است این تنگ آستینان را
در اول گام بر پا می کنند ایشان قیامت را چه سان یک کوچه ره بیند کسی این نازنینان را
کوی رضا گزین زعمِ خیر و شر برآ تسلیم کن سرِ خود و از دردِ سر برآ
تا کے اسیر هستی موهوم بودنت دستی بخود فشانده چو آه از جگر برآ
حق ندانستی و در دل نقشِ بستی یاد را تا کجا در مشت خواهی داشت ظالم باد را
در شبستانی که غفلت فرشِ راحت گسترد خواب شیرین بهتر از شیرین بود فرهاد را
برنگ آینه کسبِ دگر بود مارا گذشتن از همه جوهر هنر بود مارا

نه می باقی نه ماند از رفتنت میخانهٔ مارا | خیالی بیش نبود مے کفِ پیمانهٔ مارا

کمندِ وحدت از گردن کشد زُلفت فقیران را | کند مجنونِ صحرا گردِ چشمت گوشه گیران را

جز آه نیست شمع شب افروز سینه را | یک مصرعِ بلند بس است این سفینه را

بسکه دل تنگ آمدست از صحبتِ اخوان مرا | کوچهٔ مصرِ فراغت شد چه و زندان مرا

نباشد منّتِ مُنعم گوارا مفلسِ مارا | زنام کیمیاگر رنگ می گردد مِس مارا

ای بدورِ گردشِ چشمِ تو خوش ایام ما | نرگسِ شهلاست از یادِ تو صبح و شام ما

صبحدم چُون کرد وا آن چشم خواب آلوده را | جام می آمد بکف هر دست برهم سوده را

در توکل خانهٔ من مسندی درکار نیست | گرم چون گردید جا فرشِ نمد باشد مرا

نمی گوید بلندی برگزین یا سیرِ پستی کن | بلند و پست عالم دیدهٔ هموار کن خود را

دمی زشوخیِ نازِ توکس نیاسود است | نشستنهٔ و خرامِ تو می کشد مارا

برگزین حضرتِ دل عزّتِ شاهی دریاب | باش فرشِ درِ خود مسندِ جاهی دریاب

این قدر هرزه چپ و راست دویدن عبث است | چاک کُن سینهٔ خود را سرِ راهی دریاب

کیست کز گردشِ چشمِ تو بجائی نرسید | آخر ای شوخ مراهم به نگاهی دریاب

باده گلرنگ و چمن سبز و هوا دریا بار | لذتِ این همه زاهد به گناهی دریاب

بیخبر بهر چه از خانه برون می آئی | باشِ فرشِ درِ خود مسندِ جاهی دریاب

نمک بچشم شکر خواب می کند مهتاب | پیاله را گلِ مهتاب نی کند مهتاب

گرچه بالای سراپا ناز هر دلبر بلا ست | پیشِ مصراعِ قیامت قامتِ معشوق ماست

این جهان و آن جهان تبدیلِ جای بیش نیست | آنچه پنداری بقا آخر به تغییرِ فنا ست

شکوهٔ از بیوفائیهای معشوقم نبود | بار چندانی که شد بیگانه آخر آشنا ست

نشئهٔ دیگر نوان در می پرستی یافتن | بیخبر گر ساقیِ کوثر علیِّ مرتضےٰ است

ترکِ محبّتِ منِ ناشاد کرد و رفت | گفتم که من غلام تو آزاد کرد و رفت

خوش آمدی دلم بتو در راه بره نخورد — ای من گواه او که ترا یاد کرد و رفت

پرویز، هم ز قربتِ شیرین نیافت است — از دور آن نگاه که فرهاد کرد و رفت

هرکس که دید مصرعِ برجستهٔ قدش — چشمی کشود و بر سرِ او صاد کرد و رفت

رنگِ ثبات نیست درین گلشنِ دو روز — خوش بلبلی که آمد و فریاد کرد و رفت

دائم بناءِ ببیت سخن می کنم بجا — هرکس تلاش در حقِ اولاد کرد و رفت

دیگر کسی چه در پیِ او بیخبر فتد — گفتم که من غلام تو آزاد کرد و رفت

کیش اگر کفرست دگر اسلام دینی بیش نیست — حاصلِ چندین گمان آخر یقینی بیش نیست

آنکه ما در جلوهٔ او دست و پا گم کرده ایم — آسمان بر خاکِ درگاهش جبینی بیش نیست

آشنائیهائی دریا محنتِ بی حاصل است — گوهرِ مقصود در خاکِ خرابِ ساحل است

نزد این صورت پرستان کز انا الحق منکر اند — حق بآن قدرت اگر منصور گردد باطل است

قامتِ معشوق می روید بجای نیشکر — دیده ام بندِ محبّت را زمینِ قابل است

نقصِ خود دریافتن باشد کمالِ آدمی — ورنه هر ناقص که بینی در حقیقت کامل است

یک زبردستی درین عالم ندیدم بیخبر — دستی ار بالای دستی هست دست باذل است

گرچه خلقی دیدم از دامِ تعلق جسته است — بر نیاید تا کسی از خود کجا وارسته است

سبزهٔ خط نیست بر رخسار آن آئینه رو — بسکه آبِ حسنِ او استاد زنگی بسته است

گرچه شب در خواب و روزم در قدح نوشی گذشت — این قدر شادم که عمرِ من به بیهوشی گذشت

خواهشِ ملکِ سلیمان ابلهی است — دولتِ پاینده در دستِ تهی است

طفلی که برا حوالِ شهیدان نظرش نیست — مردیم که از شوخیِ خود هم خبرش نیست

هرگز فروتنی نگزید است پیکرت — خاک رهِ کسی نشدی خاک بر سرت

همچو آن شامی که روشن گردد از رنگِ شفق — کاکلت از تابِ رخسارِ تو زنجیرِ طلاست

برنگِ آن ندا کز جانبِ دیگر صدا برگشت — چو برگرد دیده بیرون رفتم از خود خدا برگشت

کس نشانِ دلِ گم شدهٔ من هیچ نداد | آه در زلفِ شکن در شکنش چیزی هست
خدا را دیده ام اما نپرسید | به قربانش روم یارِ قدیم است
ستم رسیدهٔ غمهای دهر می داند | که ماه نو بکفِ چرخ تیغ عریان است
بی دماغیها مرا شرمندهٔ احباب کرد | خامه ام از سرگرانی پای خواب آلوده است
به بالِ دیگری گر می پرد کس | به حیرت می روم کین طرفه مرغی ست
هرگز نبود قابلِ خط صافیِ رخت | شرمِ تو آب ریخت بر آئینه زنگ بست
هزار بار توان کرد با خدا شوخی | ولیک دم نتوان زد به مصطفی گستاخ
این سروها که سر به گلستان کشیده اند | شمشیر بازیِ قدِ او را ندیده اند
هر چند حسن از پسِ صد پرده رُخ نمود | ناموس پرده ایست که رندان دریده اند
کردم نگاه صفحهٔ تصویرِ خوش قدان | صورت گران شبیه تو بالا کشیده اند
جمعی که طوفِ کعبه گزیدند بیخبر | بیت المقدسِ دلِ خود را ندیده اند
کیست تا از دست بردِ حسن صورت بگذرد | معنیِ بیگانه باید کز عبارت بگذرد
هر قدم مژگان گیرائی ست خارِ این طریق | مردمی باید کزین میدان سلامت بگذرد
بسکه کم گردید تعظیمِ بزرگان از جهان | وقت آن آمد که سید از نجابت بگذرد
کی بود یارب که ناموسِ خداوندی زنیم | حیف اوقاتی که در قیدِ عبادت بگذرد
بیخبر زین حلقهٔ احباب می باید رمید | بگذرد عمر عزیز و در اطاعت بگذرد
یاد می کردم دلِ گم گشته را دلبر رسید | عشق را نازم که به می خواستم بهتر رسید
عاقبت از هرزه گردیها دلم آسوده شد | رفتم از خود این جهان و آن جهان بیهوده شد
بی حلاوت نیست عسرت در جهان | نانِ جو شد کمیاب شیرین می شود
هزار بین شده چشم ز شوخیِ حسنت | غنیمت است که این احولان دو می بینند
در لباسِ نو است یار مدام | نیست مفلس چرا کهن پوشد

معنی از دل بر نمی خیزد ز ضعفِ مشتری / از گرانبهای قیمت گوهرم در بحر ماند

جز چشم کبود او که دیده است / بادام که پسته مغز باشد

کنون که پیر شدی از خود ای فلان بگذر / ز قدح خم شده چون تیر از کمان بگذر

کسی ز هر دو جهان و کسی ز خویش رود / نمی روی تو اگر این چنین چنان بگذر

ما هم اندر پیچ زلفِ او گرفتار آمدیم / اتفاقِ طرفهٔ افتاد یاران شب بخیر

نه چینیٔ شکند این چنین نه شیشه ز سنگ / بآن صدا که ز دستت دلم شکست امروز

خوشا جهانِ تهی دستی و غریبانش / زوال نیست در اقبال بی نصیبانش

فلک تمام شفق پوش شد چه شام است این / پرید رنگ مگر از رُخِ غریبانش

کیست تا از من رساند هم مرا پیغام خویش / کرده ام از بسکه گم خود را نیابم نام خویش

عاقبت بینی ست لازم چشم چون روشن شود / پیش پا اُفتاده می بیند چراغ انجام خویش

خودپسندی ست حرفی از خویش / آیینه پیش کرده رو سوی خویش

دماغ نازکِ فقرم ملامت بر نمی تابد / همان واکرده دستار از برایِ دردسر بستم

گردِ ملال کز دلِ صد چاک بیختیم / برداشتیم و بر سرِ مقصود ریختیم

بودیم پای سعی ولی از نهیب خار / چون سایه در حمایتِ دامن گریختیم

تا آمد است فرد حقیقت بدست ما / سر رشتهٔ حساب دو عالم گسیختیم

نشسته ایم بذوقی که درد و داغ نداریم / بیا دو دوست سلامی که ما دماغ نداریم

به طالبانِ تجلی بگو عبث نه در آیند / که ما به کلبهٔ تاریک خود چراغ نداریم

بانگ یکرنگی دگر بر مومن و کافر زدم / وحدتم در غیرت آمد یکه بر لشکر زدم

سهل نبود زخم تیغِ ناز او برداشتن / بارها زین سر گذشتم تا گلی بر سر زدم

باوت مزه بخشید دل از رزق بریدیم / نام تو گرفتیم و لب خویش مکیدیم

آخر نشود سلسلهٔ حسرتِ عشاق / آهی نکشیدیم که آهی نکشیدیم

پیریم ولی چارهٔ از زیست نداریم — این بار گران بر سر خود دیده خمیدیم
یارب چه لطافت بود آن غیرتِ گل را — جز رنگ ندیدیم و بجز بو نشنیدیم

سروِ قدّ تو نهالی ست که من می دانم — چشم شوخِ تو غزالی ست که من می دانم
آنچه در چشمهٔ حیوان ست خضر می داند — در لب یار زلالی ست که من می دانم
زاهد از چشم بتان روغنِ بادام طلب — سر خشکِ تو سفالی ست که من می دانم
بارها از سخنِ خویش بوجد آمده ام — قال را رتبهٔ حالی ست که من می دانم
در دلم زین ره و رسمی که جهان می دارد — بیخبر سخت ملالی ست که من می دانم

مدتی شد که در خیالِ خودیم — پر فشاندیم و زیر بال خودیم

من بهر وجه آن پری رو را تماشا کرده ام — همچو گوهر چشم خود بر شش جهت وا کرده ام

بتی کز چشم عالم شد نهان من دیده می آیم — شود قربان خود گردِ سرش گردیده می آیم

فیض سخن است اینکه بهر بزم رسیدم — از بال و پرِ مصرعِ برجسته پریدم
بهر تحقیق خود از پیش خدا می آیم — فکر بسیار بلندم ز کجا می آیم

نیم شبنم که گه در باغ و گه در راغ بنشینم — توکّل هر کجا رخصت دهد چون داغ بنشینم
دستِ طلب به دامنِ آن خوش کمر زدم — دیدم که پر تهی ست کشیدم بسر زدم
مرا بر مسندِ جم می نشانند — الهی بر سرِ آن کو نشینم
زبس صحرای امکان وحشت انگیز است در چشمم — در اول دیدنی همچون نگاه واپسین جستم

زبسکه تنگ شدم درمیانِ هر دو جهان — رهی نماند که در خود گریختم رفتم

بی نیازی همتی دارد کریمان واقف اند — ما هم از دستِ ردِ خود چیزها بخشیده ایم
کجا تابِ رُخِ خورشید دارد دیدهٔ شبنم — تو در بزم آمدی من خویش را سنجیدم و رفتم
درمیانِ بحث ملایان میفگن خویش را — بیخبر مگذار تا جنگند چندین خر بهم
از صفِ مژگانِ خونریزش نگاه آید برون — چون سوار یکّه تازی کز سپاه آید برون

روبسوی آسمان کردی ندیدی پیش پا | یوسفِ مقصود تو شاید زچاه آید برون
رند می داند که بیرون آمدن از خویش چیست | زاهد از جرءت کند از خانقاه آید برون
عالمی از بسکه غمگین رفت در زیرِ زمین | وقتِ آن آمد که جائی سبزه آه آید برون
سعی یاران چیست گردیدن طلا یا مس شدن | عاشقان را آرزو نبود بجز مفلس شدن
پاس خاطرها چه باشد احتیاطِ شیشها | دردسر بسیار دارد صاحبِ مجلس شدن
از دو چشم او نگه مستانه می آید برون | همچو مدهوشی که از میخانه می آید برون
گریزانند مردم آنچنان از صحبتِ فقرم | که ننشست است غیر از گرد کس بر پوست تخت من
کی شود یارب که در بزم وصالِ آن پری | من زخود آیم برون او از نقاب آید برون
دوش یار آمد بسویم تا کشم در بر گذشت | چون کمانِ حلقه بر گردیده ماند آغوش من
شبنمی اما توانی سیل صحرائی شوی | قطرۂ خود را بجوش آور که دریائی شوی
عقل را در بارگاهِ حسن هرگز دخل نیست | انتظارت می کشد دلبر که شیدائی شوی
کی توان مولی شدن بی دستگاهِ بندگی | باش در کارِ کسی تا کار فرمائی شوی
فیض خودداری چراغِ قطره را روشن کند | آبرویت حفظ کن تا دُرِ دریائی شوی
تا توانی بیخبر تنها نشین و شاد باش | نیست غیر از دردسر گر محفل آرائی شوی
مشاطه نیست محرم از حُسن روستائی | فرش است میرزائی زیر برهنه پائی
دلت پر می طپد بر اختلاطِ صحبتِ دُنیا | مبادا بیخبر پیدا کنی زین قحبه سوزاکی
بغیر در نتوان راه برد در منزل | به مصطفےٰ نرسی تا به مرتضیٰ نرسی

رباعی

ملکم ملکم ارض و سما هم هستم | تنها نه خودم بلکه خدا هم هستم
ای بیخبران که منکر از من هستید | غافل چه نشستید شما هم هستم
حق است دگر چه تقریر کنم | این است بیان کدام تفسیر کنم

تحصیل نمی توان نمودن حاصل من خواب ندیده ام که تعبیر کنم

رحلت میر عظمت اللہ در شاہ جہان آباد روز دوشنبہ بیست وچہارم ذی القعدہ سنہ اثنتین واربعین ومأتہ والف (۱۱۴۲) واقع شد۔ ودرجوار مرقد سلطان المشائخ نظام الدین دہلوی قدس سرہٗ مدفون گردید۔

جامع اوراق دروفات او قصیدۂ انشاکرد کہ ہر مصراعش تاریخ است ومطلع وحسن مطلع بیخواست ذوقافیتین اتفاق اُفتادہ۔ پارۂ ازان قصیدہ برنکتہ سنجان عرض می شود ؎

می زند جوشِ تلاطم بازِ عمّانِ الم ۱۱۴۲ اشک می ریزد بروی لوح مژگانِ قلم ۱۱۴۲
صفحۂ احوال ماتم سینۂ مجروح گل ۱۱۴۲ سنبلِ زلفِ بیانِ جعدِ پریشانِ صنم ۱۱۴۲
طائرِ آسودگی در سیر پروازِ فنا ۱۱۴۲ آہوِ ہامونِ طاقت برق ہمیزِ عدم ۱۱۴۲
چہرہ پردازِ ازل گویا بہامون برکشید ۱۱۴۲ یک قلم چون حلقِ بسمل چشم آہویِ حرم ۱۱۴۲
شعلۂ اندوہ می بالد بہ صحنِ روزگار ۱۱۴۲ صبح محشر می زند از مطلعِ آفاق دم ۱۱۴۲
ازحسابِ نوحۂ گیتی چہ می پرسی دگر ۱۱۴۲ بانگ آہی می کشاید پردۂ گوشِ اصم ۱۱۴۲
بیدلان درکہنہ عالم حلقۂ شیون زنند ۱۱۴۲ ہریکی دارد زسیلاب تحزن دیدہ نم ۱۱۴۲
لیکن ازادراک کامل سیّدِ شیرین بیان ۱۱۴۲ طرفہ بزمی قدسیان چیدند باہم در ارم ۱۱۴۲
شمع بزم اہل بیت وکوکب اوجِ صفا ۱۱۴۲ مطلعِ صبحِ ہدی ہم شاعرے نازک قلم ۱۱۴۲
عیسی معجز بیانِ افصحِ شیرین زبان ۱۱۴۲ زبدۂ مشکل کشایانِ فصیحانِ عجم ۱۱۴۲
کلک آن دریای جوہر ابر نیسانِ بہار ۱۱۴۲ موجۂ سیل نزاکت زلف دل جوئی رقم ۱۱۴۲
زادۂ کلکش بود حرفِ طلسمِ رازِ حق ۱۱۴۲ نسخۂ دیوان او دارد پیامِ جامِ جم ۱۱۴۲

(۱۲۷) فقیر۔ میر نوازش علی سلمہ اللہ تعالیٰ

خلف الصدق میر عظمت اللہ بیخبر بلگرامی قدس سرہ السامی۔ منشا طبع

همایون در انجمن نخستین جمال عرفان می آراید - و درین محفل برقع از روی پری زادانِ معانی می کشاید -

اکثر سایۂ التفات بر سرِ سخنِ موزون می گسترد - و این خانه زاد موروثی را در آغوش فکر عمیق می پرورد - اشعار او از قصیده و غزل و رباعی مدون است ؎

خاک گردیدیم و از ما آه سردی بر نخاست
خانۂ هستی ز پا اُفتاد گردی بر نخاست

در حضورِ شمع جان بی صرفه می سازد نثار
از نژادِ عشق چون پروانه مردی بر نخاست

از یار پیامِ دغلی را چه کند کس
این دُرِّ خوشابِ عملی را چه کند کس

بلبل نسبان قدر شناسند چمن را
در باغ دماغِ جعلی را چه کند کس

قبای عقل که پودش غم است و تار افسوس
اگر ز عشق نشد پاره صد هزار افسوس

برون ز حلقۂ ز نقش قدم چگونه زنم
که پای همّتِ ما را گزید مار افسوس

صفای آینه از شست و شو نمی آید
علاج دل سیهی از وضو نمی آید

در وجودیم و لی رو به عدم می داریم
در گلو این رگِ جان رشتۂ حب الوطن است

ز پر فشانیِ مرغانِ رُوح شد روشن
که در نشیمنِ تن راحتِ قفس هم نیست

دین و دل جان و تن ز دست همه
آه بر فرق او فدا چه می کنم

گرچه بر جستم فقیر از دام سعیِ مال و جاه
احتیاجِ آب و نان آخر شکارم کرده است

بعد اتمام تذکره - میر نوازش علی شب دوشنبه هزدهم شعبان سنه سبع و ستین و مائة و الف (۱۱۶۷) به عالم قدس خرامید - و در جنب جد خود میر سید لطف الله قدس سرهٗ مدفون گردید - محرر اوراق گوید ؎

روشندلے سحر نفسے پاک گوهرے
واحسرتا که دامن ازین انجمن فشاند

دل واطپید و نالۂ تاریخ وا کشید
پیر یگانه میر نوازش علی نماند
۱۱۶۷

(۱۲۸) غریب۔ سید کرم اللہ بلگرامی

برادر اعیانی میر نوازش علی سلمہما اللہ تعالیٰ۔ تولّد او دوم شعبان سنہ خمس و ثلثین
[و]مأنہ والف (۱۱۳۵) رو نمود

[ج]وانی خوش سیما و نورسی از ریاض آل عباست۔ بہ انواع قابلیت آراستہ و بہ تہذیب
[ا]خلاق پیراستہ۔ بیعت بخدمت برادر والاگہر میر نوازش علی سلمہ اللہ تعالیٰ بجا آوردہ۔ و
[ا]ز آغاز تا انجام تربیت در صحبتِ ایشان یافتہ۔ و بحکم وراثت از مذاق صوفیہ صافیہ کامیاب
[ا]ست۔ و در سلیقۂ شعری کامل نصاب۔

اکثر بر دواوین سخن سنجان قدیم و جدید عبور نمودہ۔ و اشعار فراوان در خزانۂ حافظہ
[ف]راہم آوردہ۔ این چند بیت از وی می آید ؎

[ب]سکہ دودِ نالۂ من در سرش پیچیدہ است — ہمچو فانوسِ خیالی آسمان گردیدہ است
[گ]ل باآن سرخیِ پا وزنِ پاسنگی نداشت — دل بہ میزانِ تأمل ہر دو را سنجیدہ است
[م]دعی آشنا شد دلبرِ نا مہربان — میتوان دانست قدرِ آشنا فہمیدہ است
[ب]عد مردن ہم بہ اُمیدِ وصالِ آن پری — چشم من در خود نگاہِ واپسین دزدیدہ است

[ک]رد یادِ نگہِ شوخِ تو بیمار مرا — داروی نیست بجز شربتِ دیدار مرا
[بس]مل اُفتادہ ام از تیغ فرامش شاید — دل طپیدن برساند بہ درِ یار مرا

[د]ل نہ تنہا از سرِ کوی بتان ناشاد رفت — آہ این مشتِ غبار من ہمہ بر باد رفت
[نی]ست شخصی بی گرفتاری درین گلشن مگر — سرو را دیدم کہ آزاد آمد و آزاد رفت

[ن]دارم خیالِ ہمکلامی بالب لعلش — بگوشِ خویش نامِ خود شنیدن آرزو دارم

[د]وش چون آسمانی چشم پرسیدم کہ چیست — گفت این آہو ز جولان در غبارِ خود گم است

[ا]ین برگشتگی از طالعِ من کی رود — من ز طفلی خوردہ ام در کاسۂ گرداب شیر

مردمِ چشمِ او دلِ مارا ہمچو زنبور نیشدار گزید
بیک دزدیدہ دیدن خشک مغزی رفع می سازد نگاہش روغن بادام باشد ناتوانان را
چنان بہ شیوۂ دیوانگی شدم مشہور کہ یار نیز مرا دید مرحبائی گفت

رباعی

شیطان چو ز درگاہ خدا شد مردود پرسید کسی چرا نکردی تو سجود
گفتا کہ منم محو جمالِ رخِ دوست جز ذاتِ خدا دگر ندانم مسجود

بعد ختم سرو آزاد- غریب ببیست وہفتم جمادی الآخرہ سنہ تسع وستین ومائۃ والف (۱۱۶۹) رخت بہ عالم سرمدی کشید ودر بلگرام مدفون گردید- مؤلف کتاب تاریخ بتعمیہ گوید ؎

شاعرِ خوش گوی صوفی مشربے مُرد در عینِ جوانی یا نصیب
وقت جان رفتن ندا آمد ز غیب بہر تاریخِ وفاتش یا غریب

۱۲ ۲۳
۵۴ ۵۴
۱۱ ۶۹

(۱۲۹) سید غلام مصطفٰے بلگرامی قدس سرہٗ

بن سید عبد اللہ برادر زادۂ حقیقی ومرید سید العارفین میر سید لطف اللہ بلگرامی قدس سرہٗ- سحاب قلم در دامن بحر پیشین دُرر مناقب سامی ریختہ- وجوہریان کشور فقر را بہ خریداری برانگیختہ- درین بساط نیز گوہری چند از واردات قدسیہ می ریزد و لآلی آبدار بگوش معنی پروران می آویزد

میر صاحب مشرب عالی بود- ونشۂ فقر و درویشی دوبالا داشت ہموارہ بہ شیوۂ سپاہ گری کسب معاش ضروری می کرد- ونعل واژون زدہ شبدیز سیر فی اللہ جولان می داد-

در سنه ست و ثلثین و مائه و الف (۱۱۳۶) مؤلف اوراق در دار الخلافه شاهجهان
آباد زیر سایهٔ عنایت حضرت علامی میر عبد الجلیل بلگرامی جا داشت - مشار الیه نیز دران
ایام دران مقام به علاقه نوکری نواب مبارز الملک سربلند خان تونی وارد شد - و
مثنوی ترجمان اسرار قیومی مولانا رومی قدس سره از خدمت حضرت علامی سند کرد -
دران نزدیکی نواب مسطور را ایالت صوبه گجرات احمد آباد از پیشگاه خلافت
مفوض گردید مشار الیه در رکاب نواب بآن دیار شتافت و چون حکومت گجرات از عزل
نواب به راجه ابهی سنگهه مرزبان خطهٔ مارِوار مقرر شد - و با نواب و راجه صورت مخالفت
رو نمود - و در سواد احمد آباد جنگی صعب واقع شد - مشار الیه در آن معرکه جرعهٔ شهادت
چشید - و در سلک اَحْيَاءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُوْنَ منتظم گردید - و این واقعه هشتم شهر
ربیع الاول سنه ثلث و اربعین و مائه و الف (۱۱۴۳) رو داد -
بعد انفصال جنگ اجساد جمیع شهدا از میدان بافتند الا سید غلام مصطفی که
هر چند تفحص کردند اثری گل نکرد -
بچند روز پیش از شهادت رباعی گفته بود - و از حال آینده اخبار نموده - رباعی
این است ؎

در خلوتِ ماورای ما یاری نیست   یعنی که به عرش و فرش اغیاری نیست
ما روح مجردیم ز آلایشِ مرگ   ما را به جنازه و کفن کاری نیست

سلیقهٔ سید در انشاء رباعی مناسب اُفتاده - و دریاهای حقائق و معارف
برطرز مولانا سحابی استرآبادی از منبع طبعش جوشیده - الحق هر رباعیش چار موجه
ایست از بحر عرفان - و ترانه ایست از پردهٔ لامکان - هر نکته اش تازیانهٔ دلهای آگاه
است - و پرتوی از شعلهٔ اِنِّیْ اَنَا اللّٰهُ -
دیوان رباعیاتش مدون است - و مذاق نفرش از کلامش مبرهن ؎

جز دوست هرانچه هست اندیشهٔ ما   چون شعلهٔ آتش است در بیشهٔ ما
ما جام شراب نحن اقرب زده ایم   یعنی همه اوست در رگ و ریشهٔ ما

در عشق که فتح باب کردم همه را   سرمست شراب ناب کردم همه را
مرغان که همی زدند پر هائی دوئی   در نار یکی کباب کردم همه را

این هفت فلک که چون حجاب اند ترا   تا در نگری همه دواب اند ترا
تو پادشهی ولی ز خود بیخبری   پا نه به مه و خور که رکاب اند ترا

هان حال رجال را ببازی مطلب   نا ساخته کار کار سازی مطلب
از آتش عشق تا نسوزی یکسر   توحید حق از سخن طرازی مطلب

هر نشئه که هست از مِی ناب من است   جنت چمنی ز باغ شاداب من است
کس را چه خبر ز رُتبهٔ عالیِ من   چون عالم بحت مستی خواب من است

ما را که نه عزّ و نه شرف در کار است   نی بحر و نه گوهر و صدف در کار است
در دیده ولی بهر شناسائی خویش   خاکِ قدمِ شاه نجف در کار است

این هستی من برون ز آب و خاک است   وز آتش و آب و انجم و افلاک است
چون درک کند زاهد بیچاره مرا   کین هیئت من کُنه وجود پاک است

من عاشقم و رمیده از دشمن و دوست   از خویش گذشته نی بدو نی نیکوست
زان مغز زمین و آسمانها شده ام   کز روز ازل دریده ام چندین پوست

ای زنده تمام عالم از فیض دمت   خواهان تو نیست جز وجود و عدمت
از من اثری نماند ای دوست که شد   سر تا قدمم فدای سر تا قدمت

ما عاشقِ ذاتیم صفاتی دگر است   بیرون ز جهاتیم و جهاتی دگر است
ما واجبی ایم ذکر واجب گوئیم   افسانه نونیں ممکناتی دگر است

از دیدن رویِ تو رسیدم در خود   یعنی که جمالت همه دیدم در خود

صد شکر که از شوق تماشای رخت   چون برق طپیده آرمیدم در خود

هرکس در خود بهار و باغی دارد   در کلبهٔ تاریک چراغی دارد
تو غره مشو که ماهیِ دریائی   غوکِ لبِ جوی هم دماغی دارد

زاهد که عبادتِ ریائی دارد   در مجمعِ خلق خود نمائی دارد
هرچند که الله بگوید هر دم   والله که الله هوائی دارد

آن فرقه که خویش را ولی می دانند   بیچاره عوام را بخود می خوانند
الله و رسول بر زبان می رانند   چون در نگری خلیفهٔ شیطانند

هرکس خفاش آفتابش باشد   کی محو جمال بی نقابش باشد
زاهد طلبِ مقام تنزیه کند   غافل که همان عین حجابش باشد

سر تا بقدم چو دیده می باید شد   یعنی که بخود رسیده می باید شد
چون شیشهٔ پر شراب با صد مستی   بر طاق بلند چیده می باید شد

وارستهٔ دردها دوا را چه کند   بگذشته ز خویش مدعا را چه کند
سلطانِ جهان بال هما را چه کند   هرکس که بخود رسد خدا را چه کند

آنجا که توئی نه راه باشد نه دلیل   نی انجم و مهر و ماه گنجد نه خلیل
در عرصهٔ عشق پائی زاهد لنگ است   آری نرسد بجای احمد جبریل

در دهر که غول و رهبرِ خویش منم   یعنی که مقر و منکرِ خویش منم
هر چیز فتاده است زیرِ نگهم   یک نیزه بلند از سرِ خویش منم

بسیار کتب سند ز اُستا کردیم   بیهوده تمام عمر غوغا کردیم
شُد مشکلِ ما تمام حل آخرکار   چون دفترِ وقت خویش را وا کردیم

بر مشت غبار خویش آبی زده ایم   یعنی که به بزم جان شرابی زده ایم
خفاش میا که بر درِ خانهٔ خود   هر جا گل میخ آفتابی زده ایم

وقت است که دل ز دہر بر کندہ کنیم — چون لالہ و گل بہ این چمن خندہ کنیم
در خلوتِ خویش قحبۂ دُنیا را — عریان ہمہ تن شویم و شرمندہ کنیم

بر دست بگیر ہمچو من پیمانہ — تا وا رہی از یگانہ و بیگانہ
آن گل کہ دمیدہ بود بر بام سرا — عمریست کہ چیدمش بصحنِ خانہ

عشق است کہ گاہ مہر باشد گہ ماہ — ہان تا نشوی چو کور چشمان گمراہ
ہر چیز کہ تو طالب آن می باشی — در صورتِ مطلوب تو آید اللہ

بشنو ای دل حقیقت پنہانی — ایمان موقوف شد بہ انسان دانی
ہر چند بصد سجدہ تو حق را خوانی — تا سجدہ بہ آدم نکنی شیطانی

ای آنکہ تراست نسبت پنہانی — بیچون و چگون بحضرت سبحانی
از جسم چہ می روی بجان رو سویش — کس سایۂ بز نمی کند قربانی

(۱۳۰) احمدی۔ سید احمد بلگرامی

بن سید عبد اللہ برادر اعیانی سید غلام مصطفےٰ قَدَّسَ اللہُ اَسْرَارَہُمَا سیدی بود پاک نژاد۔ دست بہ دامن صلاح و تقویٰ زدہ۔ چاشنی گیر لذّت فقر و فنا لنگر بحر وقار و تمکین۔ مرید عم مکرم خود سید العارفین قدس سرہٗ۔

کتب تصوف اکثر مطالعہ می کرد۔ و مثل برادر خود میل بہ رباعی بیشتر داشت۔ عدد رباعیاتش زیادہ از چہار صد باشد۔

سید تیر خوب می انداخت و در شجاعت و نبرد آزمائی لوای یکتائی می افراخت۔

چون ہنگامۂ احمد خان ابدالی در سنہ احدی وستین ومأتہ والف (۱۱۶۱) از طرف قندھار بلند شد۔ و لاہور را غارت کرد۔ و محمد شاہ سلطان دہلی فرزند خود احمد شاہ را با وزیر الممالک نواب قمر الدین خان۔ و نواب صفدر جنگ

ابوالمنصور خان و دیگر امراء عظام - برای مقابله از شاه جهان آباد رخصت فرمود - میر سید احمد درین یساق همراه نواب صفدر جنگ بود - و در اثناء سفر به بیماری درد جگر مبتلا گردید - ناگزیر در سهرند توقف کرد - و چون شاهزاده از سهرند گذشته کنار دریای ستلج بر معبر ماچھی واره رسید - ابدالی با سی هزار سوار از راه لودیانه بالا بالا داخل سهرند شد - و سیزدهم شهر ربیع الاول سنه احدی وستین ومائته والف (۱۱۶۱) آن شهر را تاراج نمود - و هر که دست به شمشیر برد کشته شد - سید احمد جائیکه اقامت داشت و بحراست ناموس بعضی سادات و شیوخ می پرداخت زخم تفنگ بر شکم خورد - قضا و قدر از درد جگر نجات داده بزخم جانستانی معاوضه کرد - و روز پنجشنبه چهاردهم ماه مذکور مرغ روح او از قفس جسم پرواز داد - روز جمعه در همان حویلی مدفون گردید -

و چون شاهزاده را خبر وصول ابدالی به سهرند رسید عنان توجه جانب سهرند تافت - فوج شرقی غربی شد و فوج غربی شرقی - از پانزدهم شهر ربیع الاول تا بیست و هشتم منه آتش حرب اشتغال داشت -

بیست و دوم این ماه روز جمعه وزیر الممالک نواب قمر الدین خان زیر خیمه نماز چاشت خوانده در وظیفه بود که گولهٔ توپ از جانب مقابل رسید و کار تمام کرد - و راجه ایسر سنگھ پسر جی سنگھ سوائی و دیگر راجها قریب دوازده هزار سوار از کشته شدن وزیر بی استقلال شده راه گریز بملک خود پیش گرفتند - لشکر فیروزی با آنکه این دو رخنهٔ عظیم راه یافت پای استقلال افشرده افاغنه را شکست فاحش داد - و بمفهوم آیه کریمه الٓمٓ غُلِبَتِ الرُّوْمُ فِیْٓ اَدْنَی الْاَرْضِ وَهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ غَلَبِهِمْ سَیَغْلِبُوْنَ فِیْ بِضْعِ سِنِیْنَ - بعد شکست نادرشاهی این فتح عظیم نصیب پادشاه هند شد - تاریخ گوئی "فتح خداساز" تاریخ یافت -

۱۱۶۱ھ

و بعد یک ماه از فتح محمد شاه سلطان دهلی ببست و هفتم شهر ربیع الآخر شب جمعه سنه احدی وستین و مائة والف (۱۱۶۱) برحمت حق پیوست و پائین مزار سلطان المشائخ نظام الدین دہلوی قدس سرہٗ درون حریم مبارک مدفون گردید۔

راقم الحروف در رحلت پادشاه و وزیر و نواب آصف جاه که در ہمین سال فوت کرد تاریخ بتعمیہ می گوید ؎

گفت تاریخ چون کشیدم آه موت شاه و وزیر و آصف جاه
۶ ۱۱ ۶۷ / ۶ / ۱۱ ۶۱

القصّہ ہرگاه فتنۂ جنگ فرونشست بعد یک ماه از دفن جسد سید احمد را از خاک برآوردند۔ بقدرت ایزد سبحانہ سالم برآمد۔ و بیرون لاہوری دروازه شہر پناه سہرند بفاصلہ دو تیر پرتاب از دروازه جانب جنوب از شاہراه در مقابر شیخ محمد نامدار خانی بخاک سپردند۔

این چند رباعی نتائج طبع اوست ؎

با قدر تو رفعت ہمہ پست آمد ہشیار ز ہیبت تو ہر مست آمد
بیخود افتاده ام بگیری دستم ای آنکہ ید تو فوق ہر دست آمد

این بندۂ بی ادب کہ ناہموار است دانم کہ متاع کاسد بازار است
یا از دو جہان بساز اورا آزاد یا پیش نظر دار اگر در کار است

گر خار بہ گلزار تو باشد باشد ور قلب بہ بازار تو باشد باشد
ہر چند سیاه رو نباید این جا گر نیل بہ رخسار تو باشد باشد

آنکس کہ گنہ نکرد پیدا نبود او خود خلف آدم و حوّا نبود
حق است اگر خطا ز انسان نشود عید است اگر عفو خدارا نبود

نامند بنامہا خلائق مارا چون فیل کہ ہست در گروه اعمیٰ

مارا نه مقید و نه مطلق خوانند — امّا پیداست این صفتها از ما

امکان که تمام راز در جیب ویست — مقصود ز یُؤْمِنُوْنَ بِالْغَیْبِ ویست
از غیب مراد این شهادت باشد — ایمان آرش که سرّ لاریب ویست

گر من عوض بخشش طاعت یارب — در حضرت تو شکر کنم نیست ادب
با تو نه برابری مرا می شاید — شکر کرم خویش تو از خویش طلب

در عقل بسی حال بتر می باشد — گه خوف و گهی رجا بسر می باشد
خوش آنکه درین دیر خرابات اورا — از خویش و نه از خدا خبر می باشد

در گفت و شنید اوست مشهور منم — دیده شده اوست لیک منظور منم
با این همه خیر و شر بمن منسوب است — می نوشد دیگری و مخمور منم

دل شاد توئی اگر دلی شاد کنی — با خویش کنی بهر که بیداد کنی
هر سود و زیان که از تو باشد بر تست — در یاد خودی اگر خدا یاد کنی

ای دل بسرت قسم که جانانه توئی — سرمایهٔ هر عاقل و دیوانه توئی
با تست خدا و مصطفےٰ و هر چیز — امروز امیر بزم این خانه توئی

مقبول اگر کنی مرا ور مردود — نازم که مرا حضرت تو یاد نمود
معشوق به قهر گر بعاشق نگریست — روزی کند از لطف هم اورا خوشنود

ای نام تو احمدست و روح تو احد — یعنی که توئی باعث هر جان و جسد
از اسم مبارکت چو موسوم شدم — محتاج دگر مکن چه از نیک و چه بد

ای احمد مصطفےٰ شفیع دو جهان — بسپرد بدست تو مرا خالق جان
الحال بدست تست کار و بارم — مختار توئی هرچه بخواهی کن آن

از عین علی ذات خدا شد خوشنود — آدم ز تراب او در آمد بوجود
چون دید رسول اصل آدم اورا — ناچار ابو تراب کنیت فرمود

در حُبِّ علی زجان و دل بر یابی | وز هر دو جهان رتبۂ برتر یابی
حق رمز علین و لی چنین می فرماید | کز لفظ علی ذات مرا دریابی

(۱۳۱) فرد - سید اسد اللہ بلگرامی

برادر زادۂ حقیقی سیّد غلام مصطفیٰ و دختر زادۂ حقیقی سید العارفین میر سیّد لُطف اللہ و مرید آن خدا آگاه است قَدَّسَ اللّٰہُ اَسْرَارَھُمْ

ولادت او دہم شہر ذی الحجہ سنہ اربعہ عشر و مأتہ والف (۱۱۱۴) رو نمود۔ بہ صفائی ذہن سلیم و ذکای طبع مستقیم ممتاز بود۔ و بدقائق سخن خوب می رسید و نثر خوب می نوشت۔ و چاشنی تصوف بلند داشت و از ہمنشینان راقم الحروف است۔

حیف کہ در علین شباب آن قدر امراض مزمنہ عارض او گشت کہ حیات چند روزہ را در نہایت بی حلاوتی گذرانید۔ و شب شنبہ بیست و دویم جمادی الاولی سنہ تسع و اربعین و مأتہ والف (۱۱۴۹) رخت بدار الامان آخرت کشید۔ محرر اوراق آیۂ کریمہ اِنَّ الْاَبْرَارَ لَفِیْ نَعِیْمٍ عَلَی الْاَرَآئِكِ (۱۱۴۹) تاریخ یافت قبرش جانب غربی محلّہ میدان پورہ برکنار مقابر اسلافش واقع شدہ۔

این چند بیت از مسودات او بدست آمد ؎

شب کہ آن ماہِ جہان افروز رخصت خواہ شد | آہ من تعظیم کرد و اشک من ہمراہ شد
نگاہِ شوخ چشمم ہر طرف بی باک می اُفتم | نریزد آبروی من اگر بر خاک می اُفتم
سرشکِ طفل طبعم شوخ چشمی در بغل دارم | نہ پیچم سر اگر بر روی آتشناک می اُفتم
بہ پایش بوسہ زد رنگِ حنا سرخی دو بالا شد | دلم خون شد ز حسرت این عجب ہنگامہ برپا شد
نہ ہر کہ تاج بہ تارک زند سری داند | نہ ہر کہ خرقہ بپوشد قلندری داند

دلاورانِ صفِ عشق کشتۂ خویش اند — نہ ہر کہ تیغ بہ بندد سپہگری داند
کسیکہ دولتِ اقلیم نیستی دریافت — شکست آئینۂ دل سکندری داند
چو سرو ہر کہ بآزادگی قدم افشرد — بزیر بار تعلق شدن خری داند
جہادِ نفس بود کار شیر مردان فرد — نہ ہر کہ صف شکند او بہادری داند
بود بعالم تجرید ما لباس دگر — بریدن از دوجہان است قطع جامۂ ما
عروس مقصدم مشاطگی را از خدا خواہد — دگرنہ این حیا پرورد کس محرم نمی داند

(۱۳۲) سید عظیم الدین بن سید نجابت بلگرامی

ایضاً برادرزادۂ حقیقی سید غلام مصطفےٰ ست قُدِّسَ سِرُّہٗ۔

تولّداو شب چہار شنبہ ہشتم ذی القعدہ سنہ ثلث عشر و مأتہ والف (۱۱۱۳) واقع شد۔

سیدی بود صاحب خلق عظیم و میزان طبع مستقیم۔ از آغاز سن وقوف بہ تتبع شعر پرداخت و قماش نظم و نثر را خوب می شناخت۔ و بنا بر مناسبتی فطری گاہی خود ہم سخن موزون می نمود۔ و در فکر بر روی خود می کشود

بسعادت ارادت سید العارفین کامیابی داشت۔ و در کوچۂ تصوف رایت بلند می افراشت۔ معہذا در وصف شجاعت سرخیل دلیران بود و در بیشۂ پُردلی نی در ناخن شکنِ شیران۔

اواخر عمر نوکری نواب صفدر جنگ وزیر الممالک اختیار کرد۔ و در جنگی کہ نواب وزیر را با افاغنہ[ل] بیست و دوم شوال سنہ ثلث و ستین و مأتہ و الف (۱۱۶۳) مابین بنیالی و سہاور صورت گرفت میر عظیم الدّین و میر غلام نبی کہ ذکرش نگارش یافت۔ در عرصۂ کارزار تلف گردیدند۔ و جز داغ حسرت لالہ اثری ازین

[ل] مآثر الامرا جلد اول صفحہ ۳۶۷ مطبوعہ کلکتہ۔

زمین گل نکرد- راقم الحروف گوید ؎

میر عظیمُ الدّین والا گہر | زادۂ طبعش ہمہ دُر یتیم
شیر دلِ عرصۂ مردانگی | در صفِ ہیجا قدمش مستقیم
بر سرِ میدان سرِ جان گذشت | در چمنِ خلد برین شد مقیم
فوز عظیم است ازین خاکدان | رخت کشیدن بریاضِ نعیم
خامہ ازین راہ گذارش نمود | سال وفاتش "ہمہ فوزِ عظیم" ۱۱۶۲ھ

وقتی کہ این بیت قاسم کاہی[1] پیش او خواندہ شد ؎

چون زعکسِ عارضش آئینہ برگِ گل شود | گرد ران آئینہ طوطی بنگرد بلبل شود

بسیار خوش کرد- در ہمان ایام حسب الطلب والد خود سیّد نجابت بہ گجرات احمد آباد رفت و بعد انقضاء مدّت پنج سال از احمد آباد بوطن اصلی معاودت نمود شبی بافقیر گفت آن بیت چہ بود- فوراً بیت مذکور خواندم- تعجّب کرد کہ بمجرد سوال حرف پنج سالہ چہ طور بیاد آمد- گفتم این قدر در خاطر بود کہ وقت خواندن این بیت شما را پسند اُفتاد-

این دو سہ شعر نمونۂ فکر اوست ؎

داغ بر دل دارم و چون لالہ سیرابم ہنوز | آتشم اما چو صہبا عالمِ آبم ہنوز
عالمی پروانہ شد آن شمع قامت را بہ بین | در دلِ شب جلوۂ صبحِ قیامت را بہ بین
خواب و بیداریِ چشم تو عجب معجونی است | بہم آمیختہ از مستی و ہشیاریہا
شادم بہ قتلِ خویش کہ از کوثر لبت | یک جرعہ خون بہای شہیدان نوشتہ اند

(۱۳۳) محب- سید غلام نبی بلگرامی

فرزند صغیر سیّد غلام مصطفٰے مذکور قدس سرہ- جوانی بود صاحب السیف والقلم

[1] نتائج الافکار صفحہ ۳۶۶ مطبوعہ مدراس ۱۸۴۳ء-

درصف بزم و رزم پیش قدم - تیغ زبانش جوہردار حسن بیان - مدسنانش بسماء صفحہ میدان - بارہا در معارک صفہا شکست و بزنجیر جوہر فولاد پای تہمتنان بربست در ریعان تمیز میل سخن بہم رساند - و دواوین سخن سنجانِ نو و کہن را تتبیر کرد و باخوشگویان عصر مثل شیخ عبد الرضا متین صفاہانی و آقا عبد العلی تحسین ملاقات نمود -

و در عالم نوکرپیشگی بصوب بنگالہ رفت و از انجا برگشتہ در سلک نوکر وزیر الممالک صفدر جنگ در آمد - وچون نواب وزیر بہ کرت ثالث لشکر بر سر افاغنہ کشید - و افاغنہ در دامن کوہ مداریہ کہ شعبہ ایست از کوہ سوالک پناہ گرفتہ مستعد پیکار شدند و بعد محاربات صلح انعقاد یافت - در ایام جنگ بیست و ہفتم صفر سنہ خمس و ستین و مأتہ و الف (۱۱۶۵) میر غلام نبی بزخم تفنگ نقد زندگانی در باخت - حیف کہ این چنین جوان قابل و فرد کامل در عین شباب از دست روزگار ضائع شد - و واماندگان را داغی کہ علاج پذیر نیست بر دل نشاند - محرر سطور گوید ؎

در فنِ سخن بلند تقریر محب در معرکہ آبروی شمشیر محب
تاریخ وفاتِ او ز دل پرسیدم فرمود "بہشت محفل میر محب"
۱۱۶۵ھ

شجاعت ارث خاندان اوست - و اکثر مردم ازین دودمان ساغر موت احمر چشیدہ اند و گلگونۂ شہادت بر رو مالیدہ - از انہا جمعی کہ بموزونی موصوف بودند درین انجمن جلوہ نمودند -

چند بیت از محب بر محبان سخن ملتمس می شود ؎

دل از مژگان و خالِ پشت چشم او حذر دارد کہ ترکِ چشم او مستانہ شمشیر و سپر دارد
بہ بزمِ می پرستی عشرتِ رندانہ شب کردم نقابِ شیشہ وا از چہرۂ بنت العنب کردم
ز فیض نیست برون سیر بینوائی ما بہ فرق خار نہد گل برہنہ پائی ما

بسکه از دیوانگی باشد بسامان کار ما　　سنگ طفلان گل زند در گوشهٔ دستار ما

زسبزه بر رُخِ او کرد گل بهارِ دگر　　به پای دل ز سرِ نو خلید خارِ دگر
دلم بذکر تو شاد و سرم بفکر تو خوش　　دل و دماغ ندارم بکار و بار دگر

قدم برون نگذارم ز آستانهٔ خویش　　شدم چو جوہرِ آئینہ نقش خانهٔ خویش

زمن نگار بایماءِ پیام گفت و نگفت　　بسینه دست نهاد و سلام گفت و نگفت
مقام صید دلِ خود زیار پرسیدم　　نمود کاکل پر حلقه دام گفت و نگفت
سپرد تیغ نگه را بدست مردم چشم　　به عاشقان جهان قتل عام گفت و نگفت
خط صحیح برآورد خواجهٔ حسنش　　مرا زبنده نوازی غلام گفت و نگفت
ببین که ساقیِ کوثر محب صادق را　　اشاره کرد سوی حوض جام گفت و نگفت

امشب ای شمع درین بزم بنیاز آمدهٔ　　آفرین باد که پروانه نواز آمدهٔ
غیر محراب دو ابروی بتان سجده مکن　　عشقبازانه اگر بهر نماز آمدهٔ
جرسِ شوق درین دشت بجنبان از دل　　گر تو با قافلهٔ عجز و نیاز آمدهٔ
قصهٔ شوق مکن در شبِ هجران کوتاه　　اگر ای شانه ازان زلف دراز آمدهٔ
هیچ جز وصف علی نیست بشعرِ تو محب　　آفرین باد که خوش مدح طراز آمدهٔ

(۱۳۴) قابل۔ سید عبد اللہ بلگرامی

از بعض طبقات سادات بلگرام ساکن محلّہ میدان پوره۔ پیشتر در طبقهٔ فضلا ممتاز است و حالا در گروه شعرا بی انباز۔

تخلص او اسمی بامسمی بود۔ و در فضل و کمال و تحریر هفت قلم و فنون سپاهگری و ورزش اسلحه و اکثر صناعات اہل حرفت وقوف عالی داشت۔ و در صفت کبری مشارٌ الیه انامل می زیست۔

همواره روزگار رفیق بن اعتبار گذرانید و بیشتر برفاقت نواب مبارز الملک سربلند خان تونی بسر برد۔ و بخدمت عدالت عسکر می پرداخت۔

و چون کرت اولی سربلند خان در سنه اربع و عشرین و مائة و الف (۱۱۲۴) ناظم صوبهٔ گجرات احمد آباد شد۔ سید عبد اللہ را منصب صدارت احمد آباد تفویض نمود۔ سید با ارباب وظائف سلوک پسندیده کرد۔ و غربا و ضعفا را باحسان نواخت آخرالامر در دارالخلافه شاهجهان آباد بیماری استسقا عارض شد۔ بهمان حالت به بلگرام آمد۔ و بعد چندی موافق سنه اثنتین و ثلثین و مائة و الف (۱۱۳۲) جان بجهان آفرین سپرد۔ و بسمت غربی باغ محمود در مقابر قبیلهٔ خود مدفون گردید بعد انتقال آن مرحوم کتابخانهٔ او شیرازه جمعیت گسیخت۔ و اشعارش بتاراج حوادث رفت۔ همین یک بیت بدست آمد ؎

مگر بسرمه اثر کرد ضعف طالع من | که بی عصا نتواند بچشم یار رسید

(۱۳۵) واحد میر عبد الواحد ترمذی بلگرامی

ترجمه اب والانسب او نظر پرورده لطف الٰهی سید محمد اشرف درگاهی در سلک فضلا از دفتر اول انتظام یافت۔

میر عبد الواحد صاحب طبع لطیف و ذهن شریف بود۔ و سراپا به حلیهٔ مکارم اخلاق و جلائل اوصاف آراستگی داشت۔ اختر نجابت از جبین مبینش می درخشید و عطر خلق محمدی از گل عنصرش می ترادید۔

شعر بزبان فارسی و هندی می گفت۔ و جواهر زواهر بمثقب اندیشه می سفت سخن شیرینش به گلو سوزی نبات است۔ و شعر آبدارش به گوارائی آب حیات از یاران میر عظمت اللہ بیخبر بود۔ و نسبت به فقیر شفقت فراوان می فرمود۔

اَبّا میکه والد ماجد او سیّد محمّد اشرف بحکومت موضع راهون از اعمال دارالسلطنة لاهور می پرداخت و او را با کفار آن نواحی جنگ رو نمود- میر عبدالواحد در معرکه جُرعهٔ شهادت چشید- و همانجا این آفتاب دل افروز خاکپوش گردید- و این واقعه دوم محرم روز جمعه بعد نماز عصر سنه اربع وثلثین و مأته والف (۱۱۳۴) واقع شد- عمر شریفش از پنجاه متجاوز بود-

نگارندهٔ سطور در تاریخ شهادت آن مغفور قطعهٔ نظم کرده و یک عدد زیاده را بحسن تعمیه بر آورده ؎

میر عبدالواحدِ شیرین سخن　　از زبانش آب حیوان می چکید
سیّدِ والا گهر صاحب هُنر　　تا ثریّا نظم و نثرِ او رسید
والدِ او حاکم راهون شُده　　در رکابش رخت آنجانب کشید
خطهٔ پنجاب را از مقدمش　　آبروی تازهٔ آمد پدید
با زمینداران کافر رزم کرد　　از شهادت جُرعهٔ صافی چشید
در سخن واحد تخلص می نمود　　لفظ ذوقی هم تخلص بر گزید
چون که واحد رفت سالِ رحلتش　　کلک خونین زد رقم "ذوقی شهید"

۱۱۳۵
۱
۱۱۳۴

صَیّادِ فکرش وحشیان معانی فراوان صید کرده اما از عوارض روزگار مقید رشتهٔ شیرازه نساخته لهذا اکثری از آن به پرواز آمد- برخی از اشعار که در بیاضها مثبت بود درین سواد سفیدی می کند ؎

امروز بر جبینِ تو چین دیده ایم ما　　صد رنگ ناز را به کمین دیده ایم ما
گر بود ره یک قدم بی رهنما دور است دور　　بی اجل نتوان رسیدن گرچه منزل زیر پاست
سوختم در آرزو یش کاش ای صورتگران　　گردهٔ تصویر او سازید از خاکسترم

آگہ ز دل شکستن بلبل نۂ ہنوز — طرف کلاہ خود مگر ای گل ندیدۂ

عمریست در رُخ تو تماشائی خودیم — آئینہ است بسکہ ترا از صفا جبین

نباشد از گدازِ دل محبت نامہ ام خالی — چو بکشائی سرِ مکتوب من طوفان شود پیدا

آتشی پیچیدہ ام در نامۂ پُرسوز خویش — گر سمندر نیستی مکشای مکتوبِ مرا

نیستم محتاجِ خضر از فیض سوزِ خویشتن — اخگرم خاکسترِ خویشم بہ از آبِ بقاست

رباعی

تا کی بہ ہوا و حرص مائل باشی — زان رہ کہ بریدنی است غافل باشی

اکنون کہ گذشتہ را تلافی خواہی — از خنجرِ انفعال بسمل باشی

و او را نسخۂ ایست مسمی بہ "شکرستان خیال" مشتمل بر نظم و نثر در وصف حلویات غزل و رباعی و قطعہ و مثنوی و مخمس و ترجیع بند بدستور دیوان مرتب دارد و در خاتمہ نکات شیرین آوردہ - و درین نسخہ بمناسبت شیرینی ذوقی تخلص می کند - و اشعار ہندی ہم درین رسالہ می آرد - برخی ازان در فصل ثانی می آید انشاء اللہ تعالیٰ - در خطبہ این نسخہ گوید :-

"مخفی نماند کہ از تصنیف و تالیف این رسالہ و اظہار میل و رغبت با شیرینی سببی و واسطۂ "مظنون ارباب قیاس خواہد بود اما قسم ؎

"بموزونیِ قامتِ نیشکر — کہ اصلِ ہمہ آمد آن مفتخر

"بعشقِ زلیبیِ خاطر پسند — کہ انداخت در گردنِ جان کمند

"بحلوای ترآن فرح بخش جان — بمقراضی آن غم تراشِ جہان

"بہ پُر مغزیِ پستۂ خندہ رو — کہ چون سبز ہند است زیبندہ رو

"بآن نرمیِ مجلۂ بلگرام — کہ شبنم نزاکت ازو کردہ وام

"ندارم سرِ بنگ باور کنید — کہ دائم ازو ننگ باور کنید

" به تریاک هم نیستم آشنا — هم از تهمتِ کو کنارم رہا
"کنون به که تمهید کمتر کنم — غزل خوانیِ مدعا سر کنم

آنانکه پرده از رخِ لوزینه وا کنند — آیا بود تواضعِ صحنی بما کنند
نان از تنور بهرِ مربا جدا شداست — لازم بود که حق غریبی ادا کنند
در کار خیر حاجتِ هیچ استخاره نیست — اهمال در تناولِ فرنی چرا کنند

انجیر را ز شاخ درخت ار جدا کنید — پنهان ز چشم بد به لبش آشنا کنید
یکبار پوست را ز تنش برکشیده اید — بارِ دگر به کیله ندانم چها کنید
هنگام آن شده که اسیران انبه را — بر کام دل ز محنتِ زندان رها کنید
آورده ام برای شما شربتِ انار — نوشش کنید و مخلص خود را دعا کنید
گر خاطرِ شما ز اناناس خوش نشد — چون ذوقی از شریفه و تربز غذا کنید

شیرین نشدی ذائقه شکر نشدی گر — چشمم نشدی سیر مز عفر نشدی گر
فائق نشدی خشکه بدین سان به حلاوت — یاری دهِ اور وغن و شکر نشدی گر
چندان به ادب دوست نمی داشتمش من — با شیر و شکر حُبِّ پیمبر نشدی گر
حلوا نفر ودی به دماغ این همه قوّت — ذوقی همه اجزا اش برابر نشدی گر

نقل بگیر بر زبان یک دو سه چار و پنج و شش — ریزهٔ قند در دهان یک دو سه چار و پنج و شش
در قدحِ بلور کن شربتِ قند با گلاب — چمچه بزن در آن میان یک دو سه چار و پنج و شش
پیدهٔ دلفریب را اگرچه ثقیل گفته اند — لیک ندارد ت زیان یک دو سه چار و پنج و شش
شاهدِ انبه ام بکف گرفته از کمالِ شوق — بوسه دهم بروی آن یک دو سه چار و پنج و شش
صحن پُر از مزعفر و کاسه پُر از برنج و شیر — خوب نمایدم به خوان یک دو سه چار و پنج و شش
مصرعِ نغزِ اطعمه وه چه خوش است ذوقیا — خربزهای خوش بنان یک دو سه چار و پنج و شش

نه تنها دل ز ذوقِ برفیم بیتاب می گردد — که از یادِ زلابی محوِ پیچ و تاب می گردد

ببین بسوی چپاتی بدیدۂ انصاف — کہ بی وصالِ شکر حالتِ نزاران چیست
غرض ز موسمِ برسات اولہ و بوندی است — وگرنہ این ہمہ تمہید برق و باران چیست
چرا نہ نیشکر از خرمی نخود بالد — کہ آل او ہمہ مقبول آمد و منظور
در تمنای ملاقات شکر ای ذوقی — آب گردید دلِ شیر بالفت سوگند

(۱۳۶) ایما۔ بندگی سید محمد حسن بلگرامی

برادر صغیر میر عبد الواحد ذوقی بلگرامی۔ گل سر سبد چمن استعداد بود۔ ونہال سر بلند قابلیت خداداد۔ مصوّر ازل حسن صورت را باحسن سیرت آمیختہ۔ ورنگ حیرت در دیدۂ تماشائیان ریختہ۔

در صغر سن مصحف مجید را از بر کرد۔ ودر پانزدہ سالگی فنون عربی و فارسی و ہندی را فراہم آورد۔ شعلۂ آوازش دل سنگ می گداخت۔ وحسن قرائتش ایمان سامعہ را تازہ می ساخت۔

از انجاکہ کسب ہوای زندگانی وتحصیل اسباب کامرانی مقتضای عہد شباب ست در عنفوان عمر از وطن مالوف بر آمدہ شاہزادہ عظیم الشان بن شاہ عالم را ملازمت نمود و بہ منصبی سرافرازی یافت (پدرش) سید محمد اشرف درگاہی دران وقت نوکر شاہزادہ محمد اعظم بن خلد مکان بود

چون خلد مکان رایت عزم بملک جاودانی افراخت۔ وشاہ عالم از کابل و محمد اعظم شاہ از دکن بداعیۂ محاربہ شتافتند۔ ودر میدان دھولپور بر مسافت دوازدہ کروہ از اکبر آباد تلاقی فئتین رو نمود۔ ومحمد اعظم شاہ در معرکہ نقد زندگانی در باخت ونسیم ظفر بر پرچم الویۂ شاہ عالم وزید۔ بعد فراغ جنگ سید محمد حسن کہ جوان نازنین بود وسلاح در بر داشت۔ تابِ حرارت ہوا نیاوردہ بہ خیمۂ خود

آمد- و با حاضران گفت سلاح از من بگیرید که تاب و طاقتم نماند- همین که دراز کشید- چراغ حیاتش خاموش شد- و مردم خاک حسرت بر سر انداختند و بعد تجهیز و تکفین بر دروازه دهول پور دفن ساختند-

چون راه آمد و شد واشد سید درگاهی بملاقات پسر شتافت- او خود زیر خاک رفته بود- بیطاقتیها کرد فائده نداشت-

جنگ سلطانی بیستم شهر ربیع الاول واقع شد- سید محمد حسن بیست و یکم ماه مذکور سنه تسع عشر و مائة والف (۱۱۱۹) برحمت حق پیوست- آیه کریمه "اِنَّمَآ اَشْكُوْا بَثِّيْ وَ حُزْنِيْٓ اِلَى اللّٰهِ" (۱۱۱۹) تاریخ رحلت اوست که علامهٔ مرحوم میر عبدالجلیل بلگرامی یافته و بگرفتار حالت یعقوبی سید محمد اشرف درگاهی تحریر نموده

این چند بیت تذکرهٔ ایماست ؎

جمالش بسکه در بزم تخیل جلوه پیرا شد — سویدای دلم چون مردمک محو تماشا شد

مرکز گردش ما نیست بغیر از دل ما — محل ما دل ما هم دل ما منزل ما

وصف تو اگر بر لب دریا گذر آرد — از گوش صدف پنبهٔ گوهر بدر آمد

مگر در یاد ماه من ز بلبل ناله می خیزد — که مد شاخ گلها در چمن چون هاله می خیزد

انتخاب از ناز خوبان نیست جز حسن کلام — وای بر بلبل که از گل یک سخن نشنیده است

کشاد کارم از جمعیت خاطر نمی آید — نشد چون غنچه بی چاک گریبان فتح باب من

رسید قاصد و واشد گره ز غنچهٔ دل — هوای بال کبوتر نسیم باغ من است

ز تمکین تو ای ظالم فغانم چوششی دارد — سکوت گل زند ناخن دل مسکین بلبل را

نیاز و ناز را یکد گر خوش جلوه می بخشد — درازیهای دست از من از و دامن کشیدنها

(۱۳۷) آگاه- سید علی رضا سلمه الله تعالے

خلف الصدق میر عبدالواحد ذوقی مذکور- همعمر و یار دلپذیر این فقیر است و

بحکم ارث گلدستهٔ اخلاق حمیده و نسخهٔ جامع اوصاف پسندیده -
کتب مختصرات درسی تحصیل نموده و در فارسی استعداد شایسته بهم رسانده - بدقائق
شعر خوب می رسد - و گاهی خود ہم فکر می کند - این رباعی زادهٔ فکر اوست ؎

هرچند بود ضمیر پاکت روشن | بی راهبری گام درین راه مزن
پیداست که شمع بینش پای خود را | بی شمع دگر نمی تواند دیدن

(۱۳۸) عارف - محمد عارف بلگرامی

از اولاد مخدوم محمد رکن الدین بلگرامی است قدس سرہٗ که ذکر شریفش در دفتر
اولیاء اللہ گذارش یافت -

تولّد محمد عارف روز جمعه نهم ذی القعده سنه اثنتین وعشرین ومائة والف
(۱۱۲۲) دست داد - جوانی است سنجیده - وعندلیبی است نورسیده - اول شخصی
از دودمان مخدوم رکن الدین که چراغ سخن افروخت - وطرز موزونی از مبدءِ فیاض
آموخت - اوست

از عنفوان شعور به گلگشت کوچهٔ سخن خرامید - و در فن فارسی و هندی کمالی بهم
رسانید سیما شعر هندی که این فن را خوب ورزیده و غزالان تازه در دام کشیده -
برخی از سبزان هند در فصل ثانی نقاب از رخ می کشایند -
بافقیر محبّت تمام دارد - و همیشه به نامه و پیام مرهمی بر دلِ ریش می گذارد -
این چند بیت ثمرات فکر اوست ؎

گرمیِ محفلِ من از رخِ صهبا باشد | رشتهٔ شمع من از پنبهٔ مینا باشد
قطع این راه توان کرد بیک قطع نظر | خار پایت مژهٔ دیدهٔ بینا باشد
بسکه نیرنگی حسنت بنظر جلوه نمود | مژهٔ من پرِ طاؤس تماشا باشد

نیست معلومم که چشمِ زخم من چون می پرد | شاید از مژگان او آمد پیامِ بوسهٔ
مشو برای کبابے بآتشی محتاج | چو سنگ از جگرِ خویشتن شرار طلب
چون صریرِ خامه نبود ناله ام را آفتی | سرمه می سازد بلند آوازِ فریادِ مرا

رباعی

ختم آمده منشور ولایت بر تو | انجام صحیفهٔ ہدایت بر تو
تعقیب خلافتِ تو بر جا باشد | چون ہست مدار ہر نہایت بر تو

ای دل کردی چه کار یادِ تو بخیر | رفتی بتلاش یار یادِ تو بخیر
در حسرتِ دیدار کسی خاک شدی | ای بسملِ انتظار یادِ تو بخیر

صوفی گوید که ما خدائیم ہمه | زاہد گوید که با خدائیم ہمه
این ہر دو بکار خویش ضدی دارند | مائیم خدا و با خدائیم ہمه

(۱۳۹) صانع۔ نظام الدین احمد بلگرامی

ہمین نام تاریخ تولّد اوست۔ مطابق سنہ تسع و ثلثین ومأته والف (۱۱۳۹) جوانی است از عشیرهٔ قضاة عثمانی مہذب و مؤدب۔ در حداثت سن کلام اللہ را یاد گرفت۔ و در خدمت میر نوازش علی سلّمه اللہ تعالیٰ تربیت یافت۔
مشق سخن از خدمت میر می کند۔ و طبع سلیم و ذہن مستقیم دارد۔ و از قبیلهٔ قضاة عثمانی اول کسیکه شعر درست انشا کرد۔ و لآلی دلپسند بغواصی فکر بر آورد اوست۔ ایزد سبحانه عمرش بیفزاید۔ و پایهٔ سخنش را ترقیها کرامت نماید

این چند شعر نتائج طبع اوست ؎

نقش روی یار را مانی به پرکاری کشید | چون نظر بر چشم او افگند بیماری کشید
توان زائل نمود از بخت عاشق تیره رنگی را | کند گر صنعتِ مشاطه زیبا روی زنگی را

بحرفی کشتگان را زنده سازد کافرِ حشمت — مگر دادند اعجازِ مسیحا این فرنگی را

داغ احسان برنتابد همتِ والای ما — از حنا رنگی نگیرد دست استغنای ما

هرگز از دورِ فلک عشرت نصیبِ ما نشد — سرکه شد از شوربختی باده در مینای ما

در جهان امروز از بس قدر اهل زر بود — می زند پهلو به عیسی هر که صاحب خر بود

گرد کین از جانبِ ما بسکه در دلها نشست — درمیان ما و یاران سدِّ اسکندر بود

در جهان از بسکه باشد صلح کل آئین مرا — می شمارم آفرین هر کس کند نفرین مرا

در بهارستانِ غفلت ایمن از غارتگرم — غنچهٔ تصویریم و نبود غمِ گلچین مرا

بسکه هر شب سبزهٔ خطِّ تو می بینم بخواب — سبز همچون بالِ طوطی شد پرِ بالین مرا

مپوش چشم خود از روی نوخطان زاهد — کسی که منکرِ مصحف بود مسلمان نیست

هیچ بی برگ و نوا نیست ز فیضش محروم — گر زِ نی نغمه گرفتند شکر بخشیدند

آنچه باید در خورِ هر شخص سامان می کند — دخترِ رز را بود گهواره از پیمانها

تنگ چشمان را ز دولت خشت افزون می شود — مشت بربندد صدف هر گه گهر آید بدست

شادمانی می کند از مرگ خود روشندلان — شد مرا این نکته روشن از لبِ خندانِ برق

نامِ آبا روشن از فرزند صاحب جوهر است — حرمتِ دیگر به عالم از گهر دارد محیط

اهل همت را چه باک از خصمیِ بدگوهران — سنگ نتواند کسی بر شیشهٔ گردون زدن

بمستی داد جانان وعدهٔ یک بوسه ام صانع — چه سازم گر خدا ناکرده از اقرار برگردد

از هجومِ داغ ناپیداست دل در سینه ام — در سوادِ خویشتن این شهر پنهان گشته است

چرا ز عشق خود آگاه کردمش صانع — اگر حجاب نماید ز من سزای من است

(۱۴۰) سخنور[1]۔ شیخ محمد صدیق بلگرامی

پدرش قاضی احسان اللّٰه امروز به منصب قضاء شهر قیام دارد۔ سخنور کلام الله

[1] نتائج الافکار صفحه ۲۲۴۔

را از بر کرده مختصرات کتب درسی گذرانید مشق سخن در سایۂ تربیت میر نوازش علی
می کند و فکری صحیح دارد۔ ازوست ؎

تا بہ گلگشتِ چمن آن سرو قامت می رود | بر سرِ قمری چہ آشوبِ قیامت می رود
می شود سرمایۂ ناز آن سپاہی پیشہ را | آنچہ از جنسِ نیازِ من بغارت می رود
بی دماغانِ جنون از فکرِ صحرا فارغ اند | از خراب آبادِ دل طرحِ بیابان ریختند
در چمن آید اگر آن غنچہ لب بلبل ز شرم | زیر بالِ خود کند چون بیضہ پنہان غنچہ را

(۱۴۱) ثمین۔ شیخ غلام حسن بلگرامی

خواہرزادۂ قاضی احسان اللہ مذکور۔ جوان خوش طبیعت است۔ گاہی فکر شعر
می کند و از میر نوازش علی اصلاح می گیرد۔ ازوست ؎

ازبسکہ سوده ام از سرِ افسوس کف بہم | دستم رساند آبلہا چون صدف بہم
ز سنگہای جفا مشکن ای پری پیکر | ترحمی کہ ترا منزل است شیشۂ دل

(۱۴۲) وامق۔ نواز محی الدین بلگرامی

پدرش شیخ غلام محی الدین فاروقی تن بخشی نواب مبارز الملک سربلند خان تونی
بود وامق ذہن درستی دارد۔ و با کتب درسی اشتغال نموده حیثیتی بہم رسانده
و مشق سخن از میر نوازش علی استفاده می کند۔ ازوست ؎

گر بہ بینی تو مرا بر سرِ راہی گاہی | چہ شود گر بنوازی بنگاہی گاہی
بسکہ درماندۂ ہجرم ز خدا می خواہم | وصل ہر روزه اگر نیست بماہی گاہی
یاد روزی کہ گذر داشت بہ کوبش وامق | بود با او نظرِ لطفِ تو گاہی گاہی
بسکہ حیرانِ تماشای تو گردیدم نماند | در چراغِ دیده ام چون دیدۂ بسمل فروغ

(۱۴۳) محزون۔ سیّد برکت اللہ بلگرامی

از اولاد سیّد محمود اصغر بلگرامی است کہ ذکرش در دفتر اولیاء اللہ سمت تحریر یافت۔ جوان شایستہ است۔ اکثر بہ دواوین وکتب فارسی وارسیدہ واخذ آداب ومشق سخن از میر نوازش علی نمودہ۔ از وہ می آید ؎

عاشقم وصل یار می خواہم　　عندلیبم بہار می خواہم
بہر یک بوسہ نا اُمید مکن　　کز تو این یادگار می خواہم
یا علی بہر قتل دشمن دین　　مددِ ذوالفقار می خواہم
باگناہِ زحد فزون محزون　　رحمت از کردگار می خواہم

دعوی یک بوسہ از لعلِ لبش می داشتم　　خط برون آورد و مارا کرد آخر لاجواب

سپاس چمن آرای ازل کہ نوبہار فصل اول بہ مراد رسید۔ ودل ودیدۂ تماشائیان را سرمایۂ نشاط بخشید۔ قلم گرم رفتار عرقہا افشاند تا بہ شادابی این چمن پرداخت۔ وزبان آتشین گفتار شمعہا گیرند تا عرصۂ این سواد را روشن ساخت۔ اکنون طوطی ناطقہ فاتحۂ ختم می خواند۔ وتاریخ اختتام بہ عرض موزونان نکتہ سنج می رساند ؎

زنوکِ کلکِ من نقشے تراوید　　کزو تصویر حیرانی است بہزاد
اگر تاریخ این تالیف پرسند　　بگو "تحریر عالی کرد آزاد"

فصل ثانی در ذکر قافیہ سنجان ہندی جَزَاھُمُ اللہُ بِجَائِزَۃِ الْخَیْرِ۔ [۱۱۶۶ھ]

من ہیچمدان باز بان عربی وفارسی وہندی آشنایم۔ واز ہرسہ میکدہ بقدر حوصلہ قدحی می پیمایم۔ در عربی وفارسی عمرہا مشق سخن کردم ونوعروسان معانی را در آغوش فکر پروردم۔ مشق سخن ہندی ہرچند اتفاق نیفتاد۔ وفرصت تسخیر سنبرانِ این قلمرو دست بہم نداد۔ امّا سامعہ را از نوای طوطیان ہند حظّی وافر است۔ و

ذائقه را از چاشنی شکر فروشان این گلزمین نصیبی متکاثر۔

معنی آفرینان عربی و فارسی خون از رگ اندیشه چکانیده اند۔ و شیوهٔ نازک خیالی را به اعلی مراتب رسانیده۔ افسون خوانان ہند ہم درین وادی پای کمی ندارند بلکه در فن "نایکا بہید" قدم سحرسازی بیش می گذارند۔ کسی که زبان فارسی و ہندی ہر دو ورزیده۔ و باسفیدی و سیاہی آشنائی کامل بہم رسانیده۔ به تصدیق سخن فقیر می پردازد۔ و سجل دعوی خاکسار را به مُہر شہادت مزین می سازد۔

موزونانِ زبان ہندی در بلگرام فراوان جلوه نموده اند۔ و دماغہا را به روائح صندل تر تازگی و شگفتگی افزوده۔ لہٰذا فصل این جماعه علیحده به تحریر رسید و شمامهٔ معطری به دست بوشناسان حواله گردید۔

(۱) شیخ شاه محمد بن شیخ معروف فرملی

عشیرهٔ فرملیان بلگرام در روزگار اکبر پادشاه عمدگی و اعتبار داشته اند و لوای فوقیت بر افراشته۔

شیخ شاه محمد دران عہد صاحب ثروت و اقتدار بود۔ و بحکومت احصار قیام داشت۔ و او در نظم ہندی اُستاد کامل بود۔ و گوی نکته سنجی از اقران می ربود جمیع ماہرانِ این فن امروز استادی او را تسلیم می کنند۔ و سخن او را بجان خریداری می نمایند۔

آورده اند که در سرزمین ریری چندوار حکومت محلی داشت۔ روزی با فوج خود به عزم شکار بر آمد۔ اتفاقاً از فوج جدا اُفتاد و عبورش بر سر دہی واقع شد در سواد آن دیه دُختری صاحب جمال را دید که سرگین گاو را پاچه می سازد نام دختر "چنپا" بود۔ و در ساعد خود زیوری داشت که آن را در ہندی

"نابت" گویند- و ابریشم سیاه دران تعبیه کنند-

شیخ شاہ محمد اشارہ بآن زیور کردہ گفت :-

"چہ خوب بھنور بر کنول نشستہ است"

بھنور زنبور سیاہ و کنول نیلوفر را گویند- ابریشم سیاہ را بہ زنبور و دست را بہ نیلوفر سُرخ تشبیہ داد کہ در موزونان ہند مستعمل است- و عشق زنبور سیاہ بر نیلوفر نیز نزد نکتہ سنجان ہند مقرر چنانچہ عشق بلبل بر گل و عشق قمری بر سرو نزد اہل فرس -

چنپا بزبان شکستگی جواب داد کہ :-

"بھنور نیست گوبروندہ است"

یعنی جعل کہ در سرگین پیدا می شود-

شیخ شاہ محمدؒ ازین جواب محظوظ شُد- و لطافت طبع او را دریافت - و او را بر اسپ گرفتہ در ربود- و بخانہ آوردہ تربیت کرد- و او در نظم ہندی فائق و در لطافت و ظرافت و بدیہہ گوئی یگانہ بر آمد تا بحدی کہ در نظم ہندی از شیخ شاہ محمد سبقت برد-

دوہا فراوان در سوال و جواب شیخ شاہ محمد و چنپا بین الجمہور مشہور است- اکثر سوال از شیخ شاہ محمد و جواب از چنپا است- و این دلیل افزونی قدرت چنپا است کہ سوال را فی البدیہہ جواب بہم می رساند-

روزی شیخ شاہ محمد و چنپا بر کنار دریائے نشستہ بودند-

شیخ شاہ محمد مصراعی گفت :-

"دھوم جو اوتھت ترنگ موں یہ اچرج مم آہ"

چنپا فی البدیہہ پیش مصراع بہم رساند :-

"ادنل روپ کوئ کامنی مجن کر گئی ساہ"

شبی در ایام برشکال کرم شب تاب در ہوا می رفت -

شیخ شاہ محمد آن را دیدہ گفت :-

"سیام رین مین کیتھ اورین چمکن کوٹ دس"

چنپا بداہتہً جواب داد :-

"من متھ باری دیٹھ بن پیہ نیہ کہوجت پھرے"

وقتی شیخ شاہ محمد از سفر بخانہ آمد۔ چنپا چشم پُر آب کرد۔ چنانچہ از نرم دلی رسم زنان ہنود است۔

دران حالت شیخ شاہ محمد گفت۔

"رکم درگ ڈہری سنار مم آیو بھایو نہین"

چنپا در جواب گفت :-

"لینہین نین پکہار ملن ہنتی تو درس بن"

شیخ شاہ محمد در آخر عمر استعمال افیون اختیار کرد۔ و اکثر اوقات در شعر بلح افیون می پرداخت۔ و چنپا قدح افیون می کرد۔ روزے این دوہا نوشتہ در محل سرا پیش چنپا فرستادو افیون طلبید :-

جل بھنبھن بیراگ رپ ہاری باہن سوئے
چنپا دی پرہٹائے یہ جوری تہاری ہوئے

چنپا جواب گفتہ با افیون فرستاد کہ :-

روپ گنواون جگ ہسن تیجی کام کی کہاد
ہون تہہ پہوبخون ساہ یہ کہان بساہی بیاد

شیخ شاہ محمد در آخر حال بہ قنوج رفتہ اقامت اختیار کرد و ہمانجا ازین عالم انتقال نمود۔ از منظومات او چند نسخہ متداول است۔

برخی از نتائج طبع او سمت تحریر می یابد ؎

پچھپ دشت اور کونج من سہج پر یوا ہنت
بہرنکی ہوئی کہت سنچری تب بہینتی بہگونت
کیچ چہوٹی تیہ سیس سون بب کیچ رہی اتنگ
ماتھہ کچن کلس تین امرت بیوت بہونگ
پہپ ترا بن چہرنس مانگ نک گج راہ
بدن چند دن دیکہت ام کر بہو لوساہ
الی مالا بپن گیئی آہ کل دری پتار
مرگ مد کرنن کو چھوئی برن پاس تو یار
تل بنکٹ بہرکٹی ملن سوسو بہاجیہ جاگ
ادہر دہنک منون نرکہہ کی پانک پسارت کاک
میٹ میٹ بدہ بدہ سچت تو مکہہ ایمان لک
جگ بیتی نہچت سچت بہیو نہ مکھ سمک
تو مکھ پانپ امیہ ندہ دیکہت نیت نہ کات
نین پچترا کہت بب پیوت ہون نہ اگہات
پریتم نین ترنگ چڈہ چہانہہ جو میلت آئی
من پارا گہٹ کوپ تین ابھر دو ہون دس جائی
مرگ نیینی مرگ راج کٹ مرگ باہن مکہہ جاہ
مرگ انگ مرگ مذنلک مرگ رہ بجہت سرتاہ

این سہ دوہا از چنپا نوشتہ مے شود ؎

ساہا رانک دن یون ہنے چتون کہنچی اکاس
بہیو کہٹو لن کو سمی ایک ایک نہہ پاس

تاہ نہ ساہ بسارئے یا ادہا جیونت
ہم کمدن تم سردسس کریا کرن سومت
برہ اُساس جرت اب تیہ کمت بن نا نہہ
منون سراوت تن تپت پرت جای وہ مانہہ

(۲) سید نظام الدین المتخلص بہ مدہنایک

بن سید علاؤالدین بن سید حمزہ بن سید صدر جہان بن سید علاؤالدین بن سید فاضل بن سید فتح محمد بن سید بدہ بلگرامی قدس سرہ کہ ذکر شریفش در دفتر فقرا تحریر یافت۔

سید نظام الدین شہرۂ روزگار و در موسیقی ہندی یگانۂ ادوار است۔ در عصر خود ممتاز و مکرم می زیست۔ وصفت مروت و سخاوت بہ مرتبۂ کمال داشت و ہموارہ خلق خاتمی وجود حاتمی را رنگی تازہ می بخشید۔ و در صحبت نکتہ سنجی و لطیفہ گوئی میر مجلسی بہ او مسلم می شد۔

ابتداء حال ذوق بہ نظم و نثر بہم رساند۔ و این فن را از اُستادان عصر سند نمود۔ و در ناظمی سرآمد برآمد۔ و کتب معتبرۂ فارسی را مستعدانہ درس می گفت۔ آخر طبع شریفش بہ علوم ہندی مائل گشت۔ و در شہر بنارس کہ بناء رس است کتب سنسکرت و بہاکا کسب نمود۔ و مہارتی عظیم پیدا کرد۔ و در موسیقی ہندی از علم ناد و تال و سنگیت ساز یکتائی نواخت۔ و محقق و مدقق این فن و نایک وقت شد۔ از ینجاست کہ مدہنایک تخلص می کند۔ و دو کتاب تصنیف کرد یکی نادچندرکا دوم مدہنایک سنگار۔

ماہران فن موسیقی ہندی دران عصر از اطراف دور دست بخدمت او می رسیدند

ومشکلات را به حل می رسانیدند۔

نقشهای او مشهور است۔ وخوانندها در وقت ذکر نام او گوش می گیرند و این ادبی است مصطلح اہل ہند۔ ودر کلام میرزا صائب گوش گرفتن بر سبیل تعظیم بنظر درآمد ازینجا مستفاد می شود که در اہل ولایت ہم این رسم معمول است۔ میرزا می فرماید ؎

آتش نفسان گوش به تعظیم بگیرند　　ہرجا که منِ سوخته را نام برآید

خواندن او کیفیتی داشت۔ بعض اوقات وحوش به استماع آن در مقام مستی و حیرت فرو می ماندند۔ تا به انسان چه رسد۔

اُستاد المحققین میر طفیل محمد بلگرامی طاب مضجعه فرمود که وقتی امساک باران شد۔ سید محمد فیض بلگرامی که ذکرش در دفتر فضلا رفت بخدمت سید نظام الدین عرض کرد که از نایکان پیشین تصرفها به عالم ظهور رسیده که برزبانها دائر است درین ایام که قحط باران و کار خلق خدا تباه است اگر توانند تصرفی به ظهور رسانند۔ و به فریاد خلائق برسند۔ فرمود بنده عاجز است و توانای مطلق جل شانهٗ بر ہمه چیز قادر۔ وصندلی طلبیده در صحن دیوان خانهٔ سید محمد فیض گذاشت و بر صندلی نشست۔ وراگ میگھ خواندن گرفت تا آن زمان که مقداری از ابر تنک پیدا شد و حال آنکه بقول مشهور "ما فی السماء قدر راحة سحابا" ابری بقدر کفِ دست در آسمان پیدا نبود سید محمد فیض عرض کرد که خدمت گرامی بسیار تصدیع کشیدند۔ و برای متحقق شدن تصرف این قدر ابر کافی است۔ برنخاست تا آن زمان که ابر پہن شد و اطراف آسمان را فرو گرفت و آن مقدار باران بارید که روی زمین طوفانی گشت سید محمد فیض معذرتها کرد و خلائق به دعاء خیر تر زبان گردیدند۔

سید را با ہندو دختری سندر نام عشق بہم رسید۔ دختر نیز به جذب عشق کامل دل از دست داد۔ رفته رفته راز گل کرد۔ قوم دختر به پرخاش برخاستند۔ ازانجا که سر رشتهٔ

محبت از ہر دو جانب مستحکم بود۔ سید معشوقہ را گرفتہ بہ شاہ آباد بُرد و زیور اسلام پوشانیدہ در حبالۂ نکاح در آورد۔ نواب کمال الدین خان بن نواب دلیر خان افغان صاحب شاہ آباد مراسم اعزاز سید فوق الحد بجا آورد و مدت اقامت آنجا لوازم مہمانداری نوعی کہ باید بتقدیم رساند

بعد چندی شورش ہندوان فرو نشست۔ و سید بہ وطن اصلی معاودت فرمود و سالہا بر مسند زندگانی کامرانی کرد۔ و غرۂ رمضان المبارک سنہ تسع و تسعین و الف (۱۰۹۹) بہ گلگشتِ روضۂ رضوان خرامید و در بلگرام مدفون گردید رحمۃ اللہ علیہ۔

چند کبت از و نقلم می آید :۔

:۔ سکیا برنن :۔

سنگ لاگی ڈولت مکر سر ساکرن چتون پان کو چرتر کاہو چتیو
للت رسن دب بولت کلت دنت ایکدہ ہسن ادہرن ہیت ہنیو
ادکت ہوت نہ سریر کنتی سار چھیر کنت مکھ کہتا کو کتھن کہو کہہ تبیو
روس ہون سورس ال سنپت نلن جبین دیوس مکھ دیکھ کہنسار کا نتھی رتیو

:۔ سکلا ابہارکا :۔

چندا دی چلی چندمکھی تن گورہ چندن کہورن کہو ر...ین
دونیہ جوت بڑہی چت جونھہ مانو پای مینکھہ کو ر...ین
جانی نجات جتی چلی جات چھپی نہہ بات سگندہن جو رین
ہاتھ لیین سر پچن کون سو کیو سر پیچ پر پیچھ تو رین

:۔ نین برنن :۔

کاری کجراری اُنیاری جگ موہنی کون تن نچ تاری ات ترل تر بیری ،بین

جیسی ہین ساوک جاوک جل پہرین پہرکین سو کیسہون رہت نہ گہیری ہین
لال مدہنا ایک سو میر و من موہنی کون پٹ پنجری پنجر رہت نہ ہیری ہین
سالو کی سدہار سو بہا دہا او ہکار ایسی ہین کی کہلونان کدہون ہین پیاری تیری ہین

:- چکھ برنن گھونگھٹ مین :-

جو چترا انن چت چدہی نہ بدہی بدہ بیدن گرنتھ نہ گائی
بہار تھی بہوری کری بہرمین چپ جوگن جوگ انیتھ گنائی
جو تکہہ جوت جگی نہ تہکی مدہنا ایک گھونگھٹ چنچل تائی
جہین دو کول چہپی جھلکی ابچھ براجت اچھ رجہائی

:- چند کی سیامتا برنن :-

کوئی کہی چند کی مرکنک انک دیکہیت کوئی کہی چہایا چہت بہوتل پرکاس کی
کوئی کہی اندہکار بیوہی سو دیکہیت کوئی کہی کالمان کلنک انیاس کی
مدھ کہی ساہر لینون کرتار سب تاہی کی سنواری بہامان کانھ کی بلاس کی
تادن تین چہاتی چہید پری ہین چہپا کر کی وار پار دیکہیت نیلتا اکاس کی

(۳) دیوان سید رحمت اللہ

بن سید خیر اللہ بن دیوان سید بھیکہ بلگرامی از اولاد سید محمد صغری است که ترجمہ او در دفتر اول بہ زبان قلم حوالہ شد و او سوای قبائل اربعہ مشہور سید وارہ است ونسب او بہ سید محمود عرف بڈہن می رسد کہ اسم او در ترجمہ سید عمر بلگرامی درہمان دفتر مذکور شد۔

دیوان سید بھیکہ از عظماء عہد بود۔ و در سخاوت و شجاعت و مروت و نیک طینتی شہرۂ روزگار می زیست و وجاہت صوری را با وجاہت معنوی فراہم داشت۔ و در

دیوا

سرکار نواب احتشام خان و نواب محتشم خان عالمگیری و نواب مرتضیٰ خان والاشاہی عالمگیری صاحب اعتبار و عظیم الاقتدار بود

ہنگامی کہ ہندول بیانہ در علاقۂ نواب مرتضیٰ خان در آمد۔ زمینداران قطاع الطریق نلوہای پادشاہی را از دست قاصدان بغارت بردند۔ نواب مرتضیٰ خان بنابر آنکہ سرکشان بہ تمرد و جرءت مشہور بودند متامل شد تا کرا حکم تدارک کند۔ دیوان سید بھیکہ این معنی را از چہرۂ نواب دریافت۔ و با برادران خود سوار شدہ برسر مفسدان رفت۔ و بہ ضرب شمشیر راجۂ آن ضلع را با اہل و عیال دستگیر کردہ پیش نواب آورد۔ و نلوہا مسلم بدست آمد۔ نواب مرتضیٰ خان نلوہا را بہ حضور خلد مکان فرستاد۔ و تردد دیوان سید بھیکہ معروض داشت۔ دیوان مورد تحسین و آفرین شد۔

دیوان تا سی[۳۱] و یک سال از طرف نواب اخلاص خان خویشگی عالمگیری بہ حکومت سیوندہ و غیرہ محالات جاگیر نواب مسطور از توابع صوبۂ اودہ قیام داشت۔

بعد ارتحال نواب اخلاص خان محالات مذکورہ بہ نواب مرتضیٰ خان مقرر گردید۔ و نواب مرتضیٰ خان بنابر ارتباط سابق و بواسطہ آنکہ نقش میر سید بھیکہ از مدتی دران الکہ خوب نشستہ بود۔ بہ آرزوی تمام میر را طلبید و حکومت محالات تفویض نمود۔

قضارا بعد یک ماہ ازین قضیہ نواب مرتضیٰ خان از منصب حیات معزول گشت و حامد خان پسر نواب مرتضیٰ خان کہ درآن ایام حکومت خطۂ بیسوارہ داشت برای محاسبہ پنج سوار از کچہری خیر اندیش خان دیوان لکھنؤ بہ احضار میر سید بھیکہ تعین نمود۔ سید ضیاء اللہ بلگرامی کہ در فصل اول ذکر یافت سفارش

میر سید بھیکہ بہ خیر اندیش خان تحریر فرمود۔ نامۂ سید درینجا ثبت می کنم کہ شمۂ حوال میراز ان بوضوح می انجامد۔ نامہ این است :-

" ازان مدت کہ تشریف باین ملک اتفاق اُفتاد - چون حقیقت سکنہ این دیار از دارد
" وصادر بسمع شریف رسیدہ باشد و می رسد چہ احتیاج کہ در اظہار وقائع بلگرام تکرار پرداختہ
" دردسری بتحصیل حاصل رود لیکن بمقتضای ضرور کہ لازمۂ بشریت است تکرار اظہار ناچار شد۔
" حقیقت حضرت قبلہ گاہ دیانت پناہ سیدی میر سید بھیکہ کہ از مشاہیر کبار این دیار است
" یقین کہ مسموع شریف گشتہ باشد کہ آن بزرگ بعد از آنی کہ بچل سالگی رسید از وطن برآمدہ
" مدت پنجاہ سال در خدمت اُمرا و ملوک گذراندہ حق گذاری و دیانت داری را بحدی رسانید
" کہ مدار علیہ ہر سرکار و صاحب اختیار ہر کار گشتہ سزای تحسین و آفرین شد۔ بالفعل کہ سال
" وی بہ نود کشیدہ و نوای خود را از خدمت بزرگان معطل دیدہ چارۂ کار بی آنکہ آمدہ بوطن
" درنشیند نیافت۔ مرتضیٰ خان مرحوم راچون بر دیانت و کمالات او اطلاعی تمام بود غرض خود
" خود را بر قصد سید مقدم داشت۔ چون الحاح بغایت کرد۔ انکار سید پیش نرفت۔ بعد از آنی
" کہ عازم این پرگنات شد چل روز تمام نگذشت کہ مرغ روح نواب بہ آشیانۂ علیین پرید مردم
" پرگنہ کہ ازین واقعہ متنبہ شدند پیش از انکہ میر از حویلی برآید کوچہا بر بستند از انجا کہ غلبۂ اسلام
" یقینی است برادران ہمراہ کہ آہن خائی بہ عادت داشتند رکاب میر را نگذاشتند خجالت بخش
" ہر مایۂ فساد شدند۔ میر را چون طاقت عود بدہلی نبود ناچار قصد وطن نمود حرکت بی آنکہ تمسک
" بہ عصا کند متعذر شدہ بالفعل حالت پیری این و تخلل نوکری آن و شدت افلاس کہ نتیجۂ دیانت
" است زیادہ از آن۔ وطلب کچہری کہ باغوای حامد خان شدہ علاوہ بر آن۔ اکنون بجز
" خدا پناہی نیست ؎

" در چار موج حادثہ یکتا خدا بس است | چون ناخدا مدد نرساند خدا بس است

" مسموع است از حدیث شریف کہ ابن ثمانین از عتقاء خدا است۔ اکنون بندہ ہای خدا می خواہند

"که این تستیمن را معتنق ندانسته بقید حساب کشند وتقصیر خدمت یک ماه اهانت آن بی گناه
"کنند جای وحشت است والسلام"

چون این نامه به خیراندیش خان رسید- میر سید بهیکه را از مطالبه معاف داشت
لیکن سید رحمت الله ابن الابن میر مسطور که محاسب ممتاز بود به رغبت خود رفته
به کچهری حاضر شد و بعد حساب فارغخطی حاصل کرده خود را بخدمت جد بزرگوار
رسانید-

میر سید بهیکه به جناب میر سید طیب بن میر عبد الواحد اکبر بلگرامی قدس
الله اسرارهما بیعت داشت- و بعد خانه نشینی اوقات را به طاعت و عبادت
معمور می داشت تا آنکه نهم شهر ربیع الاول روز پنجشنبه سنه اربع و تسعین والف
(۱۰۹۴) در جوار رحمت آسود- و پائین مزار میر عبد الواحد مدفون گردید-

خیرالله

اما سید خیرالله بن دیوان سید بهیکه همراه پدر خود می بود سید بهیکه عبدالرحیم
نامی را متبنی گرفت و او را سر فوج ساخت- سید خیرالله را این معنی گران آمد-
و از پدر رجدا گردید- و این قضیه یاد از قضیه اسامه بن زید رضی الله تعالیٰ
عنهما می دهد-

سید خیرالله در سرکار قباد خان عالمگیری و امراء دیگر نوکری می کرد تا آنکه
سید بهیکه وسائط برانگیخته سید خیرالله را طلب فرمود و او فرمان پدر را امتثال نمود
و در جنگی به زخم تفنگ جرعهٔ شهادت چشید-

اما دیوان سید رحمت الله بن سید خیرالله دخترزادهٔ سید لطف الله
بن سید حسن بن سید نوح بلگرامی است- ذکر سید حسن در دفتر فضلا گذشت
سید رحمت الله در خدمت جد بزرگوار تربیت یافت- و به نیابت او بسر انجام
خدمت می پرداخت- چون دیوان سید بهیکه راه پیری در یافت سید رحمت الله

عرض کرد کہ حضرت حالا در خانہ نشینند و من خدمت بجا می آرم جد بزرگوار ملتمس او را قبول کرد۔

سید رحمت اللہ بحکومت جاجموؤ و بیسوارہ وغیرہ می پرداخت و در دیانت وراستی دقیقۂ از دقائق فرو نمی گذاشت۔ مدبر و شجاع و صاحب عزم و عالی ہمت بود و اکثر مواضع قلب راتسخیر کرد و سرکشان را مطیع و منقاد ساخت۔ و از سرکار خیر اندیش خان عالمگیری و از سرکار عبد الصمد خان روشانی و امراء دیگر نیز محالات فراوان داشت و با وارد و صادر سلوک پسندیدہ می کرد۔ و دست جود و احسان کشادہ می داشت۔

بعد رحلت جد بزرگوار با برادر اعیانی خود سید حبیب اللہ جانب دکن بہ اردوی خلد مکان رفت و پادشاہ را ملازمت کرد۔ روز ملازمت خلد مکان باشاہزادہ محمد اعظم شاہ فرمود کہ این خانہ زاد قدیم ماست و پدرش نلو بار را از قطاع الطریق بہادرانہ بدست آورد۔ سید رحمت اللہ بہ منصب دو صدی و جاگیر از محال سائی پور و سید حبیب اللہ بہ منصب صد و پنجاہی سرافرازی یافت۔ بعد چندی سید حبیب اللہ در دکن فوت شد۔ و سید رحمت اللہ بہ جاگیری کہ یافتہ بود اکتفا نمودہ بوطن رسید۔ و برای تربیت برادر زادۂ خود سید کرم اللہ بن سید حبیب اللہ بہ سلیم پور رفتہ اقامت گزید۔ تزویج سید حبیب اللہ با دختر سید پیاری حسینی واسطی انامی شدہ بود و سید پیاری سید حبیب اللہ را خانہ داماد ساخت۔ ازین جہت اولاد سید حبیب اللہ در اُنام می بود۔ اُنام بروزن حُکام از توابع لکھنو است و سلیم پور یکی از قُرای اُنام است۔

آخر سید رحمت اللہ در سلیم پور سیزدہم شہر ربیع الآخر سنہ ثمانیہ عشر و مائۃ و الف (۱۱۱۸) بہ رحمت حق پیوست۔ نعش او را در بلگرام آوردہ بہ خاک سپردند۔

سید رحمت اللہ در ہندی اُستاد عصر بود- علامۂ مرحوم میر عبد الجلیل بلگرامی تعریف خوش فہمی او بسیار می کرد-

در ایام حکومت جاجمؤ باد فروشی از تلامذۂ چنتامن شاعر مشہور ہندی آوازۂ کمال دیوان سید رحمت اللہ در فن ہندی شنیدہ خود را بہ حاشیۂ محفل دیوان رسانید روزے دوہۂ از منظومات چنتامن در "اننیا النکار" پیش دیوان خواند- درین مقام اول "اننیا النکار" را برنگاریم بعد از آن سررشتۂ مقصد اصلی بدست آریم-

"اننیا" بہ ہمزۂ مفتوح و نون اول مضموم و نون ثانی مشدد مکسور و یای تحتانی مفتوح آخر الف بہ معنی بی شبہ و "النکار" بروزن چمن کار صنعت فن بدیع-

و "اننیا النکار" آن است کہ مشبہ و مشبہ بہ یکی باشد- فقیر را بنظر تتبع نرسیدہ کہ کسی از ادبای عرب و فارسی این تشبیہ را استخراج کردہ باشد حال آنکہ فی نفسہ موجود است چنانچہ در کلام فارسی شاہدی از دیوان ملا ظہوری ترشیزی برآوردم کہ ؎

چون ظہوری بجز ظہوری نیست　　　در محبت یگانہ می باشد

و در منشأت میرزا جلالای طباطبا ہم بیتی یافتہ شد کہ ؎

آب رُخ آئینۂ جم منم　　　ہمچو منی گر بود آن ہم منم

و خود ہم در سلک نظم کشیدم ؎

ترا می رسد ناز ای دِلستان　　　توئی چون تو خیل خوش طلعتان

و در عربی نیز بہ ادای این تشبیہ پرداختم کہ ؎

رأت کثیر حسانٍ فی الوری مقلی　　　ما لاح مثلك الا انت یا املی

محرر کلمات گوید :- علماء عرب و فارس این تشبیہ را در فن بیان آوردہ اند و اہل ہند در فن بدیع تحقیق مقام آنکہ در صورت اتحاد مشبہ و مشبہ بہ تنزیہ است در صورت تشبیہ- چہ علما تشبیہ را تعریف کردہ اند کہ "ھُوَ الدَّلَالَۃُ عَلٰی مُشَارَکَۃِ

اَمْرٍ لِاٰخَرَ بِالْکَافِ وَنَحْوِہٖ" وازینجا دریافت شد کہ وجود تشبیہ بی مغایرت مشبہ ومشبہ بہ متصور نیست۔ وتشبیہ را سہ رکن است مشبہ[1] ومشبہ بہ[2] ووجہ شبہ[3]۔ پس مقصود قائل از وحدت مشبہ ومشبہ بہ تنزیہ ممدوح از شبیہ و اثبات یکتائی اوست بہ تفنن عبارت چہ عبارت "چون توکسی نیست" و "چون تو توئی" ہر دو یک مآل دارد کہ آن تنزیہ باشد۔

وصنعتی دیگر ازین قبیل در کلام ملا ظہوری یافتم کہ مفضل ومفضل علیہ یکی باشد اگرچہ این صنعت با مطلب کتاب کار ندارد اما برای مزید فائدہ تحریر می یابد کہ ؎

نتوان گفت ز خوبان دگری می باشد ہم توئی از تو اگر خوبتری می باشد

بخاطر می رسد کہ نام اول "تَمْثِیْلُ الشَّیْئِ بِنَفْسِہٖ" ونام ثانی "تَفْضِیْلُ الشَّیْئِ عَلٰی نَفْسِہٖ" گذاشتہ شود۔

القصہ دوہہ چنتامن در "انیا النکار" کہ شاگردش نزد دیوان سید رحمت اللہ خواند این است ؎

ہیو ہرت ارکرت ات چنتامن چت چین
وا مرگ نینی کی لکھی واہی کیسی نین

دیوان دخل کرد کہ این مثال "انیا النکار" نمی تواند شد زیرا کہ نایکا را مرگ نینی گفت۔ ومشابہت چشم او با چشم آہو ثابت شد۔ شاگردش این دخل را مسلم داشت۔ وہرگاہ نزد چنتامن رفت دخل مذکور را نقل کرد چنتامن ہم اعتراف نمود۔ ودوہہ را تغیر داد ؎

وا سندر کی ہین لکھی واہی کیسی نین

واین چنتامن ساکن کوڑہ جہان آباد است ودو برادر او بہوکن و متیرام نیز شاعر خوش فکر مشہور اند۔ چنتامن در علم سنسکرت سرآمد اقران بود۔ و

و در سرکار شاہ شجاع بن شاہجہان بادشاہ باعزّت بسر می بُرد و او را تصنیفی است "کبت بچار" نام کہ درمیان سخن سنجان متداول است دوہہ مذکور در انتیا النکار در کبت بچار داخل است۔

الحاصل چنتامن بعد استماع آن دخل مشتاق دیوان سید رحمت اللہ شد و بہ تقریب غسل دریای گنگ کہ از تحت جاجموٴ می گذرد با قبائل خود بہ جاجموٴ رسید۔ و دیوان را دریافت۔ دیوان لوازم مہمان نوازی نوعی کہ باید بہ عمل آورد۔ چنتامن مدتے نزد دیوان اقامت کرد۔ و بہ مناسبت موزونیت صحبت گیرا اُفتاد۔ و کبتی در وزن "جھولنا چھند" در وصف شجاعت و جوان مردی سید رحمت اللہ نظم کرد۔ کبت این است ~

"گرب گہہ سنگھہ جیون سبل گل گاج من پربل گج باج دل ساج دہایو"
"بجت اک جمک گہن گھمک دندبھن کی ترنگ کہہ دہمک بہو تل ہلایو"
"بیرتہہ کہت ہیہ کنپ ڈرجو رسن سین کو سور چھون اندر چھایو"
"کہو چل پائی تج ناہ سناہ یہ رحمت اللہ سرناہ آیو"

دیوان زری نقد و خلعت زرین سنگین صلۂ کبت بخانۂ چنتامن فرستاد او بعرض رسانید کہ می خواہم در حضور دا لاقامت مباہات خود را بہ آئین خلعت آرایم۔ دیوان زبان بہ معذرت کشود کہ این لائق شما نیست۔ غائبانہ قبول باید کرد۔ آخر چنتامن در حضور دیوان آمد۔ و سر مجلس کبت را خواند و خلعت پوشید و انعام برگرفت۔

کبت مذکور در نسخہ "کبت بچار" بعد کبت مدح سلطان زین الدین محمد بن شاہ شجاع ثبت است۔

دیوان سید رحمت اللہ کتابی دارد "پورن رس" نام۔ این چند بیت دوہا ازان کتاب کسوت تحریر می پوشد ~

کاری سٹکاری کری کہری سرس سکمار
لوٹن ہاری جگت کی لوٹن ہاری بار
سوہت بینی پیٹھ پر جہینین پٹ کی بہائی
لوٹت ناگن کنول دل انگ پراگ لگائی
مانگ سہاگ بہری الی بب پاٹی چھب چھائے
سیام منون گھنسیام مین چپلا لیک لکھائے
بہونہہ کمان سمان کی کت تکیت انکھائے
کدھ من سونن تور کی تہارو پیارو پائے
آن بان کو کہت ہین نینن بان سمان
دی لاگت سالت جو یہ دیکہت بیدہت پران
ہوئی ترچھی ترچھی تکیو بہنتو بہامنی بہیر
چبھ چیتون چت مون کئی کاڈہت بادہت پیر
سندر مکھہ چوکا حمک اپمان گوبرنی نہ
آنند مندر مین جڑی ہیرا جڑیا مین
کراچائی جہائی نیہ دہاری بہج انھ بہائی
منو چپلا دوئی توک ہوئی گری بہوم پر آئی
سوبرن رنگ مہندی رچو چہلا جڑاؤ ساتھ
ہاتھی دئے ساتھی کیو موہن من آون ہاتھ
اوپمان سندر نکہن کی من آوی نہین اور
اند بدھوا۔ یند کی کلن بہئین سرمور
چہلا چہیلی چہانگین بب چہب مل اک ساتھ

پھلت پھیل منکوکرت پھلا کلا کی ہاتھ
اوورلست رو ماولی موہن موہن بہانت
مانو سبرن پان پر کام منتر کی پانت
ناہہ کوپ ناگن نکس چلی کنول مکھ چاڈہ
ٹہٹ کی دیکھ میور کریو کچھ گر کی کراڈہ
گوری بہوری کورٹی تہوری بکیں سہائی
بہوری بہوری بات سون چورت من کو آئی
لست سیت پچتوریان انگ کیسری رنگ
کنک بیل سی جھلملی بال چاندنی سنگ
پیہ تیہ رت بپریت کون پگ گہہ کر منہار
ہٹنت ہنست ستہرات درگ للچاوت رجھوار
بھج اُچائی انگڑائی بن ہیم جنائی جمہائے
چٹ پٹ ہرہرنی کٹی ٹھگ لاڈو دکھرائے
ہرمرلی ہر کی لئے دہری اروج بنین
راگ رنگی پربین تیہ کری ہی پربین
کہیلت پہاگ ہلاس سون بہاگ بھری لکھہ ناہہ
موٹھی داڑ گلال کی من کیو موٹھی ماہہ
جھک جھک کہیلت ہی للی جھوم سکھن سماج
جھوم جھوم من جگت کی پرت پگن پر آج
بہو نہہ چڈہائی جنائی رس جھونٹھ مان جنائے
انہت ہی پیہ من بہتو او تہن اینٹھ بنائے

گھٹ لئے گھاٹ چلی الی نٹ کی سنمکھ ہوت
گھٹ پٹ کی سدھ گھٹی مٹکی مکھ کی جوت

للن چلن کی نام سن گری گھوم کی بھوم
پیارین پیاری لکھ پیا پران دئی مکھ چوم

پھاگن مانس نہ آئی ہو پیارے پرانن ایس
کھوری ہوری لپٹ سنگ کہہ ہین پران اسیس

کہہ کہہ اٹھت جری جری گھری گھری وہ بال
چل کی نیک بلو کئی انہین ہت کوہال

کہت سبیس کر دہر سنون سیام بام پرانیس
کنٹھ نکٹ سانسک رہی سو وکرت اسیس

(۴) میر عبدالجلیل بلگرامی نوراللہ ضریحہ

پیشتر نی قلم واسطی نژاد گوش مستمعان را از تصانیف والاچہ حجازی وچہ عراقی نواختہ۔ اینجا شکر ہندی می افشاند وطوطیان ہند را نغذاے روحانی می رساند۔

رتبۂ عالی ازان برتر بود کہ لب بہ ترہات شاعری سیما منظومات ہندی کشاید وزبان محتاط را بہ گفتگوی دوراز کار آلاید۔ لیکن احیاناً اگر تفسیدہ جگرے التماس معالجہ می کرد بنابر جامعیت فنون تباشیری از نی ہندی بر می آورد چنانچہ خود می فرماید ؎

شعر گر فضل من بنو شیدی — می شدم در فنِ سخن اقدم
گر بپرسی ز جامعیتِ من — میر خسرو دہد جواب نعم

مصر دواکر بن مصر ہربنس کہ از براہمۂ معتبر بلگرام است و در فنون سنسکرت و بھاکا مسلم خاص و عام۔ و علامۂ مرحوم ورا بہ ملازمت امیرالامرا سید حسین علی خان رسانید و در سلک ندماء نواب منسلک گردانید۔ دوہۂ در مرثیہ آنجناب نظم کردہ و بیان واقع بہ عالم اظہار آوردہ کہ ؎

"ہوا نہے او ہوے گا ایسو کنہن سو سیل"
"جیسو احمد نند جگ ہوی گیو میر جلیل"

از غرائب اتفاقات آنکہ چون این دوہہ را عدد کردہ شد بی زیادت و نقصان تاریخ بر آمد۔ رحلت آن جناب بیست و سوم ربیع الآخر سنہ ثمان و ثلثین و مأتہ والف (۱۱۳۸) واقع شد۔

از منظومات عالی "سکھ نکھ" در وزن بھیروی ست۔ این چند گل ازان چمن چیدہ می شود ؎

الہ نام پوتھی پر لکی ایخہ بھائی ۔ جیون جڑائی کو ٹیکو بہال سہائی
کیس پاس کی پھانس پھانسو لوگ ۔ ایک سیام تم اوبری الگ سنجوگ
پہلواری گہونگھٹ کی پاتین جات ۔ سمن باس بن چھاینن نہیں سہات
واکپول نرمل نین دہ بن ہار ۔ پرت انت جھونٹھی کی مکھ چہار
دانل دیکھی پترن باڈھت جوت ۔ دت چیکنون دیکھی ہلست کوت
لکھ کپوت واکریوان اتہہ ابھرام ۔ ہوئی اتیت کرڈاری سیری سیام
سنکھہ تا نہہ جیہ موری دہون گیا کھوئی ۔ کری لاک جہان بچھر ہو بہت تہان جوئی
نکھس جھلک مہندی سنگ نعبن دت دین ۔ چنین لال تر جیین ڈاک نوین
بہادنا بہہ کی ترکو کہو نجات ۔ کنول کلی لو موندی بہلی یہ بات
بینی پیٹھ دو دمل منتو جو کین ۔ لانبی چکلی باتن من ہر لین
چنگل جنگھ سو مومن اٹکو جاے ۔ انت باندھیت گنہی کہنین لاے

کنول سانجھ موندت نہیں کوس سکور   واچرنن کو بندت انجل جور

وازمنظومات والاست این چند دوہہ

پہلواری جگ مین سے سیچنت لی لی باس
سوکہی روکہہ پلاس کون رُت بسنت کی آس

رجنی سجنی یہ سنگ پاؤن روپ بھات
اب پریتم بچھری بہیٔ پاؤن پک کی بہانت

تونا ساکی ڈاڑہ کی کیر لگی جیہ کو پچ
رہرکہو نٹو نت کری کہی دیت ہی چونچ

پیاری تیری چرن کی کہون کہان نو بھید
چھن بچھرت جاکی پری جہاوان چھاتی چھید

(۵) سید غلام نبی بلگرامی

ہمشیرزادۂ میر عبدالجلیل بلگرامی - ترجمہ او در فصل اول جلوہ پیراست و درین فصل نیز بہ اداہای نازک ہوش ربا

اگرچہ حکمش در قلمرو سخن فارسی وہندی نفاذ دارد - امابہ تسخیر سواد اعظم ہندی نوعی پرداختہ کہ سرکشان پای تخت سخن رایک قلم ازاوج غرور انداختہ - الحق ہیچ طوطیٔ در ہندوستان بخوبی کلکش شکر افشانی ننمودہ - وہیچ طاؤسی درین بوستان بہ نیرنگی فکرش بال وپر نکشودہ - جوہر تیغ ہند از سبزۂ خطی بہ این حسن وانمودن جز اوکہ می داند - وچاشنی نیشکر ہندی از قلم واسطی باین لطف مہیا ساختن ہیچ ادکہ می تواند -

میرزا محمد امین چون قصائد عربی فقیر واشعار ہندی میر شنید - حظی کرد - واین

قطعه در سلک نظم کشیده

درین زمانه که ارباب فضل کمیاب است ... ز بلگرام دو شخص اند در سخن اُستاد
یکی امام زمان سیدِ غلام علی ... کسی به شعر عرب مثل او ندارد یاد
دگر جهانِ هنر سیدِ غلام نبی ... رساند فطرتِ او شعر هند را به مراد
نگاهدار الٰہی همیشه ایشان را ... بمُرسَلِ عَرَبِیٍّ وَّ اٰلِہِ الْاَمْجَادِ

میرزا جانجانان مظهر دهلوی سَلَّمَهُ اللّٰهُ تَعَالیٰ فن شعر هندی از میر غلام نبی اخذ نمود۔

از نتائج فکر او "سکهه نکهه" صد و هفتاد و هفت دوها است که آن را "انک درپن" نام گذاشته و دیگر "نایکا برنن" که در ۱۱۵۴ھ هزار و صد و پنجاه و چهار هجری تصنیف کرده و مطابق این سال دوها در خاتمهٔ کتاب درج نموده و "رس پربوده" نام مقرر ساخت معنیش آنکه ازین کتاب تسلّی و خاطر جمع در بیان رس می شود۔

مخفی نماند که نزد اهل هند مقرر است که تغیر و کیفیتی که در انسان از دیدن یا شنیدن چیزی پیدا شود۔ و بعد از آن استغراق کامل دست دهد آن را "رس" گویند و آن نه حالت است۔ و کتاب "نورس" که ملا ظهوری دیباچه آن نوشته این معنی هم دارد۔ نو در هندی نه را گویند۔ از ان نه حالت

اول۔ "سنگار رس" که عبارت از کیفیت کمال محبت است که مرد را از دیدن زن یا شنیدن اوصاف او پیدا می شود و همچنین کیفیتی که زن را از دیدن مرد یا شنیدن اوصاف او بهم می رسد۔

دوم۔ "هاس رس" که عبارت از کیفیت کمال ضحک است۔

سوم۔ "کرن رس" که عبارت از کیفیت کمال غم است۔

چهارم۔ "رودر رس" که عبارت از کیفیت کمال تهور است۔

پنجم۔ "بیررس" کہ عبارت ازکیفیت کمال شجاعت وسخاوت وغیرہ است

ششم۔ "بھیانک رس" کہ عبارت ازکیفیت کمال خوف است

ہفتم۔ "ببھتس رس" کہ عبارت ازکیفیت کمال کراہت است

ہشتم "اوبھت رس" کہ عبارت ازکیفیت کمال تعجب است

نہم "سانت رس" کہ عبارت ازحالتی ست کہ دران حالت ہمہ لذتہا محو شود و ہمہ نیک وبد یکسان نماید۔ واصل منشاء این حالت ترک وتجرید است۔

و درین کتاب اکثر مقامات راکہ ازمصنفین پیشین کم کسی بہ تحقیق آن رسیدہ میر بہ دقت ونازکی تمام آن مقامات راحل نمودہ مثلاً فرق درمیان اقسام دھیراو کھندتا و فرق درمیان بچن بدکدہا وسوین دوت وفرق درمیان کریا بدکدہا و بودھک ہا۔ وسبب جدا شدن انبہ سبنوک وکھتا کرتبا ومانی ازہشت نایکا باوجود شریک بودن این مجموع دراوستہا بھید کہ مراد از اقسام حالات است خوب بیان کردہ۔ ودیگر مقامات کہ تفصیل آنہا اطالت می خواہد بوجہ احسن ضبط نمودہ۔ ودر ایجاد واختراع مضامین دقیق وخیالات نازک چہ قدر قوت فکری صرف کردہ۔ تمام نسخہ ازاول تا آخر تمثیلات تام دارد۔ ومجموع کتاب انتخاب وسحر حلال واقع شدہ۔

وسوای این دوکتاب کتب متفرق متضمن مضامین لطیف بسیار دارد "رسلین" تخلص می کند۔ لین بمعنی محو است یعنی کسیکہ دررس محو باشد۔

درین مقام صدوبیست وپنج دوہا ازہر دو نسخہ بہ مراعات ترتیبی کہ در کتاب است انتخاب زدہ۔ وچند کبت چیدہ ثبت می شود۔

اول۔ ازانک درپن

:- منگلا چرن :-

سوپادت یاجگت مون ہر بس نیہ کو بھاے

جون تن من تین تلن لو بالن ہاتھ بکاے

-:جورا برنن:-

چندمکھی جورد چتی چت لینہون پہچان
سیس اٹھایو ہی تمرسس کو پاچھو جان

-:ارن مانگ پاٹی جت برنن:-

تیین مانگ نہ ارن کن مدن جگت کون مار
است پہری پرئی دہری رکت پہری تروار

-:بھونہہ اینٹھ برنن:-

اینٹھن ہون اوترت دھنک یہ اجگت کی تان
جیون جیون اینٹھت بھرودہنک تیون تیون جڈھت ندان

-:کرن مکت برنن:-

مکت بھئی گھر کھوئی کی بیٹھی کان چاے
اب گھر کھوت اور کی کیجئی کہا اوپاے

-:نتر برنن:-

ترنگ دیٹھ آگین دہرین برنین دل کے ساتھ
تیوری چکھہ مکھہ کی جگت کیو چہت سب ہاتھ

-:کاجر برنن:-

ری من ریت بچترہ تیہ نیین کی چیت
بکھہ کا جرنج کھائی کی جیہ اورن کی لیت

-:کاجر کورین برنن:-

تیہ کاجر کورین بڈھی کیہ پورن کب پچھ

لکہیت کہنجن اچھ کین پچھ الکچھ پر پچھ

-: ننرن کی لال ڈوری برنن :-

انجن کی دورت نہین لوین لال ترنگ

کورن پک دورن لگت تور پورن کو رنگ

-: ناسکا برنن :-

چھاک چھاک تو ناک سون یہ پوچہت سب گانو

کئی نواسن ناس کی لھیو ناسکا نانو

-: لنکن برنن :-

تھک لتکن نتھ پاس لئی پائی ناسکا ساتھ

مارمروریو جگت تبہو نٹ نٹ دولت ہاتھ

-: بناری برنن :-

للت بناری کلت یون لست ادہر سکمار

منون اہی بہاست پریو چنھہ انگری بہار

-: ادہر برنن :-

تیرس دتیا دوہن سس ایک روپ نجہ ٹھان

بہور سانجھ کہہ ارنئی بہئی ادہر تو آن

-: مہندی برنن :-

بارہ منگل راس کن سوئی سب مل آئی

ابھیہ دوہتھیرن دس نکہن مہندی بہئی بنائی

-: سکمارتا برنن :-

لگت بات تاکو کہان جاکو بیچم گات

نیک سانس کی جھوک مین پاس نہیں ٹھہرات

-: روما دل برنن :-

امل اودرواسگھ بین روما دل کی بھیکھ
پرگھٹ دیکھئی سانس کی آواگون مین ریکھ

-: پیٹھ کی نال برنن :-

نہین پناری پیٹھ تو کینھو دیٹھ بچار
دھسک گئی بہہ بہار تین بینی کی سکمار

-: کٹ برنن :-

سنیٹ کٹ سچھم نپٹ تکت ندیکھت نین
دیہہ مدہ یون جانئی جیون رسنا مین بین

-: جنگھا برنن :-

سیس جٹا دھرمون گہہ کھڑی رہین ایک پای
اپتی نپ کدلی تیو ہین نہ جنگھہ سبھای

-: پگ تل برنن :-

لکھہ پگ تل کی مرولتا کب برنت سکچانہہ
من تین آوت جیبھ لون مت چھالی پرجانہہ

-: نکھ برنن :-

دوت وا اوت نکھن کی بہنی کون کب ایس
پای پرت چھت جاہ کو بھیو چند پیہ سیس

-: ترتب انگ برنن :-

مکھہ سیس نرکھہ چکورا ورتن پانچ لکھہ مین

پگ پنگج دیکھت بھنور ہوت نین

دوم - ازرس پربودہ

-: پربیت بھاو :-

توہت تو تریہہ کو اپجئو ہر ہیہ آئی
سرت سلل سینچت رہت سہل ہون کی جائی

-: سکیا :-

دہرت نہ چو کی نگ جٹی یاتین ارہین لائی
چھانہہ پری پر پرکھہ کی جن تیہ دہرم نسائی

-: الکرت جوبنا مگدہا :-

یون بالا جوبن جہلک ارجن ہین درسائی
جیون پرگٹت من کو بچن بیہ پترن مین آئی

-: نو جوبنا مگدہا :-

جیون بیہ نتھ باڑہت کلا جوبن سیس ادہکات
تیون ستنانس تمرگہٹ چھب دُت پھیلت جات

-: پنجھہ :-

انست ہین تو ارج ازنکست جہلک سبھائی
اُکس نکس سب تین کی پری جین ہین آئی

-: گیات جوبنا مگدہا :-

سکہن کنت لون تیہ نین کج نک بہس لجات
مانو کمل کلین چتی الین ہلس رہ جات

-: اگیات جوبنا مگدہا :-

دادن باندہی سانس مین ہور سکہن سون لائی
سومیر بن بیہ تہور ہوئی ہیہ مین اسسی آئی

-: نیو دہا مگدہا :-

سکہن کہین لال آبہرن نیک نہ پہرت بام
من ہین من سکچت ڈرت. بہرم لال کی نام

-: بشربدھ نئو دہا مگدہا :-

ہنست ہنست رت بات لہہ یون روئی کہہ تیہہ
دہک دہک جیون دامنی ناجہین برسی مینہہ

-: پنچھہ :-

تیہ اگیان ارگیان یین پریم نہ دہیت جائی
جمن گنگ یہہ پائی کی رہی سرستی بہائی

-: مگدہا کی سرت آنت :-

یون مینجت کو اوللا ابلن انگ بنائی
ملی پہپ کی باس لون سانس نہ پائی جائی

-: مدہیا :-

پیہ تیہ پلن کپاٹ کٹ نرکہہ لیہہ درگ کور
کہلت پریم کی جورتین مندت نیم کی جور

-: پنچھہ :-

رنین من یادت نہیں لاج پریت گوانت
دہون اورا یچو پہرے جیون بب تیہ کو کنت

-: مدہیا انت کاما :-

یون تیہ نہین لاج مین لست کام کی بہائی
ملیو سلل مین نیہہ جیون اوپر ہین درسائی

-: مدہا کی پرت :-

کان پرت مرگ لون پری مرچھہ للن کی پران
کنٹھ ٹہنک نوپر جہنک دہن لئی جب تان

-: مدہیا کی بپریت :-

رمت رمن بپریت یون لاج مدن ہیں چھاک
جیون رتہہ ہانکت سارتہی دہون لیک کون تاک

-: پروڑہا :-

جب بنتا برکھ راس مین رب جوبن چمکائی
مدن تپن پرت دیوس مدہ لاج سیت گہٹ جائی

-: پروڑہا کی سرتانت :-

ڈہرک پری کہون اربسی نکہہ کچ سیس سہائی
ترن چھپیو منون کرسکہر دو تج نکس درسائی

-: مدہیا دہیرا :-

لکہت ہتی درگ کمل لئی چور بدن رب اور
اب انکہہ ان چندہت کربو نین چکور

-: مدہیا ادہیرا :-

بہی بڈ آئی تم رکھی میری ہت ٹھہرائے
ہاتھ پرت ہو اور کی پاین پرت ہو آئے

-: مدھیا دھیرا دھیرا :-

کت بنولیت نٹھر کی یہہ پوچھت گہہ ہاتھ
دھن آنسوا گھن بوند لون جھری بات کی ساتھ

-: پرورہا دھیرا :-

پاگ دھرین پیری کھری پیہ مکھہ پری نہار
پھول جھری کرہین دھری آنکھ بھری جھجھکار

پرورہا دھیرا دھیرا

نین لال تک رس دری کچھو نہ بولی بال
بانہہ گہت ہین لال ارہنی تورا رمال

-: جیشٹھا کنشٹھا :-

کن بچتر یہ کھیل بل دینہون تمہین سکھائی
موٹھہ ماروا کی درگن موکھہ ماندت دہائی

-: پرورہا دھیرا :-

ڈری گانٹھ جو بال ہیہ لہی نہ کیھون ناتھ
پرگٹ بال مدہ گانٹھ لون بھئی گہت ہین ہاتھ

-: اوڈہا پرکیا :-

نین اچل چل منج تو دوا و بدہ من رنج
نج پت لاگت کنج اراپیت لاگت کہنج

-: انوڑہا پرکیا :-

روکھی ہو جن باس لون چوری دیت جنائی
بنان جڈہین سرنیہ جو چڈہیو نیہ سرائی

ﮯ:ساما نیا:-

مکت مال لکھہ دہن کہیو یہ اجگت ہے نا نہہ
گنگ تہاری اربسی شو میری ار مانہہ

-:انیہ سبنہوک دکھتا:-

تیری پاس پرکاس پرنیہ سباس بسائی
موکارن لیائی نہین آئے آپ لگائی

-:پریم کرتبا:-

پیہ مورت میری سدا راکھین درگن بسائی
ڈریت گوری دیہہ یہہ مت سونری ہوئی جائی

-:روپ کرتبا:-

جوبن لہہ ان روپ ٹہگ اوہت گت یہ کہین
آپ جگت کون مارکے ہتیا موسر دین

-:مانتی:-

دہرت مانی درگن یون انسوا بند بسال
منون مانسر کنول تین جہرت مکت کی مال

-:سوادہین پتکا:-

نرکہہ نرکہہ پرت دیوس نس تنیہ چکہہ پیہ مکھ اور
کمل جان ال ہوت ہین سس انمان چکور

-:انکنٹھا:-

سکہی کہا جیہ ساج کی آج نہ آئی ناتھہ
گرہ بہولی کہگ لون بھری مومن سوجن مانھہ

-:کہنڈتا:-

پیہ تن مکھہ لکھہ یون دری تیہ چکھہ انسوا آئی
منون مدہ کر مکرند کون اگل گئی پھر کہائی

-:پرلبدہا:-

لکھہ سنکیت سولون رہی یون تیہ نار نوائی
منون بنی شیو کی کرئی سبل کام کون پائی

-:کلنتھرتا:-

الی مان آہ کی دسی جہاریو ہر کر نیھہ
تیو کرو دہ بس نان پہنواب چھوٹت ہی دیھہ

-:باسک سجیا:-

تیہ سکھہ سیج بچھائی یون رہی باٹ پیہ ہیر
کہیت بنائے کسان جیون رہت بیٹھہ ادیر

-:ابھارکا:-

ایسین کامن لاج نین پیہ بین اٹکت جائی
جیین سلتا کو سلل یون سامھین پائی

-:پنتھہ:-

انگ چھپاوت سرب سون چلی جات یون نار
کہولت نج چھٹا جنئ ڈہانپت گھٹا نہار

پرو گھٹ تپکا

نس جگای پراتھ چہت پران مجوری ہال
انگ نگرین برہ یہہ بہیو ہنیو کنتو ال

-: لمکھت تپکا :-

پھلین پاکھہ نہ آیہو جو اساڈہ کی مانس
پر تھمہ جھڑ جیت باس لون نکسی ییہو سانس

-: لچھت تپکا :-

پیہ کی چلت بدیس کچھو کہہ نہہ سکی بجور
چرن انگوٹھا تین رہی داب پچھورا چھور

کر دی یہ جو چکنین ہرنت لاے سنیہ
برہ اگن جو چھنک بن ہون پچھت اب کیہ

-: المکھت تپکا :-

ہراون سن پتھک مکھہ اگمن ہر کہہ سینہہ
نکھہ تین سکھ لون بال کے بہئی چکنین دینہہ

-: الچھت تپکا :-

آوت لہہ گھنسیام کی آن دیس تین پات
چیلا ہوئی چمکن لگیو نیہ نہی کو گات

-: آگت تپکا :-

سکھی بچھرن سسر کی ہوئی لہلہی ترنت
بیل روپ پر پہلت بہی لہہ بسنت سوکنت

-: اُتما :-

کیہون اوکن انگ کو لکھین نہ ہنت کی جور
پیہ مینک مکھہ کی بہی رونی نین چکور

-: مدہما :-

پیہ سنگہ سنمکہہ رہت بمکہہ بمکہہ ہوئی جات
تیہ درپن پرت بنت لون تیری گت درسات

-: ادہما :-

جیون جیون آدرسون للن پانپ دیت بنائی
تیون تیون بہامن ہین لون کہن انیٹھت جائی

-: پتن نایک :-

جب تین لالن رون کو کون لے آئے سنگ
تب تین شیو لون آپنی کر راکہی اردہنگ

-: انکول نایک :-

نئی بسن جب ہون سجون تب پیہ بھرم لجانھ
بن پرکہے دہن بچن کی ہیر سکت ہین ناتھ

-: وچھن نایک :-

ساگر وچھن دہن کی سم برنت ہین پمریت
وہ ندبن یہ تین سون ملت ایکہی ریت

-: سٹھ نایک :-

ہیر ہیر مکہہ پہیر کت تانت بہو ہہ ندان
بانن بدہ کا ہون نہین راکہی چڈھی کمان

-: دہرشٹ نایک :-

کالہہ گیو ہی آپہین موسر سو ہین کہائی
آج سیس جاوک لئین پھر لوٹت ہی پائی

-:اوپپت نایک:-

آئی وہ پانپ بھری رمنین آج انہان
جنھہ بوڈن نکس لکھین نکست بوڈب بران

-:ببیسک نایک:-

لال ادہر ہیرا رون جنھہ سبرن تن ساتھ
دیجیئی کنھ دہن لیائے جو کیجیئی تنہ دہن ہاتھ

-:روپ ماتی نایک:-

بار بار ہیرت کہا درپن یین چت لائی
نیک لکھو نج بدن سون رادہی بدن ملائی

-:پروکہت نایک:-

اگن روپ بن ری برہ کت جارت ہی موہ
نبہ تن پانپ پای کے بور مار ہون توہ

-:سرورن درسن:-

جب تین موہ سنائی تون کہے کا نہہ کی بات
تب تین درگ مرگ یون چلی کان ہین کون جات

-:سپن درسن:-

جاگت چور جو پائی دور لاگئے ساتھ
سپنین کو چت چور کیون آوی اپنین ہاتھ

-:چتر درسن:-

چترہ چتوت چتریون رہی ایک ٹک جوئی
متر بلوکت رادہی کہو کون گت ہوئی

:-سونگھ درسن:-

جیون پیہ درگ لال بھنوت تیہ بدن کمل کے اور
نیون پیہ مکھ سسی کی بھئی تیہ کی نین چکور

:-دوتی برنن:-

کیجی سکھ گھنسیام ہون آج پون کی رنگ
انھ چپلا چمکای ہون لیاے تہاری انگ

:-نایکا کی استت:-

کسک کسک پونچھت کہا جسک مسک انمان
کہسک جاے گی ٹھسک یہ نیک سسک سن کان

:-برہ نویدن:-

کہا کہون واکی دساجب کہک بولت رات
پیو سنت ہین جیت ہی کہان سنت مرجات

:-بسنت رت برنن:-

کہون لیاوت بکست کسم کہون ڈلاوت پائی
کہون بچھاوت چاندنی مدہ رت واسی آئی

:-شربدہ بات برنن:-

سرور مانھ اٹھای ار باگ باگ برماے
مندمند آوت پون راج ہنس کی بھاے

:-باک برنن:-

کلپ برچھ تین سرس تو باگ درمن کون جان
ساگر نکسو لکھن کون جل جنترن مس آن

گریکہم رت برنن

دہوپ چٹک کر چیٹک ار پہانسی پون چلائے
مارت دوپہر بیچ نیہ یہہ گریکہم ٹھک آئے

-: پنچھہ :-

چھٹت نہ لی تل نیر جل دل سچ چہت تین آئی
نرکھ نداگھ انیت کون چلیو بہان ہین دہائی

-: جل کیل :-

ہر چھینٹت یون تین کر لہہ جل کیل انند
منون کمل بہ چہون اور تین مکتن جہورت چند

-: پاوس رت برنن :-

پاوس میں سر لوک نین جگت ادہک سکھ جان
اند بدہو جاہیں مدا چہت بھرت ہین آن

-: پنچھہ :-

جہول جہول نیہ سکہت ہین گنگن چڈہی کی ریت
آج کالھہ مین آئی ہین سر نارن کون جیت

سرورت برنن

چند بدن چمکای ار کہنجن درگ پہر کاے
سکل دہرا کون چہلت یہ سروا بچہرا آے

-: ہمینت رت برنن :-

ہیت سیت کی درن تین سکت نہ او پر جائی
رہیو اگن کون پاے اکی دہوم بہوم مین چہائی

-: سسرات برنن :-

پرگٹ کہیت یا سسر مین روکہہ روکہہ کی بات
بچھرن کون چت ہون دہرین سوکہہ جات ہی گات

-: لیلا ہاؤ :-

سیام بھیکھ سج کی گئی رادہی درپن دہام
بھولیو بھیکھ جگت بھئی جت دیکھی تب سیام

-: بلاس ہاؤ :-

درگن جوز انٹھلاسے اربھو ہین کر بلسای
کامن پیہ ہیہ گود مین مود بہرت سے جای

-: للت ہاؤ :-

سکل بہو کھنن کون جدپ توچہب رہی سنگار
پی کنھ بدھ انھ بہارئی پیہ مین جیہی نار

-: بچہت ہاؤ :-

سیام لال ان تلک تو یہ رنگ کینون مال
سوتن کو رنگ سیام دئی رنگیو سیام کو لال

-: بیوگ ہاؤ :-

بات ہوئی سو دورتین دیجئی موہ سنائی
کاری ہاتن جن گہو لال جونری آئی

-: کلکنچت ہاؤ :-

شوسر کی سس مین شوانگ نج چھانہہ بھرمائی
ڈری جہکی روئی پھر ہنسی آپ کون پائی

-: بھرم ہاؤ :-

بیندی ارن کپول دی لال دتھونان بھال
ایھہ بدھ کنھہ من ہرن یہہ چلی نویلی بال

-: بودہک ہاؤ :-

مانگ بیچ دہر آنگری ڈھانپ نیل پت بہال
اروہ نساسس چھپت پیہ سین بتای بال

-: مدہ ہاؤ :-

روپ گرب جوبن گرب مدن گرب کی جور
بال درگن مین مدبھر.بن آوت چلین ہلور

-: سوبھا اداہرن :-

ایک سکھین کر لی چھرین ہنت چکورن دہای
ایک بہنور کی بھیر کون مارت چنور ڈلای

-: کانت اداہرن :-

مکر.بملتا لہہ کہئی کمل مردلتا باس
تو توانن کی ملن کی سبرن رہا کہئی آس

دیپت اداہرن

چندجہان بدہ مکھہ رچی تن چپلا سو ٹھان
تا پراوب دہری کہری تو تور پوجی آن

دہیرت اداہرن

دیپ تھاری نیہ کو برت رہت ہبیہ ماتھہ
بات چہون دس اکی سہی بلجمت کیسہون نا نہہ

-: آٹھ ساتوک بھاو :-

پیہ تک تنھک اوہ برہن کہہ پلک سویدتین جھاے
ہوئے بیرن کنپت گری تیہ انسوا دھراے

-: سنگار رس اداہرن :-

موہن مورت لال کی کامن دیکھ سو بھای
رتیچھ چہکی موہی جکی تھکی رہی ٹک لای

سنجوگ سنکار اداہرن

لی رت سکھ بپریت جیون رچی پہریا اور مبیت
راونو پرن بین بہی ایک رسنان کی جیت

-: انھ بیوگ مدہ سرتا نراگ :-

جاہ بات سن کے بہی تن من گی گت آن
ناکہہ دکہائین کامنی کیون رھہین مو پران

-: پوریا نراگ مین درشتا نراگ :-

ہین ٹکیا مانہہ متھ دیٹھہ رئی کون دار
مومن ماکھن لی گئی دیہہ دہی کون دار

کرمان اداہرن

پیہ درگ ارن چنئی بہئی یہہ تیہ مکہہ گت آئی
کمل ارنیا لکھ منون سس دت گھٹی بنائی

-: دان اپائی :-

پٹھئی ہین نج گرن کنہ لال مالتی پہول
جنھ لھہ تو ہیہ کمل تین گڈہی مان ال تول

بھیدا پائی

روس اگن کی آنچ تین تون جن جاری نانہہ
ننھہ ترور دہیت نہین رہیت جا کی چھانہہ

—: پرسنگ بدھیس ا پائی :—

کہت پران جورین کون تیوت ہین کرمان
تی سب چکیئی ہونھہ کی اگلی جنم ندان

—: پرباس ہیوک :—

سوامناون کون گئی برہن پہپ منگاے
پرست پہپ بہشم ہی نب شبو دی چڑہاے

—: کرنا ہبوگ :—

سکہہ لئی سنگ جنہ تج گئی پیہ مم رچہا کاج
سوء پران دکہ پاے کی چلیو چہت ہی آج

سندیس

پکڑ بانہہ جن کردئی برہ ستر کے ساتھ
کہبوری وانٹھر سون ایسی کھیت ہاتھ

—: پاتی :—

بنھا کنھا لکھ انت کی اپنین اپنین پیہ
پاتی دے ہین اور سب ہون دہون یہہ جیہ

دیگر نایکا برنن بزبان ریختہ در وزن رباعی بستہ کہ این دو رباعی از ان است

ا-سکیا

ازبسکہ حیا دوست ہی وہ مایۂ ناز اس طرح سون ہی اس کے سخن کا انداز

خامے کی زبان سون جیون نکلتے ہین حرف   پر کان تلک نہیں پہنچتی آواز

۲- بشرہدہ بنودہا

آئے ہیں اگرچہ خوب ایام شباب   پر کچھ اس کا چھٹا ہے اب خوف وحجاب
تدبیر کئی رہی ہے یون نایک پاس   جیون آگ مین زور سین دوا کے سیماب

:- نعت :-

نور اللہ تین اول نور محمد کو پرگٹو سبھہ آئی
پاچھین بہی تہون لوک جہان لگ اوسب سرشٹ جو درسٹ دکھائی
آدلیل سوانت کی کئی رسلین جو بات بھی من پائی
تولون نہ پاوی الہ کون کیہون جو لون محمدؐ میں نہ سمائی

:- منقبت :-

پربھوکون نہ جینہوان من میری ایک چھن بیداوپران کو کیون نہ چت چاوری
تج دوارایس کو نوایو سیس مانس کو پیٹ ہی کی کاج سب لاج کھوے باوری
ایسوہی نداں جاہ آج لو نہ آبو گیان کیہوں نہ تجھی اجان اپنو سہاوری
بہریو اپرادھ تبو ڈرت نہ تل آدھ شاہ مردان جو بہروسی ایک راوری

بشرہدھ بنودہا مکدہا کبت

اُوچک ہین آئی بال نیین رنہار لال بیٹھ گئی تنھہ کال آپ کون چھپائے کے
چنچل چیتون چت چبھین ہر رسلین کون کرکری کیل بھون مرجھائے کے
تاہی سی بیہ پاس آڈا دسکھین کے آدن تیہ کی رہی ہی چھب جھائے کے
بادھک جیون چوٹ کے درت پھراوٹ اوٹ مرگ لوٹ پوٹ ہین کھوج لیت جائے کے

:- ترنائی اگم ریت برنیو کبت :-

آوت بسنت ترنائی تر ترنی کے پات گات ارنائی دورت پنیت ہے

بکست سمن من پیہل اردج ہوت بھنونت بھنور چت راکھ رس پریت ہے
گھورو گنٹھ بہاس باس انگ کے سباس پرم پرکاش کرلیت پران چیت ہے
رت بیس گئی تین نہ بہاون رسلین دو او جوبن کی ریت سوئی جوبن کی ریت ہے

:-مدہیا دھیرا ادھیرا کبت:-

رات کون بنی جیون پرات آئی رسلین تنہ کال بولی بال سکچات لکھ پیاری کون
نین سنکھ مل دیو ہو تو دیجی سکھ کوک سم ٹار رین برہ ہماری کون
تب ان کینہین گہات نین میری ہین پررت کیسی کرہیرون تو مکھ اجیاری کون
بام کہیو جانی ہم اندرانی ہتین سواب چندرمان بھئی ہون درگ کنولن تہاری کون

:-رت دوتی منایو مانی کوتا کو کبت:-

بدن ہی چند تہان راہ بار دیکہت نین مرگ پلواد ہر تہان آہی
ناسا کیر ڈھک رسلین دانت داڑ بین ہین موہ کویو روم راجی پنکی سراہی
کٹ سنگھ گج گت ہی نین بیکہی باتین یہ بات آن ہئین اد گاہی
اپنی سب ستر تو ء تن آن متر بھئی تو کون نج متر سنگ سترنا نہ چاہی

:-سانت رس کبت:-

تیری منورتھ کون ہوت ہی سین لوک تو نہین ہوئی اکاس کری نکہت اُدوت ہے
تو نہین چارو تتو سیل ترپس پنچھی ہوت تو نہین ہوئی میگھہ پوجی کوت اواکوت ہے
تو نہین بن ناری بھرتا کی رس سلین ہوت تو نہین ہوئی کے سترلیت اپن تین بوت ہے
جاگ پرین جھونٹھو جیون سپن لوک ہوت تیون ہین آتما بچاری لوک جاگت کو ہوت ہے

:-نرت برنن کبت:-

بسن بنای لٹ آنن پی لٹکاے کاجر لگائے چکھہ پان مکھہ کھائے کے
تال جھنکائے بین مردنگ ملائے تکار کون ہلائے سب سنگت رچائے کے

ہاتھن اُٹھائی گٹ گریون لچکائے دوا و بھنوین نچائے ات نین مٹکائے کے
بینو رہ بجائے جب بہائے سون دہرت پائی لاگت ہی گت آی تیری پگ دہائے کے

(٦) سیّد برکت اللہ قدس سرہ

اسم سامی در فصل فقرا و شعرا شیرازۂ جمعیت این اجزا است گاہی میل بہ شعر ہندی می نمود۔ و معانی عرفان را بہ زبان ہند ادا می فرمود۔ "پیم پرکاس" نام رسالۂ دارد مشتمل بر دوہا و کبت و بشنپد و دہرپد وغیرہ کہ در مردم دائر است پیمی تخلص می کرد قدری از اشعارش ثبت می شود ؎

چلکھ جوگی کنٹھا گرین ارن سیام اور سیت
آنسو بوند سمرن لیئن درسن بھچھا ہیت

پیمی ہندو ترک مین ہر رنگ رہو سمائے
دیول اور مسیت مون دیپ ایک ہین بہائے

انٹیا تن کی اٹپٹی من ٹٹوا بھیو مور
سور جہاوے کر گیان سون بنی پیم کی دور

من پنچھی تن پنجرا پانپ بھرو امول
پیار و پور و کر دیو توہیں توہیں نت بول

تم دیپک ہم ہین پتنگ اجگت کہے سنائی
بن دیکھین نہین رہ سکون دیکھین رہو نجائی

ہون چکئی وا سندھ کی جہان نہ سورج چند
رات دیوس نہین ہوت ہی نان دکھ نانھ انند

من پاراتن کی کہری دہیان گیان رس موی

برنبھ اگن سون پھونک دی نرمل کندن ہوی
جہان بیت تہان برہ ہے جہان سکھ دُکھ کر دیکھ
جہان پھول تہان کانٹ ہی جہان درب تہان سیکھ
جم جن بورا ہوئے تون دورت گھیرت آن
ہم توتب ہین دی جوگی پران ناتھ کو پران
ہم کسان ہت کھیت کے بووین دھیان کے دہان
لونین گیان کے ہاتھ سون ہووی درس کھلہان
نئی ریت یا پیت کی پھلین سب سکھ دیھ
پاچھین دُکھ کے جیل مون داڑ کری تن کیھ
من بیند ہو واکیس مون ڈھونڈھ ہو کیئو بار
بھولو کاری ربن کو تا کو کہا بچار
ہت کینون سکھ جان کے پڑی دُکھن کی بھیر
کیا کیجی من ہوی گئی کڈوا کڈ ہتین پھیر
یُؤمِنُوْنَ بِالْغَیْبِ کون آنکھ موند من ہیل
سیکھو گرسون یہ جگت آنکھ مچونون کھیل
سیاہم ہو ساںچ سون سر نہر آدی کوی
پرم جوت تا بدن پر جگمگ جگمگ ہوی
توہنین تونہین جو چھوٹے ہونہیں ہوے
جہار بجھاوی کامری رہی اکیلا سوے
رکت پان پکوان تن ہیو رسوئین سار
بیٹھی برہار اور ہی سدا گرت جیو نار

میاموہ من مین بہری پیم پنتھ کون جائے
چلی بلائی جج کون نوسی چوہے کھائے
ادوہ گئی آئی نہ ہرکریو نہ ہر چت چاؤ
برہاتوہ انند ہی موسل ڈھول بجاؤ

(۷) میر عبد الواحد ذوقی بلگرامی

سابق در فصل اول بیان نمودہ شد کہ او را رسالہ ایست مسمی بہ "شکرستان خیال" در وصف انواع شیرینی درین رسالہ طوطی ناطقہ اش طرفہ شکر ریزی کردہ و اشعار ہندی را بہ زبان شیرین ادا نمودہ۔ از انجاست ؎

برنون واحد کون بدہ کٹن کی دنت جوت
رین اماوس جاہ لکھ پورن مانسی ہوت
کئی بار پھر پھر کے رسنان پھر پھر کہات
پھر پھرنے کی لگت ہی پھر پھرنے کی بات

—: کبت :—

میٹھی ہی نپت ہی سبھای بھای نینن کی جاکی رس چاکھی کو سبی للچات ہین
پھیکی او بھیمی سب کہای کے کہا کہون ہیرا کی سی جوت دیکھی پھولے نہ سمات ہین
کھانڈ کی کبیلی مدہ ات ہین پیوت ہنس رسنان کی پیاری ہی اوٹھن بلات ہین
ایسی سکار ہین ہی اولی بارون کا لبی کی دیٹھ کی لکھین دیکھو ٹوتی نہو جات ہین

(۸) محمد عارف بلگرامی سلمہ اللہ تعالی

جوان قابل صاحب فضائل است۔ ترجمۂ او در فصل اول گذشت شعر

ہندی خوب مے گوید- و مضامین دلنشین مے آرد- برخے ازان درین جریدہ درج می شود-

از سکھ مکھ دوہا

-: منگلاچرن :-

بال بال کے بال کو بیوری بھید نہ پای
سکھ نکھ تین بالن ہین کنگی لون نہ سمای

-: بینی برنن :-

سمدھیو متھ مین من لئ جگ کرت انیت
بینی تیری سیس مدہ کرت کو بینی ریت

-: مانگ برنن :-

بچھیو ہیتو کے نان پچیو اندا بد بہچہ سوے
مانگ بھیکھ جھلکت سوہیہ راکھی کلا جو کوے

-: انک سدی جت :-

لال بیندلی جت الک لکھ آوت اپمان
پہن ست انگ بینگ کے من دہو کہین لپٹان

-: نتر برنن :-

لکھ چکھ پین بہر بہا دام مانون لیکھگ مین
چکھ پد دیرکھ کرت ہت لک دیہی ہی این

-: الحہ :-

کہنچ تھکی لکھ چیلتا کار نگ پکی لکھ رنگ

مین جکی درگ پین لکھ چھب لکھ چھکی ترنگ

-: الحہ :-

بس پھیلت انکی لکھت من پاوت نہیں چین
کن پرکاش نج گن کرین برچھک راس توئین

-: کرن برنن :-

گنیا کیون کہہ سکت تیہ سمتا سیت پرکاس
جاکانن پت کی کرت مکت ناک پئیں باس

-: ناسا برنن :-

اچجت ہے ایکئی کمل ایک نال مین آئے
اوبھت ناسا نال چت چکھ بب کمل لکھائے

-: نتھ برنن :-

تیہ نتھ کی جھولن نرکھہ لبہی من یون پای
مکتن ڈاریو ناک مین سنگ ہنڈورا آی

-: کرن مکت برنن :-

مکت بہی جدپ نوؤ ناک باس نو آس
کانن کانن مین اجون تب ہت کرت نواس

-: لالری برنن :-

نتھ موتن نج لالری راجت ہی ایخہ مود
مکت رمت منون ناک پراند بدہوگھ گود

-: ادہر برنن :-

ادہرامی دہر ہیت کنھ بال اندھا دہر بہال

سینچو اوٹھن ناس مگ ادہر گاڈ مرنال

—: مسا برنن :—

لسا مسات رس مسا بسا کپولن سوبھ
دھنسا الی ال کمل مین پھنسا سوربھ کی لوبھ

—: دسن برنن :—

لکھیت کچھو اتیات سوالی دسن ہی ناتھ
بھان اودی ہون دیکھئی نکھت بال بدہ ماتھ

—: دس برنن :—

دسن مکت کی ہوت ہی جہان ہنسن درسائی
بیج کہری دب جات ہی پھول جھری بجھ جائی

—: مکھ جوت برنن :—

اتگ نہ انگ مینگ کی او مرگ انکھو ناتھ
توئ مکھ دت لکھ رسن جر دیو راک ہیہ ماتھ

—: مکھ جوت برنن :—

مکھ دیپ وا بدن کی اپمان ہین سب ہین
جا مکھ جوتن ہوت ہئی رجنی پت دت چھین

—: مکھ باس برنن :—

ڈگر ڈگر توئ بگر کی گنجت مدھکر بیج
کینو توئ مکھ باس نی بھون کنج بن کنج

—: تھو دہی برنن :—

تو ٹھوڈہی سوبھا چتئ کیون نہ لال للچاتہہ

جنھہ لکھ ٹھوڈہی ہاتھ دئی کہری بال پچھتانہ

—: کنٹھ برنن :—

ہاریو کوٹ کپوت کو دیکھہ کنٹھ ابھرام
گنہین لون ان نج گرین ڈاریو ٹپکا سیام

—: کنٹھ برنن :—

ہارا دارا کنٹھ لکھ بھیو کنب ات پاپ
اکلنکت نتھہ کرت ہین بیدھ پھونک من آپ

—: ریکھا برنن :—

پیکھ ریکھ توٗ کنٹھ کی جیہ کپوت دہر تیکھ
پھانسی پھانسی نج گرین بیّت واگھہ بسیکھ

—: کنٹھ سر برنن :—

سنی جھنک سر لیت ہین توسو کنٹھ کی کوک
چاتک ہیہ دوٗ ٹوک ہوی جرکھوک بہئی موک

—: نار برنن :—

نار نار لکھ کی رہین تارین نار نوای
ہارین سارین ہہر کی ہارین ہاری کھای

—: باہنہ برنن :—

پاس نلت توٗ باہنہ کی پیت اجگت ہیت
جیولیت دھ کر پرین یہہ پیتم جیہ دیت

کانکھ برنن

کنکھیان لکھ ان باہنہ تر سکھیان رہین اجیت

سُدھا سندھ بب لہرتین پری سندھ کنھ ہیت

-:پہنچا برنن:-

کوٹ او پاین سون الی بلی کرین بدھ ساتھ
پیٔ پہنچن وا کی ہنین پہنچت اپمان ہاتھ

-:پورین برنن:-

بہاوت چت آوت ہین لکھ انگرین چھب این
پورن پورن رس کیو منون گانٹھ دی مین

-:روما دل برنن:-

مانگ اٹک جو سیامتا مٹی الی تون دیکھ
اُدر آن سو پر گھٹی روما دل کی بھیکھ

-:روما دل برنن:-

روما دل نہہ جان تون لکھ پیبر سکھی رنگ
گج شو تج منو تک چلیو نابھی ببر بہو نگ

-:کچ اگر سیامتا برنن:-

لست یام کچ سنبھ پر نہیں سیامتا رنگ
رہیو منو بہو کون وہی سر چڑھ رہیو کلنگ

-:ارج سندھ برنن:-

الی بھلی بدہ جان تون ارجن سندھ انوپ
ادہر امی کی چیران ہستنارادنا نہہ کی کوپ

-:نابھہ برنن:-

نابھہ بھنور تون دیکھی روپ سندھ تو گاست

سکھان کیجئے کون سراپان بوڑی جات

--: کٹ برنن :--

ای ری تیری لنک تین الکھ روپ سرسات
جاتین سب پرکاس ہی وہی نہین ورسات

--: الحہ :--

کٹ اڈیٹھ کون ایٹھ لون بہیو نٹھ بدھ سنگ
پرگٹ بہیوہی بھیکھ دہر جگ امیک کوانگ

--: کام بھون برنن :--

تیری نابھ تر کوالی برنن کرت سکات
بدہ نج ہیہ سکچت جہان اوپمان جات لجات

--: چرن برنن :--

ال کمل واچرن کی لہئی نہ سمتا این
جا پرہ بہنورن سون سدا بہرمت ہین جگ نین

--: ایڑی برنن :--

توء ایڈن سکہان کی ہین اپمان سب ہین
موڑہ بوڈھ جا برن ہوی اندبدھو پدلین

--: گات برنن :--

اپمان کو او لاگت نہین واتن اوپ انوپ
جانت روپ سی گات لکھ جانت روپ کو روپ

--: چھت برنن :--

چھب جھلکت منہ جھلک تین سن لاگت اپمان

ہوت اودی سس کی منون سمدسلل اولنھان

-:سکمارتنا برنن:-

کیون وہ بھوکھن کنک کی سجئی انک سُکمار
نیٹھ نیٹھ مگ ڈگ دہرت نار مہاور بہار

-:سوبھا برنن:-

بن جیورجیہ برہری تا تین بدھ بچار
متراری ہتیار لون راکھی بہوکن ٹار

-:سکھ نکھ پورنتا:-

پرتھم بچیو سکھ نکھ برن عارفت نپٹ اجان
بدہ جن جان سدھاریو چھمیو بدھ ندان

از سکھ نکھ کبت

-:جورا برنن:-

کیدہون بدہ ببدہ بدہان چھند بند کرباندہیو گانٹھ سوہت اسیت ہے
کیدہون رس میچک کی للت نوین لتا سندر ادوادپہل تا کو چھب دیت ہے
کیدہون کام نٹ کہری کندن جہری بین دہری نلین کوئی دان پران کولیت ہے
کیدہون ہم سان بین بدن بیٹھو آسن کئی کیدہون تیہ تیرو جورونیہ کو نکیت ہے

-:بینی برنن:-

کیدہون رتن سان ہین کے سکھا پی سوہی دہار ترن تتؤ جاے ادہک سکھ دینی ہے
کیدہون مین کیتن نکیت کے نسینی سوہی کیدہون نب رسنا کے سچھم سنینی ہے
کیدہون کل بدرم کے للت لتا کے پت سندر سودیں سوہی الی ال سینی ہے

سکھان سو بکھ آدرس کی سہاونی ہی کیدہون منموہنی کی موہنی سی بینی ہے

—: نتر برنن :—

کیدہون مین کیتن کی سرکی ہین اوبھی مین کیدہون ہنج سرجو کی سرادوات ہین
کیدہون پرپھلت ارن سرسیج تامین نیل کنج راکھی تاکی سوبھاسرسات ہین
کیدہون جوری بھوری کل کہنجن کی رنجن ہئی رسک ملند کیدہون دنپت بکھات ہین
پنپٹ نویلی ال بیلی ہیم بیلی کیدہون تیری سچھم اچھہ میری پچھن سہات ہین

—: مکھ برنن :—

باسرن ہواینو اونت امل جوت واکونس ہی مین اولوکی لوک لوک ہے
بہان مدمان یاکے مہان سمان مان ہئین دن واکون دن پر ویہہ سوک ہے
پورن پرکاس سداسدا ہا کو نو اس دیکھو رہت دوکھت جاتین نت سوت کوک ہے
یاکون نکلنکت کلنکت لکھیوہی واکون تیرو مکھ چندبال چند سم کوک ہے

—: ناسا برنن :—

سکھان اکھنڈ سکت تنڈن کی کھنڈن ہی منڈن مکھ منڈل کب ابھلاکھی ہے
تل کو سمن تلہ تول تن پادئی نہین تومین کیتن کی چھبین بدہ بہاکھی ہے
سکھان امل مہا کومل نوین ات روپ سرسرسیج کلی کی سب تاکھی ہے
راجیو ہنج نیہ تین بدہا تاتیہ مکھ دیپ تاکی دت ہیت ناسا باتی سم راکھی ہے

اروج برکا برنن

کالندیکے کول کیدہون کام کیل کلاکر کوک دوی اسوک چت کھت بسیری ہین
جوبن تنک ماہتو مدکی ترنک تنک ناکی کل کینہہ کیح بھیکھ جک تیری ہین
کیدہون کاہوسدہ ہیکی سادھنان تین ہیم لتا سوپھل بھی ہی تاکون بکھ کب چتیری ہین
کلکا سروج ہین منوج مانسر ہیکی کیدہون جب راج سی اروج تیہ تیری ہین

—: رام راجی برنن :—

کیدہون منمتھ کیا نے من لبس کربیکون جلدل پان پرمنتر پانت ساجی ہے
کیدہون پیہ منکے منورتھ نین کج ڈاری کمندکاری ات چھب چھاجی ہے
درپن اور بین کی نیب کوری کو جاتین نپک کمار چھب کوٹ کٹ لاجی ہے
کری پیہ راجی دیت سوتن کو باجی یہ نیری رودم راجی بدھ ایسی سبھ ساجی ہے

—: جان برنن :—

کری ہوئی ارہین کرسانکرکری ہی دیکھ نپت اچنبھا بھری رنبھاگت چھاجی ہے
سندرسرت دنت سو بہونت راجت ہی رچنار چرچ کرن براجی ہے
ات ہین سروپ ڈہاری روپ ہیکی سانچی مانون کاریگرئین اچھی مورت سماجی ہے
سکھان ترلوک کی سکیل سوچ سوچ ات میری جان بدہ جان جان نبہ ساجی ہے

—: نو پر برنن :—

روپ کو کیدارسم سندراجرتاہین ترل کنک کیسی لتا در سات ہے
کیدہون پہری کہری کلدہوت کی نورہی جاکے چھب مرکن کی چھتاچھرات ہے
نوپرنوین نیلمن کی نگن جیٹوتا کو کردیٹھ انیتھ ایمان سہات ہے
بہونرن کی پانت تامرس کے سمن پرسکھان سموہ لہہ سکھہ سون اگھات ہے

—: پد برنن :—

پدم نہار ہار پنک پدکار بیٹھو باسرسرن واکون ہوت دن کر ہے
سانجھ مرجھائے جھوم جھکت ہی سوچ سوچ نلج بہات کری پھیر سر پر ہے
کومل امل مہات ہین سرنگ لکھ ایمان بھکت بھی کری کاہ سر ہے
ایری پرت بنب تیری بدھبکو جیہ جان لینہی ہی کمل اجون رمان نج کر ہے

اَلحمدُ لِلّٰہِ وَ المِنّۃ کہ خامۂ خوشخرام بہ منتہای این قلم در رسید۔ و میا ستے کہ

آغاز کردہ بود بہ انجام رسانید۔ و بہ اقتضای ترتیبی کہ درین تالیف اختیار افتادہ ختم کتاب بر نظم ہندی دست بہم دادہ۔ چہ مضایقہ۔ بعض الفاظ ہندی جزو فرقان عظیم است وجواہر سلک کلام قدیم۔

شیخ جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ تعالے [1] در تفسیر "درمنثور" می گوید۔ تحت قولہ تعالی طُوبیٰ لَهُمْ وَحُسْنُ مَآبٍ "اخرج ابن جریر وابو الشیخ عن سعید بن مسجوح قال طوبی اسم الجنۃ بالھندیۃ۔"

ونیز شیخ جلال الدین سیوطی رح [2] در تفسیر آیہ کریمہ سندس خضر از شیدلہ صاحب کتاب برہان نقل می کند "السندس رقیق الدیباج بالھندیۃ۔"

ونیز شیخ جلال الدین سیوطی رح [3] می فرماید "اخرج ابو الشیخ عن جعفر بن محمد عن ابیہ رضی اللہ عنہما فی قولہ تعالی یا ارض ابلعی ماءک اشربی بلغۃ الھند"۔ علماء فصاحت اتفاق دارند کہ این آیہ افصح آیات قرآنی است وابدع بیّنات آسمانی۔ وقوع لفظ ہندی در کلام معجز نظام خصوص درین آیہ بلند پایہ از عجائب است۔

ختم این کتاب در سنہ ست وستین ومأتہ والف (۱۱۶۶) بوقوع پیوست۔ و خامۂ آرام طلب تاریخ ختم چنین نقش بست لمولفہ

حبذا نو نہال موزونے کردہ ام سبز در ریاض سخن
سال اتمام آن خرد پرسید گفت آزاد "ختم او احسن" ۱۱۶۶ھ

چشم از یاران دادرس وعزیزان مسیحا نفس آنکہ اگر گوشۂ چشمی برین متاع حقیر اندازند۔ وبا وصف عدم لیاقت منظور نظر التفات سازند مخلص را بہ ارمغان

---

[1] درمنثور جلد رابع صفحہ ۵۹ مطبوعہ مصر۔

[2] اتقان صفحہ ۱۷۱ مطبوعہ مصر ۱۲۷۹ھ جلد اول۔

[3] درمنثور جلد ثالث صفحہ ۳۳۵۔

دعائے یاد آرند۔ وسبزۂ احسانے بر مزار خاکسار واگذارند۔ اَللّٰھُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ عَلٰی سَیِّدِنَا خَاتَمِ النَّبِیِّیْنَ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ نِھَایَاتِ الْاَوَّلِیْنَ۔ وَ اٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ۝

تمّت بالخیر

(۱) حصّہ اوّل میں مقدمہ مصنف ہے۔ جس میں وہ تمام وجوہ و اسباب درج ہیں جنہوں نے جناب رسالت مآب صلعم اور اُن کے اصحاب کو لڑائیوں پر مجبور کیا۔ اس کے ضمن میں مسلمانوں کی ابتدائی تاریخ اور مشرکین عرب کے مظالم کو مفصل بیان کیا ہے جن کی مدافعت کے لئے مسلمان تلوار اٹھانے پر مجبور ہوئے۔ اس کے بعد اشاعت اسلام کے واقعات بیان کئے ہیں۔ اسلام کی تعلیم اور تمدنی اصلاحات پر گہری نظر ڈالی ہے۔ اوامر و نواہی خصوصاً مسئلہ جہاد کے فلسفہ کو سمجھایا ہے۔ اور یہ نتیجہ نکالا ہے کہ مذہب اسلام اصول انصاف اور قوانین فطرت کے مطابق ہے اس لئے آسانی کے ساتھ لوگوں کے دل نشین اور دنیا میں مروّج ہوا۔ یہ مقدمہ (۱۲۸) صفحات کا ہے۔

(۲) حصّہ دوم۔ مقدمہ کے بعد اصل کتاب شروع ہوتی ہے۔ جس میں تمام غزوات کے حالات درج ہیں۔ قرآن۔ حدیث۔ فقہ اور تاریخ کے ناقابل تردید حوالوں سے ثابت کر دیا ہے کہ بانی اسلام کی تمام لڑائیاں دفاعی تھیں۔ اشاعت مذہب میں آپ نے کبھی جبر و اکراہ سے کام نہیں لیا۔ اسیرانِ جنگ کے متعلق یورپین مؤرخوں کی افترا پردازیوں کی قلعی کھولدی ہے اور پورے طور پر ثابت کر دیا ہے کہ آنحضرت صنے اسیرانِ جنگ کے ساتھ ہمیشہ نہایت رحیمانہ و منصفانہ برتاؤ کیا۔

(۳) حصّہ سوم میں تین ضمیمے ہیں پہلے ضمیمہ میں جہد و جہاد کی صرفی۔ لغوی اور فقہی قواعد سے تحقیق کر کے یہ ثابت کیا ہے کہ قرآن مجید میں یہ الفاظ بمعنی جنگ و جدل استعمال نہیں ہوئے۔ دوسرے ضمیمہ میں لونڈی غلام اور حرم بنانے کی تردید کی ہے تیسرے ضمیمہ میں ان آیات قرآن مجید کے حوالے درج ہیں جن میں دفاعی لڑائیوں کا ذکر وارد ہوا ہے۔ ان مباحث کے ذیل میں مصنف علامہ نے تاریخ۔ تفسیر اور فقہ کے اکثر مسائل حل کئے ہیں مثلاً قبائل عرب کے انساب و مواطن کی تحقیق۔ رجم و رجوم کی لغوی تشریح۔ بنونضیر، بنوقریظہ اور دوسرے یہودیوں کے قتل کی فرضی داستانیں۔ غزوۂ خندق کے متعلق نعیم بن مسعود کی تقریر پر بحث۔ جنگ بدر کے اسباب۔ تعدد ازدواج۔ غلامی۔ تسری کے مباحث خاص طور پر پڑھنے کے قابل ہیں۔ ریحانہ۔ ماریہ قبطیہ اور بی بی زینب کے حالات پر بھی روشنی ڈالی ہے۔ غرض کہ یہ کتاب مسئلہ جہاد اور اس کے متعلقات پر اس خوبی سے لکھی گئی ہے جس کی مثال نہیں مل سکتی۔

اس کتاب کے پبلشر مولوی عبید اللہ خاں صاحب کے نام سے علم دوست اصحاب بخوبی واقف ہیں جنہوں نے "گلشن ہند" اور "ماثر الکرام" اور "اعظم الکلام فی ارتقاء الاسلام" اور "تحقیق الجہاد" جیسی عالمانہ و مذہبی کتابیں شائع کر کے ملک و قوم کی عظیم الشان علمی خ[illegible] دی ہے۔ خان صاحب موصوف نے اس کتاب "تحقیق الجہاد" کو بصرف زر کثیر شائع کر کے [illegible]

قابل قدر اضافہ کیا ہے۔

مولوی غلام الحسنین صاحب پانی پتی کا نام نامی ترجمہ کی خوبی و عمدگی کے لئے ایک قابل اطمینان ضمانت ہے، فاضل مترجم نے جابجا نہایت عمدہ اور قیمتی نوٹ بھی لکھے ہیں اور اس کے بے مثل ہونے کا مزید استحکام اور وثوق یہ ہے کہ یہ ترجمہ عالیجناب شمس العلما مولانا الطاف حسین صاحب پانی پتی کی نظر سے گذرا اور ان کی اصلاح سے مزین ہوا ہے۔ خود پبلشر یعنے مولوی عبداللہ خاں صاحب نے بھی خاص طور پر نہایت توجہ و اہتمام کے ساتھ اس کی تہذیب و ترتیب کی ہے۔ مصنف مرحوم نے انگریزی میں جو حوالے دئے تھے خان صاحب نے اُن کے صفحات بھی بتائے ہیں تاکہ تلاش کرنے والے کو آسانی ہو اور خود دوسرے حوالے تلاش کر کے بکثرت اضافہ کر دئے تاکہ مصنف کے بیان کو مزید تقویت و تائید ہو۔ انگریزی میں آیات قرآن کا فقط ترجمہ تھا۔ خان صاحب نے اس اردو ترجمہ میں اصل و متن کو جمع کر دیا اور نصف کالم میں اصل آیت لکھ کر مقابل میں اس کا فصیح و صحیح اردو ترجمہ لکھا ہے۔ انگریزی سے عربی کے اسماء و اعلام کے نقل ہونے میں جس قدر دشواریاں ہیں اس کو صرف علمی مذاق رکھنے والے سمجھ سکتے ہیں۔ خان صاحب نے نہایت قابلیت و محنت کے ساتھ سیکڑوں عربی کتابوں کی مدد سے ان مشکلات کو بھی حل کیا۔ غرض کہ آپ نے اس کتاب کی تصحیح و تحشی میں نہایت جانکاہی و عرق ریزی اور کمال تحقیق و تدقیق سے کام لیا ہے۔ اور حیرت انگیز بات یہ ہے کہ یورپ میں جو کام بڑی بڑی جماعتوں کے ہاتھ سے ہوتا ہے وہ انہوں نے تن تنہا انجام دیا جس کے لئے وہ مبارکباد اور شکریہ کے مستحق ہیں۔ اور حقیقت یہ ہے کہ کتب خانہ آصفیہ کا ایسا عظیم الشان بے مثل اور نادر خزانہ کتب اگر موجود نہ ہوتا تو یہ مرحلہ کسی طرح طے ہونا ممکن نہ تھا۔ اب پبلک کو اس لاجواب کتاب کی خریداری کر کے قدردانی و امداد کرنی چاہئیے تاکہ خان صاحب ممدوح کو دوسرے مفید کتابوں کے شائع کرنے کا آیندہ حوصلہ ہو سکے۔ صرف مولوی چراغ علی صاحب مرحوم کی بے مثل اور قابل قدر (۴۵) چھوٹی اور بڑی مذہبی کتب و رسائل قابل اشاعت موجود ہیں۔ اس کتاب کے شروع میں مولانا مولوی عبدالحق بی اے علیگ کا مختصر مگر دلچسپ و مفید مقدمہ شامل ہے۔ اس کے علاوہ اصل کتاب کے (۴۱۲) صفحات ہیں اور نہایت عمدگی سے مطبع رفاہ عام لاہور میں چھپی۔ اس کی قابل قدر خوبیوں کے مقابلہ میں قیمت نہایت کم یعنے فقط (سے) علاوہ محصولڈاک مقرر ہے اور کتب خانہ آصفیہ حیدرآباد دکن سے مولوی عبداللہ خاں صاحب کے پتہ سے مل سکتی ہے۔

۵ شوال ۱۳۳۱ھ ہجری
مطابق ۷ ستمبر ۱۹۱۳ء

شمس اللہ قادری
حیدرآباد دکن

